https://ataunnabi.blogspot.com/

معاشیاتِ نظامِ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامک لاء

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے (القرآن)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معاشیاتِ نظامِ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامک لاء

ایم اے عربی علوم اسلامیہ

ادارہ ہذا کی جملہ مطبوعات مستحقین میں
فی سبیل اللہ مفت تقسیم کیجاتی ہیں۔

ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور

(کتبہ گوہر قلم الخطاط)

OFFER:- Markazi Idara-e-
Ishat-e-Quran-o-Sunnat
Main Market Gulberg,
Lahore - Pakistan.
Ph. 872396

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جملہ حقوق محفوظ

60606

نام کتاب ——— معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ

مصنف ——— مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامک لاء

صفحات ——— ۳۲۴

کتابت ——— قاضی نثار الجبی

بار ——— اوّل

تعداد اشاعت ——— ایک ہزار

تاریخ اشاعت ——— جنوری ۱۹۸۴ء

قیمت ——— عام ۳۰/۰۰ روپے

خاص مجلد ۳۹/۰۰ 〃

مطبع ——— کمبائن پرنٹرز، لاہور

ناشر ——— ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتساب

فاضلِ علّام، شہیرِ انام

راہبرِ شریعت، پیرِ طریقت، ضیاء الامّت

عالی القاب جناب مستطاب

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری دامت آثار ھادعنایۃ منفتحۃ

کے نام

جنکی عنایاتِ جلیلہ و دعواتِ کریمہ سے ذرّے بھی

آفتاب عالمتاب ہو جاتے ہیں۔

طالبِ کرم

غلام سرور قادری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۴
۲	اظہار خیال	۱۳
۳	تقدیم	۱۵
۴	نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ	۱۶
۵	کفر ملت واحدہ	۱۷
۶	اتحاد و امداد	۱۸
۷	آغاز	۲۱
۸	نظام مصطفےٰ اور مسئلہ اقتصاد و معاش	۲۲
۹	اقتصاد و معاش کا مفہوم	۲۳
۱۰	مقصود بحث	〃
۱۱	نظام مصطفےٰ کی معاشی اساس	〃
۱۲	موجودہ معاشی ناہمواری اسلام کی نظر میں	۲۴
۱۳	بے تحاشہ معاشی خوشحالی	۲۵
۱۴	موجودہ معاشی ناہمواری کا ذمہ دار کون؟	۲۶
۱۵	اسلام کے معاشی نظام کی خوبیوں کا اجمالی خاکہ	۲۹
۱۶	یمن میں ایک بھی مفلس نہ رہا	۲۹
۱۷	اسلام کے معاشی اصول قرآن کی روشنی میں	۳۰
۱۸	معاشی حقوق میں سب برابر ہیں	۳۱
۱۹	فائدہ	۳۲
۲۰	سب کو برابر حقوق معاش فراہم کرنا سربراہ مملکت کی ذمہ داری ہے	۳۳
۲۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد مال کو حاجتمندوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا	〃
۲۲	ضرورت اور سہولت کے مختلف احکام	۳۴
۲۳	مساوات و ہمدردی کے مواقع	۳۶
۲۴	اسلامی نظام معیشت میں کوئی بھی بھوکا نہیں رہ سکتا۔ کیا	〃
	فقر و فاقہ خدا کی تقدیر سے ہے	۳۷
۲۵	عالم تکوین و عالم تشریع	〃
۲۶	فلسفۂ تفاوت درجات رزق	
۲۷	اپنا اپنا فرض	〃
۲۸	تنگدستی اور اسلام	۴۱
۲۹	زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی ممانعت	۴۲

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۰	ضرورت سے زائد مال کا رکھنا	۴۳	۴۸	اولاد میں بحکم مساوات	۶۳
۳۱	احتکار کی ممانعت کا فلسفہ	۴۴	۴۹	ترجیحی سلوک کی ضرورت	۶۴
۳۲	احتکار کی تعریف	″	۵۰	ہر فرد کو ضروریات زندگی مفت حاصل ہوں	۶۵
۳۳	اسلام میں جانوروں کے چارہ کا احتکار بھی ممنوع ہے	۴۵	۵۱	اجتماعی حقوق کس ترتیب سے ادا ہوں	۶۶
۳۴	احتکار کے جواز کی ایک صورت	۴۶	۵۲	حقوق	۶۸
۳۵	بوقت ضرورت ذخیرہ اندوز تاجروں کے ذخیروں کو زبردستی تقسیم کیا جائے	″	۵۳	لفظ حق سے تعبیر کا فائدہ	۶۹
			۵۴	ضرورت مندوں کی دو قسمیں ایک عجیب واقعہ	۷۰
۳۶	انفرادی حیثیت	۴۸	۵۵	حضرت عمرؓ کا رعایا کی خوشحالی کے لئے فکرمند ہونا	۷۲
۳۷	[illegible] جانا جائز نہیں	۵۰			
۳۸	[illegible]	″	۵۶	رعیت کیلئے نقصان کا معاوضہ	۷۴
۳۹	[illegible]	۵۲	۵۷	سربراہ مملکت کو خستگی کی فکر	۷۵
۴۰	[illegible] کی ممانعت		۵۸	[illegible]	″
۴۱	اقارب کی کفالت	۵۰	۵۹	[illegible]	۷۶
۴۲	نان و نفقہ [illegible]	″	۶۰	[illegible]	۷۷
۴۳	وجوب نفقہ [illegible]	۵۴	۶۱	[illegible]	۷۸
۴۴	تلاش رزق [illegible]	۶۱	۶۲	ضروریات [illegible]	۹۱
۴۵	عیاشی کی ممانعت	″	۶۳	پورا کرنا مسجد [illegible]	
۴۶	اخراجات میں میانہ روی کا حکم	۶۲	۶۴	[illegible]	۸۲
۴۷	[illegible]		۶۵	[illegible]	″

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۶	نگرانی کا حق	۸۲
۶۷	مصارف زکوٰۃ کی تفصیل	۸۵
۶۸	فی سبیل اللہ کی تفصیلی بحث	۸۶
۶۹	ائمہ اربعہ کا متفق علیہ موقف	۹۴
۷۰	بعض ائمہ کا مذہب	۹۷
۷۱	تحدید نصاب	۱۰۲
۷۲	فقیر و مسکین میں فرق - مولفۃ القلوب	۱۰۷
۷۳	مقامی مستحقین کو ترجیح	۱۱۰
۷۴	ہاشمیوں کیلئے زکوٰۃ امام طحاوی کی رائے	۱۱۲
۷۵	حیلہ یا تدبیر	۱۱۳
۷۶	کس کس چیز سے عشر دیا جائے	۱۱۵
۷۷	عشر کا نصاب	″
۷۸	عشر زمین کا کرایہ ہے	۱۱۶
۷۹	عشری زمین۔ ہندو پاک کی زمینوں کا حکم	۱۱۷
۸۰	عرب کی زمین عشری ہے	۱۱۸
۸۱	عشر و نصف عشر کی صورتیں	″
۸۲	عشر زمیندار پر یا مزارع پر؟	″
۸۳	عشر و خراج کا مصرف	۱۱۹
۸۴	زمین کے عشری ہونے کی صورتیں	″

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۵	کن صورتوں میں زمین سے خراج لینے کا حکم	۱۲۰
۸۶	عشری اور خراجی پانی	
۸۷	خراج کی قسمیں - جزیہ	
۸۸	اسلام کے معاشی نظام میں غیر مذہب سے حسن سلوک	۱۲۲
۸۹	سقوط جزیہ	″
۹۰	جزیہ کی مقدار - ایک یہودی کا عجیب واقعہ	۱۲۳
۹۱	غیر مسلم نادہندوں کے ساتھ سلوک	۱۲۴
۹۲	قحط سالی میں قطع ید کی ممانعت	۱۲۷
۹۳	حضرت علیؓ کی ایک تحصیلدار کو ہدایت	۱۲۹
۹۴	جزیہ کے مسائل - وقف	۱۲۹
۹۵	کرہ الارض	۱۳۰
۹۶	عشور (کسٹم ڈیوٹی)	۱۳۱
۹۷	فائدہ	۱۳۲
۹۸	عشور کی شرعی حیثیت ضرائب (ہنگامی ٹیکس)	۱۳۳
۹۹	نظام مصطفیٰ میں موجودہ بے ہنگم ٹیکسوں کی گنجائش نہیں	۱۳۵
۱۰۰	اسلام جان و مال کا تحفظ دیتا ہے	۱۳۷
۱۰۱	خمس - خمس غنیمت - صدقات	۱۳۸

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۲	اموال فاضلہ ۔ کانیں ۔ دفینے سواری ٹیکس، ذرائع مواصلات برفیات، سیاحت و زیارت، تجارت صنعت ۔ کورٹ فیس	۱۳۹
۱۰۳	گزارہ الاؤنس اور تنخواہیں فوج کی تنخواہیں	۱۴۱
۱۰۴	شیر خوار بچہ کا وظیفہ بچوں سے ہمدردی	۱۴۲
۱۰۵	عمر کے ساتھ بچے کے وظیفہ میں اضافہ	۱۴۳
۱۰۶	خلیفۂ وقت کو جب کسی بچہ کی ولادت کا علم ہوتا تو وہ درخواست طلب کئے بغیر بچہ کا وظیفہ جاری کر دیتا ۔	۱۴۴
۱۰۷	میت کا ترکہ وارثوں کیلئے اور اس کے عیال کا خرچ اور واجب الادا قرض حکومت کے ذمہ	۱۴۵
۱۰۸	علماء، اساتذہ، ائمہ اور مؤذنوں اور طلبا کے وظائف	۱۴۶
۱۰۹	فقراء و مساکین اور بے روزگاروں کے لئے وظائف	۱۴۷
۱۱۰	حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا حضرت عمرؓ کو مشورہ دینا ۔ قرآن مجید کی تعلیم و تعلم پر وظیفہ	۱۴۸
۱۱۱	تعلیم قرآن پر تنخواہ	۱۴۹
۱۱۲	تعلیم حدیث کا معاوضہ علماء کی کفالت	۱۵۰
۱۱۳	رشوت کی ممانعت، ہدیہ کے احکام	۱۵۲
۱۱۴	رشوت کی تعریف	۱۵۳
۱۱۵	مجبوری میں رشوت کا مسئلہ	۱۵۴
۱۱۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	۱۵۵
۱۱۷	سب مال غنیمت مسلمانوں میں بانٹ دیا	۱۵۶
۱۱۸	فاروقؓ کا ایک قریبی رشتہ دار سے برتاؤ	۱۵۷
۱۱۹	حضرت عمرؓ کا ایک مسن ضعیف عورت کی مدد کرنا	۱۵۸
۱۲۰	فرات کے کنارے پر اگر کوئی اونٹ مر جائے تو عمرؓ اس کا بھی جوابدہ ہے	۱۶۱
۱۲۱	اسلامی ریاست کا نصب العین	۱۶۲
۱۲۲	حضرت عمرؓ کا رونا	۱۶۳
۱۲۳	سونے کے ڈھیر بلا تاخیر تقسیم کر دیئے	۱۶۴
۱۲۴	حضرت علیؓ کا بیت المال میں جھاڑو دینا	۱۶۵
۱۲۵	بیت المال کی فاضل دولت کی تقسیم	״
۱۲۶	بیت المال کی فاضل دولت کے مصارف	۱۶۶
۱۲۷	کم دینے والے کو بد دعا	۱۶۷
۱۲۸	اراضی و زراعت ۔ اراضی کی قسمیں	۱۶۹

https://ataunnabi.blogspot.com/
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۹	نمک اور تیل کی کانیں	۱۷۰
۱۳۰	ارضی موات کا مسئلہ	۱۷۴
۱۳۱	جو زمین آباد کرے وہی اس کا مالک	"
۱۳۲	زمین کا آباد کرنا ضروری خود کرے یا کرائے	۱۷۵
۱۳۳	ذاتی ملکیت کا مسئلہ	"
۱۳۴	جائز طریقے سے تجارت و سرمایہ کاری کی اجازت	۱۷۶
۱۳۵	غریبوں کا ہمدرد اسلام ہے	۱۷۷
۱۳۶	کسی کی جائز کمائی پر ناجائز قبضہ	۱۷۸
۱۳۷	قومی ملکیت کی اصطلاح	۱۷۹
۱۳۸	تحدید ملکیت	۱۸۱
۱۳۹	نظام وراثت ۔ محمد تقی امینی کی غلط فہمی	۱۸۲
۱۴۰	اراضی مفتوحہ	"
۱۴۱	امام نووی کا سلطان مصر کو لوگوں کی زمینوں کو سرکاری تحویل میں لینے سے منع کرنا	۱۸۶
۱۴۲	تقی امینی کی ایک اور خیانت	"
۱۴۳	زمین کو مزارعت و بٹائی پر دینے کا مسئلہ مزارعت میں صاحبین کے قول پر فتویٰ	۱۸۹
۱۴۴	مسئلہ مزارعت	۱۹۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴۵	مزارعت کی شرطیں	۲۰۱
۱۴۶	افادات و مسائل	۲۰۲
۱۴۷	اسلام کے نظام معیشت میں زراعت کی اہمیت	۲۰۳
۱۴۸	کاشتکاری پیشہ حضرت آدم علیہ السلام	۲۰۴
۱۴۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہل چلائے	۲۰۵
۱۵۰	کھیتی کے تین اصول	۲۰۶
۱۵۱	حدیث مذکور کا پس منظر	۲۰۸
۱۵۲	آنحضرت کا غیب کی خبر دینا کہ کسانوں پر ظلم ہوں گے	۲۱۱
۱۵۳	کسانوں پر سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے بہیمانہ مظالم	۲۱۲
۱۵۴	اشتراکی اور سوشلسٹ ملکوں میں مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ ناروا سلوک	۲۱۴
۱۵۵	محنت کشوں کے متعلق اسلام کی روح پرور ہدایات	۲۱۵
۱۵۶	محنت کش کی مزدوری جلدی ادا کرو	۲۱۸
۱۵۷	مزدوروں کا منافع میں حصہ	۲۱۹
۱۵۸	زمیندار اور کسان کا مسئلہ	۲۲۱
۱۵۹	کاشتکار اور زمیندار [illegible]	۲۲۲
۱۶۰	دونوں برابر کے کاروباری ہیں	"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶۱	مزارعت میں وارد متعارض حدیثوں میں تطبیق	۲۲۴
۱۶۲	آب پاشی	۲۲۵
۱۶۳	مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں	۲۲۶
۱۶۴	فالتو پانی بیچنے والا روز قیامت خدا کے فضل سے محروم ہوگا۔	۲۲۸
۱۶۵	آبیانہ	۲۲۹
۱۶۶	مسئلہ صنعت و حرفت	۲۳۰
۱۶۷	صنعت و حرفت کی دو قسمیں	۲۳۳
۱۶۸	اقوام عالم سے مقابلہ کا حکم	۲۳۴
۱۶۹	صنعتی ترقی آنحضرت ﷺ کے زمانے میں	۲۳۷
۱۷۰	سود کا خاتمہ	۲۳۹
۱۷۱	سود برابر برابر	۲۴۱
۱۷۲	نفع کی شرط سے قرض حرام ہے	۲۴۲
۱۷۳	قرض واپس دیتے ہوئے کچھ زیادہ دیدینا	,,
۱۷۴	قرض بلا سود کا ثواب	۲۴۳
۱۷۵	مجبوری کی صورت میں سود غیر ملکی قرضوں کا حکم	,,
	فلسفہ حرمت سود	
۱۷۶	مسئلہ سود میں ایک بنیادی قاعدہ	۲۴۶
۱۷۷	ہم جنس کا مطلب	۲۴۷
۱۷۸	سود سے بچنے کی تدابیر	۲۴۹
۱۷۹	نیت کے بدل جانے سے عقد کا حکم بدل جاتا ہے	۲۴۹
۱۸۰	سود سے بچنے کی تدابیر	۲۵۱
۱۸۱	بینک	۲۵۴
۱۸۲	کوآپریٹو سوسائٹیاں	۲۵۵
۱۸۳	نظام مصطفیٰ کا اقتصادی نقشہ	,,
۱۸۴	امداد باہمی کے اجتماعی ادارے	۲۵۶
۱۸۵	بلاسود بینکاری	۲۵۷
۱۸۶	غیر ملکوں سے لین دین	۲۵۸
۱۸۷	بینکوں میں بنیادی تبدیلیاں	,,
۱۸۸	شرکت و مضاربت	۲۵۹
۱۸۹	بینکوں کی حیثیت	۲۶۰
۱۹۰	حضرت ابو موسیٰ اشعری (بصرہ کے گورنر) کا دو تاجروں کو بیت المال سے قرض دینا	۲۶۱
۱۹۱	حضرت عمرؓ کا حضرت ہند زوجہ حضرت ابوسفیان کو ضمانت پر قرض دینا	۲۶۲
۱۹۲	حضرت عثمانؓ کا مضاربت پر مال دینا	۲۶۳
۱۹۳	عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے کیلئے حکومت اور تاجروں کو ہدایات	۲۶۵
۱۹۴	مروجہ محصول چونگی	۲۶۶

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	قیمتوں پر کنٹرول	۲۶۶
۱۹۶	گراں فروشی کا سدباب	۲۶۸
۱۹۷	افراطِ زر	۲۷۰
۱۹۸	بیعانہ کا مسئلہ	۲۷۱
۱۹۹	معدوم کی بیع	۲۷۲
۲۰۰	جس پر قبضہ نہ کیا اس کا نفع بھی ممنوع	۲۷۳
۲۰۱	بولی کا حکم	۲۷۴
۲۰۲	مہنگائی کے بنیادی اسباب	۲۷۵
۲۰۳	مہنگائی کے خاتمے کے طریقے	۲۷۶
۲۰۴	بیع باطل اور بیع فاسد	
۲۰۵	بیع مکروہ ـ بیع سَلَم	۲۷۷
۲۰۶	عیاشی و رسومات کی روک تھام	۲۷۸
۲۰۷	عیاشی کے نتیجہ سے دو گروہ	۲۷۹
۲۰۸	عیاشی کی روک تھام کا فقہی قانون	۲۸۱
۲۰۹	حکومت کے اعلیٰ افسران کیلئے ہدایات فاروق اعظم رضی	۲۸۲
۲۱۰	گاندھی کی اپنے مشیروں اور وزیروں کو نصیحت	۲۸۳
۲۱۱	معاشی حالات کو بہتر بنانے کے تین قیمتی اصول	۲۸۴
۲۱۲	عزت اسلام سے ہی ہے	۲۸۵
۲۱۳	حکومت کے اعلیٰ کی چار شرطیں	۲۸۶
۲۱۴	دورِ حاضر کے کچھ اہم سوالات اور اُن کے جوابات	۲۸۸
۲۱۵	نقد اور اُدھار کی قیمتوں میں فرق	۲۸۹
۲۱۶	قرض میں کٹوتی اور ہنڈی	۲۹۰
۲۱۷	قوت خرید میں کمی بیشی اور حکومت کا فرض	۲۹۲
۲۱۸	قرض اور شرح مبادلہ میں تبدیلی	۲۹۳
۲۱۹	قرضوں کی جدید نوعیت	۲۹۴
۲۲۰	قرضہ میں شرط	۲۹۵
۲۲۱	مسئلہ انشورنس (بیمہ)	۲۹۶
۲۲۲	انعامی بانڈ	۲۹۸
۲۲۳	نوٹ	۲۹۹
۲۲۴	فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینہ میں	۳۰۲
۲۲۵	اتمام حجت	۳۲۰

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اظہارِ خیال

استاذ الارشاد، رئیس الخطابۃ، حضرت علامہ مولانا سید **عبدالقادر شاہ** صاحب گیلانی ایم اے، ایل ایل بی و فاضل مکہ یونیورسٹی، راولپنڈی۔

باسمہٖ تعالیٰ

ناچیز نے کتاب کے جستہ جستہ عنوانات اور زیرِ بحث مسائل کا مطالعہ کیا۔ قلتِ وقت کے پیشِ نظر بالاستیعاب دیکھنے کی سعادت تو حاصل نہ ہو سکی، تاہم جس جس مسئلہ پر غور کیا، اس میں حضرت مصنف کو تحقیق کا دریائے موجزن پایا۔ حضرت مفتی صاحب قدیم و جدید علوم سے بہ تمام و کمال خبر رکھتے ہیں۔ آپ جہاں دینی علوم میں ایک استاذ الحدیث و استاذ الادب العربی اور ایک مفتیٔ اسلام کا مقام رکھتے ہیں، وہاں معاشی و اقتصادی علوم میں ایک بلند پایہ مفکرؔ اور چوٹی کے محققؔ کا درجہ بھی رکھتے ہیں، زیرِ مطالعہ کتاب کی بے بہا تحقیقات اس حقیقت کی دلیل وافی ہیں۔ معاشیات جیسے خشک مضمون کو حضرت مصنفؔ نے اپنے طرزِ نگارش اور حسنِ ادا سے بڑا رنگین و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حسین اور دلچسپ اور دلربا بنا دیا ہے۔ دورِ حاضر میں جس قدر کتبِ اسلامی معاشیات کے موضوع پر لکھی گئی ہیں، انہیں سے اس کتاب کا امتیاز اس کی حسین زبان، فقہی تحقیق اور شرعی مؤقف و شرعی اصولوں کے میزان پر دورِ حاضر کی معاشیات کو پرکھنا ہے۔

اللہ کریم حضرت مصنف کو توفیقِ رفیق فرمائے کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح کی دینی خدمات اور اپنی بلند پایہ تحقیقات سے متلاشیانِ علم و آگہی کو فیض یاب فرماتے رہیں۔ آمین۔

فقط

عاجز سید عبد القادر علاقی ایم اے ایل ایل بی فاضل مکہ یونیورسٹی خطیب (راولپنڈی چھاؤنی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تقدیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزانِ گرامی! کیا یہ حقیقت بھی محلِ شک ہو سکتی ہے کہ آپ کے دکھوں کا علاج کارل مارکس اور لینن کے نظریات نہیں، کتابِ الٰہی اور سنتِ سید المرسلین ہے آپ کے زخموں کا مرہم ماسکو پیکنگ اور واشنگٹن میں نہیں۔ گنبدِ خضرا کے سایۂ رحمت میں ہے

آپ کی غربت وافلاس اور رفاقہ کی دوا دشمنانِ اسلام کے ساختہ کیپٹیل ازم، سوشل ازم اور کمیونزم نہیں، خالقِ حقیقی کا دیا ہوا نظام "نظامِ مصطفےٰ" صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اور کیا یہ حقیقت مسلمہ نہیں کہ یہ نظام ہمہ گیر بھی ہے اور فطری بھی جو ہر دور میں ہر انسان کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے دل کی کہیے کہ جب یہ حقیقت شک و شبہ سے بالا اور مسلّمہ ہے، تو مغرب کی تہذیب اور دشمنانِ اسلام کے بین الاقوامی وسیع پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات سے ہمارے دور ہونے کا کوئی جواز باقی رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر ہم میں عقل و شعور کے نام کی کوئی چیز موجود ہے، تو ہمیں اس حقیقت کا اعتراف و یقین کرنا پڑے گا کہ جو ہم اقوامِ عالم میں اپنا مقامِ جہانبانی و جہانگیری کھو کر مسلسل آلام و مصائب سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں، اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگرانی کر کے یورپ کے باطل اور بیہودہ نظریۂ حیات کے تابع ہو چکے ہیں ۔

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو!!
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں

نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ

آیئے! نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیجیے کہ آپکو از خود محسوس ہوتا چلا جائے گا کہ نظامِ مصطفےٰ کا شفقت بھرا ہاتھ آپ کی مشکلات و مصائب کی نبض کی رفتار پر پوری طرح حاوی ہے ۔

جب نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عادلانہ طرزِ عمل اور مساواتِ محمدی کا منصفانہ طور و طریقہ جاری و نافذ ہوگا، تو ہمارا چمنِ حیات جو مطلق العنان آمروں کی ذاتی اغراض اور ہوس پرستی سے پژمردہ ہو چکا ہے کھِل اٹھے گا اور پُربہار ہو جائے گا ۔

ظلم و ستم اور افلاس و فاقہ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بلبلا اُٹھنے والو!

نظامِ مصطفےٰ کے دامنِ رحمت کو مضبوطی سے تھامو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ پر عمل کرتے ہوئے اس کی پناہ میں آجاؤ، جہاں آپ روشنی ہی روشنی دیکھیں گے ۔

انصاف کی روشنی، تحفظِ حقوقِ انسانی کی روشنی، امن و اخوت، باہمی انس و اُلفت اور محمود و ایاز کو ایک صف میں لا کر کھڑا کرنے والی مساواتِ حقیقی کی روشنی ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

برادرانِ محترم! حالاتِ حاضرہ کا مطالعہ تو کرو، آنکھیں کھول کر تو دیکھو زدس میں انسانیت دم توڑ رہی ہے۔ محنت کشوں، کسانوں اور کاشت کاروں سے کولہو کے بیل کی طرح سلوک کیا جا رہا ہے۔ تنقید و احتجاج کی زبان پر مُہرِ سکوت لگا دی گئی ہے۔ وہاں کے باسیوں کا حال تو معلوم کرو کہ ڈکٹیٹروں کی ڈکٹیٹر شپ نے انہیں دل کی بات کہنے کے فطری حق سے محروم کر دیا ہے۔ وہ انسان نما جانور بنا دیئے گئے ہیں۔

خدارا! آیئے اپنے خالقِ حقیقی کو پہچانیں۔ اس کے دیئے ہوئے ضابطۂ حیات یعنی نظامِ مصطفےٰ کو اپنا کر ظاہری و معنوی جہانگیری کا لطف اُٹھائیں اور یقین جانیں کہ اس نظام کو اپنائے بغیر ہماری معاشی اور معاشرتی زندگی کبھی نہیں سدھر سکتی۔ البتہ اس کے برعکس بے دینوں کا پنجۂ استبداد اپنی ظالم گرفت میں لے کر ہمیں در در کا محتاج کر کے رکھ دے گا ؎

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

کفر ملّتِ واحدٌ، ایک حقیقتِ مسلّمہ

آج بمطابق الکفر ملّۃ واحدۃ غیر مسلم اقوام باہمی گٹھ جوڑ کر کے بڑے منظم طریقے سے اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ یہ طاغوتی طاقتیں نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے اور اسے مٹانے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کر رہی ہیں۔ اہلِ کفر کو نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زبردست خطرہ ہے۔ وہ آپس میں مشورے کرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَلحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار اَلحذر حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما مرد آفریں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں
توڑ ڈالیں جسکی تکبیریں طلسمِ شش جہات ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات
تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے تا بساطِ زندگی میں اسکے سب مہرے ہوں مات

مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے (اقبالؔ)

گذشتہ دنوں سرزمین پاکستان میں غیر مسلم اقوام کے ایجنٹوں کا سوشلزم کا نعرہ لگانا اور نظامِ مصطفےٰ پر کھلی تنقید کرنا اسی سازش کی ایک کڑی تھی اور بلاشبہ روٹی، کپڑے، مکان کی پُرفریب ادبی مکارانہ صدا نظامِ مصطفےٰ کو روکنے کی ایک مکروہ کوشش تھی۔

آج رُوحِ سیّد الشہداء وادی کربلا سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یزید صفت سراپا ظلم وستم اور وطن دشمن اور لادین عناصر کا ساتھ دینے کی بجائے انکا ساتھ دیجیئے جو امام اعظم حضرت ابوحنیفہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی و حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے تن من دھن کی بازی لگا کر میدانِ عمل میں اترے ہوتے ہیں۔ ایسی کٹھن گھڑی میں خانقاہوں اور حجروں میں بیٹھ جانے کی بجائے اسلام اور وطن کی حفاظت کے لئے سراپا سعی عمل بن کر سنتِ شبیری کو زندہ کیجیئے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ دلگیری

اتحاد و امداد

اسلام کے سنہری نظام کی ترویج و تنفیذ کے لئے کوششیں کی جارہی ہیں اس سلسلے میں باہمی اتحاد و اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کوششوں میں شریکِ عمل ہو جائیے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خدا تعالیٰ صدرِ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو اسلام کے نظام کو مکمل اور بلا تاخیر نافذ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم — حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ امت — ترا با شوخیِ رندانہ گفتم

وقتِ فرصت کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اہتمام ابھی باقی ہے

فقط

مفتی غلام سرور قادری، ایم اے اسلامک لاء، ایم اے عربی، ایم اے علومِ اسلامیہ، پرنسپل جامعہ غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ، لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

آغاز

کبھی اے نوجواں مُسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہانگیر و جہاندار و جہان بان و جہان آرا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نظامِ مصطفےٰ اور مسئلہ اقتصاد و معاش

آج جبکہ اقوامِ عالم اقتصاد و معاش کے مسائل کا حل تلاش کرنے کے درپے ہیں بلکہ ان کے حل کے لئے تمام ممکنہ مساعی بروئے کار لائے ہوئے ہیں۔ لیکن ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق اقتصاد و معاش کے مسائل کا بحران روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

اس امر کی ضرورت ہے کہ پیغمبر آخر زمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کی روشنی میں اقتصادیات و معاشیات کے بحران کا حل تلاش کیا جاتے ہمیں یقین ہے کہ زندگی کے باقی مسائل کی طرح اقتصاد و معاش کے مسائل کا حل بھی نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی موجود ہے۔ بشرطیکہ طلب صادق اور جذبۂ عمل شامل حال ہو۔

تجھ سے میری زندگی سوز و تب و درد و داغ
تو ہی میری آرزو، تو ہی میری جستجو

60606

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اقتصاد و معاش کا مفہوم

اقتصاد قصد سے ماخوذ ہے اور قصد کے معنی ارادہ کرنے اور میانہ روی اپنانے کے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اَلْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی یعنی تنگ دستی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے اقتصاد (ECONOMY) اور معاش و معیشت (LIVELIHOOD) اگرچہ دو مختلف لفظ ہیں اور ان کے معنی بھی لغوی طور پر الگ الگ ہیں تاہم علم الاقتصاد (ECONOMICS) کی رو سے دونوں "میانہ روی" اور اچھی گذر بسر کے ساتھ زندگی گذارنے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ہمیں چونکہ اس کی لفظی بحث کی بجائے اس کی عملی صورت پیش کرنا ہے اور ساتھ ہی اس کے نفاذ میں جو برکتیں مضمر ہیں ہمیں ان کی نشاندہی کرنا اس لئے اس کے مقصودِ بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

مقصودِ بحث

یہ ہے کہ نظامِ مصطفیٰ جسے دوسرے لفظوں میں اسلامی نظام بھی کہا جاتا ہے وہ بے مثال نظام ہے جو بلاشبہ خوشحالی اور خوش عیشی کی مکمل ضمانت (SURETY) دیتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نظامِ مصطفیٰ کے سوا کوئی نظام ایسا نہیں جس کے ماننے والے اپنی دولت ہاتھوں پر لئے پھرتے ہوں لیکن پوری ریاست میں کوئی لینے والا ہی نہ ملا ہو

نظامِ مصطفیٰ کی معاشی اساس

نظامِ مصطفیٰ کی معاشی اساس یہ ہے کہ ہر فرد کو جملہ معاشی ضرورتیں میسر ہوں اور کوئی فرد کسی بھی معاشی ضرورت سے محروم نہ رہے۔

اس لئے یہ نظام ایسے اسبابِ علل کا قلع قمع کرتا ہے جو معاشرہ کے افراد کے باہمی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ظلم و استبداد اور لوٹ کھسوٹ کا موجب بنیں یا جن کے ذریعے کوئی فرد یا جماعت دولت کے ذرائع و وسائل پر قابو پا کر اسے اپنے ہاتھوں میں سمیٹ سکنے کے قابل ہو جس کے نتیجے میں لوگوں کے اندر معاشی توازن قائم نہ رہ سکے۔

موجودہ معاشی ناہمواری اسلام کی نظر میں

انسانوں کے درمیان اس قدر معاشی ناہمواری جو آج موجود ہے اسلام کی نظر میں لائق برداشت نہیں۔ البتہ لوگوں میں اس حد تک معاشی فرق ایک فطری بات ہے کہ کسی طرح بھی اجتماعی زندگی انفرادیت کی تیغ سے گھائل نہ ہونے پائے اور عوام کی فلاح و بہبود کسی صورت میں بھی چند افراد یا ایک خاص طبقے کی اغراض کے تابع ہو کر نہ رہ جائے

رزق کی وسعت و تنگی بلاشبہ خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ مالی اور معاشی اعتبار سے اس قدر تفاوت کہ کوئی محرومِ معیشت نہ ہو، مگر کوئی اعلیٰ اور کوئی ادنیٰ ہو یہ از کرشمۂ قدرت ہے ؎

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا یہ اس کی حکمت ہے

اس سلسلے میں ارشاداتِ الٰہیہ ملاحظہ ہوں۔

اللہ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط

اور اللہ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔

وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ (رعد)

اور اللہ نے تمہیں رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مندرجہ بالا ارشاداتِ الٰہیہ سے اس بات پر پوری طرح روشنی پڑتی ہے کہ مال و دولت میں معمولی تفاوت ایک فطری اور قدرتی بات ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی تکوینی مصلحتوں پر مبنی ہے۔

بے تحاشا معاشی خوشحالی

سب کیلئے بے تحاشا معاشی خوشحالی خدا تعالیٰ کی مصلحت تکوینیہ کیخلاف ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (شوریٰ)

اور اللہ اگر اپنے بندوں کے لئے رزق فراخ کر دیتا تو وہ روئے زمین پر سرکشی کرنے لگتے، لیکن وہ جتنا چاہتا ہے مناسب اندازہ سے اتارتا ہے، وہ اپنے بندوں سے باخبر اور انہیں دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں، صلاحیتوں اور استعدادوں کو جانتا ہے، ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھتا ہے اور ہر بندے کو اس کے ظرف و ضرورت اور مصلحت کی مناسبت سے رزق دیتا ہے اور اگر سب کو بے تحاشہ خوشحال کر دے تو وہ کفر و نافرمانی میں مبتلا ہو جائیں اور ان میں ایسا تصادم ہو کہ کسی کے کسی ست دبنے کی کوئی امید باقی نہ رہے۔

یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے! گل میں مہک نہ ہوتی اگر خار نہ ہوتے

غرضیکہ بندوں کے درمیان علم و استعمال کے بغیر رزق و معاش کا معمولی تفاوت عین حکمتِ ازدی پر مبنی ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی یہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تک کہ اشتراکی و کمیونسٹ بھی اسی فطری تفاوت کو مٹانے میں ناکام ہو چکے ہیں لیکن ان کا نعرۂ مساوات محض فریب اور حصولِ اقتدار کے لئے ہوتا ہے تاکہ بے چارے بے شعور لوگ ان کے دامِ فریب میں آکر ہمیشہ کے لیے ان کی غلامی میں آ جائیں اور یہ حقیقت ہر اس شخص پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے جسے خدا تعالیٰ نے ضیاءِ شعور بخشی ہے ؎

خداوند ہم کو ضیائے شعور دے
چشمِ خرد کو اپنی تجلّی سے نور دے

موجودہ معاشی ناہمواری کا ذمّہ دار کون

(ا) ملکی نظامِ حکومت جو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ہاتھ رہا ہے جس کے نتیجے میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا گیا۔

(ب) عدم مساوات یعنی موجودہ معاشی ناہمواری کا ذمّہ دار غیر اسلامی معاشرہ ہے یہ ناہمواری رسوائے زمانہ سرمایہ داری نظام کا شاخسانہ ہے جو اس وقت برطانیہ فرانس اور امریکہ وغیرہ میں رائج ہے۔ اس آمرانہ نظام کے کُل پُرزوں نے معاشی نظام اور باقی ساری آبادی کو معاشی بدحالی کے عمیق گڑھے میں پھینک دیا ہے۔ اس طرح سے اسّی فیصد آبادی کا ہر فرد افلاس و غربت کے جال میں پھنسا ہوا ہے ؎

قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں
غربت کے غمکدے کو وطن جانتا ہوں میں

ایک طرف تو بڑے زمیندار اور جاگیردار ہیں جن کے پاس اتنی اراضی ہے کہ ان سے سنبھالی نہیں جاتی۔ ان کے کتّے دودھ پیتے اور مرغ و بٹیر تک کے گوشت سے پلتے ہیں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسری طرف ایسے مزارعین، کسان اور کاشت کار ہیں ان کے بچوں کو دودھ اور گوشت تو کجا ٹھنڈا پانی اور تازہ روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی اسی طرح ایک طرف تو بڑے بڑے کارخانہ دار صنعت کار اور سیٹھ صاحبان ہیں جن کی ماہانہ آمدنی لاکھوں روپوں سے متجاوز رہے اور دوسری طرف وہ بدقسمت مزدور کم آمدنی والے لوگ ہیں جنہیں ضروریات زندگی تک میسر نہیں اور وہ معاشی الجھن کے بھنور میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ خوشحالی کی منزل کا کوئی نشان نہیں دیکھ پاتے

منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں
اے شمع ! میں اسیرِ فریب نگاہ ہوں

ایک طرف تو ایسے افسران حکام عالی مقام ہیں جو ماہانہ تنخواہوں، الاؤنسوں اور رہائش گاہوں کی صورت میں قومی خزانے سے ہزاروں روپے پا رہے ہیں اور دوسری طرف وہ ادنیٰ ملازمین ہیں جن کی ماہانہ تنخواہیں ان کی روزمرہ کی ضروریات تک کے لئے ناکافی ہیں۔!

مزید برآں سیاسی رشوتوں، رٹ پرمٹوں، امپورٹ لائسنسوں، اراضی کے عطیات یعنی جاگیر بخشیوں، صنعتی اجارہ داریوں اور مصنوعی تحفظات نے سرمایہ داروں کی سرمایہ داری اور دولت مندوں کی دولت میں مزید اضافہ کیا ہے اور دوسری طرف ناجائز گرانیوں اور رشوت ستانیوں نے ملک بھر کے عوام کی کمر ہمت توڑ کر ان کی آرزوؤں کا خون کر کے رکھ دیا ہے

آرزوں کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستان
انسان سراپا اضطراب و انتشار پریشاں

سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف سوشلسٹوں کی حکومت نے بھی ملک و عوام کو جس طرح مصیبت سے دوچار کیا، اس سے ملک کے غریب عوام ایک اور خطرناک معاشی بحران میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جنس کر رہ گئے، بلکہ ان کی زندگی جانوروں کی سی ہو کر رہ گئی ؎

بھٹکنے والے مسافر عجب یہ بستی ہے
جو اوج ایک کا ہے، دوسرے کی پستی ہے

آخر عوام کو اس بات کا شدّت سے احساس ہو گیا ہے کہ یہ معاشی ناہمواری یعنی یہ فرعون سامانی اور فاقہ کشی، خدا تعالیٰ کی مرضی و پسند پر ہرگز مبنی نہیں ہے، بلکہ یہ غیر اسلامی معاشرہ کا نتیجہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا۔
بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَ	لوگوں کے اپنے کرتوت سے، ان کو اپنے
بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ	کرتوت کا مزا چکھنا چاہیئے تاکہ وہ حق
يَرْجِعُونَ ٥ (روم ۴۱)	کی طرف لوٹیں۔

غرضیکہ اسلام کے معاشی نظام میں زمیندار اور مزارع اور صنعت کار مزدور کی طبقاتی جنگ کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اسلام کے معاشی نظام میں اس غیر فطری اونچ نیچ کا کوئی تصوّر ہے کہ ایک طبقہ بے پناہ سرمایہ و دولت کا مالک ہو جاتے اور دوسرا ملک کی آبادی کا اسّی فیصد طبقہ، فقر و فاقہ کا شکار ہو کر ذلّت و رسوائی کی زندگی گذارنے پر مجبور رہو، بلکہ اسلام کا معاشی نظام لوگوں کو معاش کے سلسلے میں مساوی حقوق دے کر انہیں طبقاتیت کی کش مکش سے بالاتر کر کے ان میں اخوّت و محبّت کی فضا پیدا کرتا ہے نتیجۃً وہ صرف خوشحالی ہی نہیں، بلکہ نفسی نفسی اور ہوس پرستی سے بھی پاک ہو کر آپس میں بھائی بھائی ہو جاتے ہیں ؎

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

اسلام کے معاشی نظام کی خوبیوں کا ایک اجمالی خاکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

فَوَاللّٰهِ لَيُوْشِكَنَّ الْمَالُ اَنْ يَّفِيْضَ فِيْهِمْ حَتّٰى لَا يُوْجَدَ مَنْ يَّاْخُذُهٗ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص۲۶)

کہ قسم بخدا ایک وقت آ جائیگا کہ میرے ماننے والوں میں مال اس قدر پانی کی طرح کثرت کے ساتھ بہیگا کہ اسے لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔

کے مطابق خلافتِ راشدہ کے ادوار سراپا انوار میں عام خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ مسلم و کافر مومن، مشرک، مرد و عورت چھوٹے اور بڑے کو امتیاز کیے بغیر امن وسکون کی ایسی زندگی میسّر تھی کہ لوگ صدقات کے مال کو لیے لیے پھرتے، مگر اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا

یمن میں ایک بھی مفلس نہ رہا

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا وہ جب تک زندہ رہے، حتیٰ کہ خلافتِ صدیقیہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد واپس آئے، تو حضرت عمر نے بھی انہیں واپس سابقہ خدمات پر بھیج دیا، تو ایک مرتبہ حضرت معاذ نے حضرت عمر کے پاس (امرکز کو) یمن کی زکوۃ کا تیسرا حصہ بھیجا۔ حضرت عمر نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمہیں مال جمع کرنے یا زکوۃ و جزیہ وصول کرنے کو نہیں بھیجا تھا، بلکہ اس لئے کہ وہاں کے امیروں سے لے کر امرکز کو بھیجنے کی بجائے وہاں کے ہی ضرورت مندوں میں بانٹو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس پر حضرت معاذ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے ہاں کوئی ایسی چیز نہیں بھیجی جسے وصول کرنے والا یہاں موجود ہو، پھر اگلے سال آدھی زکوٰۃ بھیجی، پھر حضرت عمر اور حضرت معاذ میں حسب سابق گفتگو ہوئی اور تیسرے سال کے بعد یمن کی ساری زکوٰۃ مدینہ آگئی۔ حضرت عمر نے وہی بات کہی، تو حضرت معاذ نے جواب دیا کہ یہاں یمن میں ایک ضرورت مند بھی نہیں ملتا، جو مجھ سے صدقہ و زکوٰۃ لینے والا ہو۔ (کتاب الاموال صد ۲۷۸ ج ۲)

یعنی سب خوش حال تھے، کیونکہ اسلام کا معاشی نظام ایک ایسا فطری اور بہتر نظام ہے جس میں قدیم و جدید اور مذہبی و عقلی نظاموں کے تمام محاسن و خوبیاں بہ تمام و کمال موجود ہیں اور ہر طرح کے نقص و عیب سے بالکل خالی، بلکہ ہر طرح کے معاشی مسموم اثرات کا بے نظیر علاج ہے کہ یہ نظام کسی انسان کے فکر و عمل کی اختراع نہیں جو اس میں باہمی انتقام یا طبقاتی منافرت جیسی کمزوریوں کا عنصر ملحوظ رکھا گیا ہو، بلکہ یہ نظامِ خالقِ کائنات کی حسین و جمیل تخلیق و ترتیب ہے جو ہمہ گیر اور ہر طرح کی موجودہ و متوقع ارتقائیت پر حاوی ہے اور ہوگا جس کے بارے میں دنیا کے اہلِ انصاف فیصلہ دے چکے ہیں کہ اگر معاشی مسائل کا کوئی صحیح حل ہے، تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے جسے دشمنانِ اسلام کی طرف سے رجعت پسندی کے طعنے کے ڈر سے مسلمانوں نے چھوڑا ہوا ہے ۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا، تو نے
وہی چراغ جلیں گے، تو روشنی ہوگی

اسلام کے معاشی اصول، قرآن کی روشنی میں، قرآن کریم نے اپنی روش کے مطابق عبادات، معاملات و سیاسیات اور زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلقہ مسائل کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرح معاشی مسائل کو بھی اصولی اور کلیاتی انداز میں معجزانہ اختصار و جامعیت کے ساتھ بیان کرکے ان کی تفسیر و تشریح لتبیّنہ للنّاس اور الذی یستنبطونہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور فقہاء کرام کے اجتہاد و استنباط کے سپرد کر دیا گیا۔

معاشی حقوق میں سب برابر ہیں

معاشیات سے متعلق قرآنِ کریم نے جن بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی ہے، وہ یہ ہیں:-

۱۔ رزق و معاش حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے، وہ ہر فرد کے رزق و معاش کا ذمّہ دار ہے، البتہ درجاتِ رزق میں تفاوت ایک امرِ مسلّم ہے۔ قرآن کریم کے حسبِ ہدایت کوئی فرد بھی رزق و معاش سے محروم نہ ہو، کیونکہ حقوقِ معاش میں سب کے سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی کسی کے حقِ معاش میں دخل انداز ہونے کا حق نہیں دیا۔ اس سلسلہ میں چند آیاتِ الٰہیہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (ذاریات)	تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا آسمان میں (خدا کے ذمّہ) ہے۔
(۲) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (بقرہ)	اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ بنایا جو زمین میں ہے۔
(۳) وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاهُمْ (انعام)	افلاس اور تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو، ہم ہی تمہیں اور انہیں روزی دیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود)

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ (حجر)

اور تمہارے لئے اور ان کیلئے جنہیں تم روزی نہیں دیتے ہم نے زمین میں معیشت کے سامان بنا رکھے ہیں

(۶) وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ (حٰم سجدہ)

اور اللہ نے زمین میں اہل زمین کی روزیاں چار دن کے اندر مقرر فرمائیں سب حاجت مندوں کے لئے برابر۔

۶ کا ترجمہ اس احتمال کی بناء پر ہے کہ سواءً بمعنی مستویۃً ضمیر سے حال ہوا ور للسائلین اس سے متعلق ہو یا سواءٌ بمعنی مستوٍ مبتدا لئے محذوف کی خبر ہو، چنانچہ رُوح المعانی میں ہے

وَقِيلَ مُتَعَلِّقٌ بِسَوَاءٍ عَلٰى أَنَّهُ حَالٌ مِنَ الضَّمِيرِ وَالْمَعْنَى مُسْتَوِيَةً مُهَيَّاةً لِلْمُحْتَاجِينَ إِلَيْهِ وَنَفْعُهَا مُسْتَوٍ مُهَيَّأٌ لِلْمُحْتَاجِينَ إِلَيْهِ مِنَ الْبَشَرِ (ج ۲۴ صـ ۹)

اور کہا گیا ہے کہ للسائلین کا تعلق سواء کے ساتھ ہے، بنا بریں کہ یہ ضمیر سے حال ہوا ور معنی ہوگا کہ روزیاں، حاجت مندوں کے لئے برابر تیار کی گئی ہیں اور ان کا نفع سب حاجت مند انسانوں کے لئے برابر مہیّا (تیار) کیا گیا ہے۔

فائدہ: واضح ہو کہ یہاں برابر سے مراد نفسِ حقوقِ معاش میں برابری ہے درجات میں نہیں تاکہ تفاضل فی الرزق والی آیات سے تعارض نہ ہو۔

غرضیکہ آیاتِ بالا سطورہ میں تمام لوگوں کے درمیان خواہ مسلمان ہوں یا کافر، حقِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معیشت میں مساوات کا جس قدر صاف اور صریح بیان ہے' وہ کسی عقل مند اور اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب گبرو ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

سب کو برابر حقوقِ معاش فراہم کرنا سربراہ مملکت کی ذمّہ داری ہے

عالمِ تشریع میں خدا تعالیٰ کے اس مقصدِ عظیم کی تکمیل کا ذمّہ دار خلیفۂ وقت اور سربراہِ مملکت ہے' سربراہ مملکت اور خلیفۂ وقت کی قلمرو میں ایک فرد بھی ایسا نہ ہو جو معیشت کے خداداد حقوق سے محروم ہو اور جو سربراہٗ مملکت اس ذمّہ داری کو پورا کرنے اور عامۃ النّاس کو معاشی حقوق فراہم کرنے سے قاصر ہو' وہ نیابتِ الٰہیہ یعنی اقتدار کا اہل نہیں ہے۔ چنانچہ جناب سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فرمان ہے کہ اگر میری حدود سلطنت میں ایک اونٹ بھی بھوک سے مر گیا' تو میں روزِ قیامت خدا کے حضور اپنے آپ کو اس کا جواب دہ سمجھتا ہوں۔

غرضیکہ بندہ و مولا حقوقِ معاش میں برابر کے مستحق ہیں' کسی کو کسی پر تفضّل و تفوق نہیں' یہی قرانِ کریم کے معاشی اصول کا مقتضیٰ و مدّعیٰ ہے ؎

پیشِ قرآں بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسند و دیبا یکے است

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت سے زائد مال کو حاجت مندوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا'

مشکوٰۃ شریف میں مسلم شریف کے حوالہ سے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ ہم سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک شخص اونٹ پر سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اپنے اونٹ کو دائیں بائیں کدا رہا تھا مگر اونٹ تھکاوٹ کی وجہ سے چل نہیں سکتا تھا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری ہو وہ اُسے دیدے جس کے پاس زادِ سفر ضرورت سے زائد ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادِ سفر نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مختلف ضروریات میں کام آنے والے اموال کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ زائد از ضرورت (یعنی فاضل) اموال میں ہم میں سے کسی کا حق نہیں (مشکوٰۃ ج ۲ صہ ۳۳۸ / ۳۳۹)

ضرورت اور سہولت کے مختلف احکام

اسلام میں ضرورت کے احکام اور ہیں اور سہولت کے اور، احکامِ ضرورت میں تو کسی حد تک مساوات و برابری ہے، مگر احکامِ سہولت میں مُواسات یعنی ہمدردی ہے، مثلاً کفر و اسلام میں جنگ چھڑ جائے، اسلام کو ایک ایک مجاہد کی ضرورت درپیش ہو اور ایک مجاہد کے پاس سامانِ جنگ ضرورت سے زیادہ ہو، لیکن دوسرے کے پاس کچھ نہ ہو اور اس دوسرے کا میدانِ جہاد میں شریک ہونا بھی ازحد ضروری ہو، تو اس صورت میں نادار کے لئے اوّل الذکر سے زائد از ضرورت سامان زبردستی لیا جائے گا، کیونکہ یہاں ضرورت ہے، لہٰذا یہاں کسی حد تک مساوات کا اہتمام ہے؛ چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی المبسوط میں فرماتے ہیں:

لَوِ احْتَاجُوْا اِلٰی سِلَاحِ اَهْلِ الْعَدْلِ كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّاخُذُوْهُ لِلْحَاجَةِ وَالضَّرُوْرَةِ وَقَدْ اَخَذَ

اور ضرورت پڑ جائے تو وہ ان سے بہرصورت لے سکتے ہیں (وہ راضی ہو یا نہ ہو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	سے اس کی رضامندی کے بغیر زرہیں
مِنْ صَفْوَانَ دُرُوْعًا فِیْ حَرْبِ ھَوَازِنَ	پکڑلی تھیں اور یہ جنگ بنی ہوازن
وَکَانَ ذَالِکَ بِغَیْرِ رَضَاہُ۔	میں ہوا۔

(ج ۱۰، صـ۱۲۶)

لیکن ضرورت پوری ہونے کے بعد وہ سامانِ جنگ مالک کو واپس کرنا ہوگا اور دوسری صورت میں کہ ایک آدمی بھوک وپیاس سے مر رہا ہے یا ننگا پھر رہا ہے، اس کے پاس جان بچانے اور تن ڈھانپنے کو کچھ نہیں اور بیت المال بھی خالی ہے، تو اغنیاء سے اس قدر مال زبردستی لیا جائے گا جس سے ان فاقہ کشوں کی جان بچ جائے اور تن ڈھپ جائے۔ اسلام کے معاشی نظام میں اس حد تک مساوات کا اہتمام کرنا ضروری ہے، یعنی اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ غریب وفاقہ کش تو فاقہ وتنگی کے باعث جاں بلب ہو رہے ہوں اور غنی لوگ تماشائی بنے رہیں۔

دوسری صورت سہولت کی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص پیدل سفر کرتا ہے اور دوسرے کے پاس سواریاں ہیں، ایسی صورت میں دوسرے کی سہولت کے لئے مساوات وہمدردی کی ترغیبات سے کام لیا جائے گا، اکراہ سے نہیں۔

اور مذکورہ بالا حدیثِ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی صرف مواسات وہمدردی کی تعلیم پر مبنی ہے، چنانچہ امام المحدثین رئیس المحققین مولانا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَفِیْہِ حَثٌّ عَلَی الصَّدَقَۃِ	اور اس احادیث میں رفقاء واہلِ اسلام
وَالْمُوَاسَاۃِ وَالْاِحْسَانِ اِلَی الرُّفْقَۃِ	احباب کے ساتھ ہمدردی اور احسان کرنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَاُولَادَ صُحْبَاب الخ کی ترغیب ہے۔

غرضیکہ ہمدردی و احسان کی ترغیب پر مبنی بہت سی آیات و احادیث ہیں جنہیں اشتراکی لوگ نافہمی سے مواسات کی بجائے غیر فطری مساوات پر محمول کرتے ہیں۔

مساوات اور ہمدردی کے مواقع

مساوات اور ہمدردی کے مواقع الگ الگ ہیں حقوقِ واجبہ و ضروریہ میں مساوات ضروری ہے مثلاً کسی کی دو بیویاں ہیں، تو اس پر فرض ہے کہ انہیں مساوات و برابری سے رکھے، لیکن باہمی ہمدردی و صلہ رحمی اور سلوک و احسان میں مساوات و برابری ضروری نہیں۔ مثلاً ایک شخص خیرات و صدقہ میں ایک درویش و فقیر کو دس روپے دیتا ہے اور دوسرے کو بیس روپے، اس میں حرج نہیں، ایسا کرنے سے وہ گنہ گار نہ ہوگا۔ مگر حقوق واجبہ کی صورت میں برابری نہ کرنے سے گنہ گار ہوگا

یہ فرق ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ لیکن اشتراکی اس حقیقت سے اغماض کرکے خود بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسرے ناواقف لوگوں کو بھی فریب دیتے ہیں ؎

از فریبِ عصرِ نو ہشیار باش
رہ فتد راہرو ہشیار باش

اسلامی نظامِ معیشت میں کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا

سوہاروی صاحب نے علامہ ابن حزم ظاہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اسلام کے بیت المال میں اس قدر گنجائش نہ ہو کہ محتاجوں کی کفالت ہو سکے، تو خلیفۂ وقت یعنی سربراہ مملکت اربابِ دولت کو اس بات پر مجبور کرسکتا ہے کہ وہ ان محتاجوں کے لیئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنے فاضل مال سے اس قدر دے دیں جس سے انہیں ضرورت کے مطابق کھانا، گرمی و سردی کا الگ الگ لباس اور رہنے کے لیے بارش و دھوپ اور سیلاب ایسے حوادث سے محفوظ مکان فراہم کیا جاسکے۔

الٹ جائیں گی تدبیریں، بدل جائیں گی تقدیریں
حقیقت ہے، نہیں میرے تخیّل کی یہ خلاقی

کیا فقر و فاقہ خدا کی تقدیر سے ہے؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فقر و فاقہ اور افلاس خدا کی تقدیر امرضی اسے ہے اگر وہ چاہتا تو ان کو بھی دولت عطا کرتا، تو جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں بھی محتاج و فقیر رکھا ہے۔ اسلام کا نظام معیشت انہیں کیونکر فارغ البال کرسکتا ہے۔ اور یہ تقدیر الٰہی پر موقوف ہے ہم تقدیر الٰہی کو کیسے پھیر سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعینہٖ وہی سوال ہے جو کفار نے کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ قِیْلَ لَہُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗٓ۔

یعنی جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ تم خدا کے دیے ہوئے سے خرچ کرو، تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کیا ہم انہیں کھانے کو دیں جنہیں اگر خدا چاہے تو بہت کچھ کھانے کو دے

یہ سوال اسلام کی ایک اہم بات کو فراموش کر دینے سے پیدا ہوتا ہے، اگر اسے یاد رکھیں تو کوئی الجھن نہ ہو اور تقدیر الٰہی کو بہانہ بنا کر معاشی بدحالی میں مبتلا افراد کی امداد و اعانت ایسے بہترین عمل صالح سے حرماں نصیبی بھی نہ ہو۔

جز نہیں کیا ہے نام اس کا "خدا فریبی یا خود فریبی؟" عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عالمِ تکوین و عالمِ تشریع

اور یہ بات عالمِ تکوین و عالمِ تشریع میں فرق کرنا ہے فقر و افلاس خدا کی تقدیر و تکوین سے ضرور ہے، مگر اس کی تشریعی ہدایات یہ ہیں کہ ہم افلاس و فقر کے مارے ہوئے لوگوں کی امداد و اعانت کریں جیسے ایک بیمار کی بیماری خدا تعالیٰ کی تکوین و تقدیر سے ہے، لیکن ہمیں اس کا تشریعی حکم ہے کہ ہم دوا کے ذریعے اس کی بیماری کو دور کرنے کی کوشش کریں جیسے ترکِ دوا اس بیمار کے ساتھ جذبۂ ہمدردی کے منافی، بلکہ اس بیمار کے ساتھ ظلم ہے ایسے ہی مفلسوں کے افلاس کو ختم نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی ہے جس کی اجازت اسلام کا نظامِ معیشت ہرگز نہیں دے سکتا کہ اسلام معیشتِ انسانی کے رموز سے صحیح واقفیت رکھتا ہے ؎

جانتا ہوں آہ! میں آلامِ انسانی کا راز!!
ہے نوائے شکوہ سے خالی میری فطرت کا ساز

غرضیکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نظامِ تکوینی پر ایمان اور نظامِ تشریعی پر نظر رکھنی چاہیئے۔ ہم نظامِ تشریعی کے مکلّف ہیں تکوینی کے نہیں، تو جس کے ہم مکلّف ہی نہیں، اسے موضوعِ سوال بھی نہیں بنایا جاسکتا۔

فلسفۂ تفاوتِ درجاتِ رزق

اسلام کے معاشی نظام سے متعلق قرآن کریم نے جن بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی ہے، ان میں سے دوسرا یہ ہے کہ اگرچہ حقِ معیشت میں انسان برابر ہیں، تاہم درجات معاش و مراتبِ رزق میں فرق ایک فطری بات ہے اور یہ بھی اس حد تک کہ بالا طبقہ زیریں طبقہ کا استحصال نہ کرسکے جس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتے چلے جائیں اور یہ تفاوت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معمولی، فریقین کے حق میں ابتلا وامتحان ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَآ اٰتٰىكُمْ (انعام)	کہ تمہیں خدا نے ایک دوسرے پر درجوں بلند کیا تاکہ جو کچھ اس نے دیا اس میں تمہیں آزمائے۔

اس آیت میں جس تفاوت درجات کا بیان ہے، اس سے رزق میں تفاوت درجات مراد ہے، چنانچہ تفسیر امام ابن جریر میں ہے۔

رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ يَقُوْلُ فِى الرِّزْقِ (ج ۸ صـ ۸۴)	یعنی خدا نے تمہیں ایک دوسرے پر درجوں بلند کیا، یعنی رزق میں۔

علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر اپنی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں۔

یعنی (خدا نے رزق میں مختلف درجے اس لئے رکھے کہ تمہیں) آزمائش میں ڈالے کہ تم نعمت وجاہ وجلال پا کر شکر گزار رہتے ہو اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے سلوک کرتے ہو (حمائل تاج کمپنی صہ ۲۴۲)

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ (زخرف)	اور ہم نے لوگوں کے درمیان دنیا کی زندگی میں ان کا معاش بانٹا اور ہم نے انہیں درجاتِ رزق میں ایک دوسرے پر اونچا کیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمات لے سکیں۔

یعنی ہم نے مال ودولت میں لوگوں کو مختلف بنایا تاکہ وہ اس مال کے ذریعے ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں، یعنی اگر ایک غریب وبے مال ہے، یعنی مال کا محتاج ہے تو امیر خدمت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

محتاج ہے' اسے خادم کی محتاجی ہے' اس طرح باہمی تعاون سے دُنیا کا نظام درست ہو کر غریب کو ذریعۂ معاش ہاتھ آتے اور مال دار کو کام کرنے والے بہم پہنچیں' تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو اس کے برابر کا امیر کیوں نہ کیا۔ دنیا میں معاشی تقسیم یوں ہی اٹکل پچو سے نہیں' بلکہ ایک خاص نظامِ تکوینی سے چل رہی ہے' اسلام غریبوں اور محنت کشوں پر امیروں اور بالا دست لوگوں کے جور و جبر اور استیصال کو روکتا ہے' لیکن معمول کی حد تک چھوٹے بڑے کا فرق تو ایک فطری امر ہے۔ اسلام کے نظامِ معیشت کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے معاشی مسائل میں نہایت ہی روشن اور مستحکم اصولوں سے انسانیت کی ایسی رہبری کی ہے جس سے ہر وقت و ہر زمانے کی پرواز کا رُخ صحیح سمت کی طرف بدل جاتا ہے ۔

حیرتی ہوں میں تیری تصویر کے اعجاز کا!
رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

اپنا اپنا فرض

اس قدرتی اور فطری فرق مراتب کے پیشِ نظر اسلام نے امیر و غریب پر الگ الگ فرض عائد کیا ہے جن کی رو سے غنی اور امیر کا فرض ہے کہ دولت کو محض انفرادی اور شخصی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنا کر نہ رکھے' بلکہ اسلام کی ہدایت کے مطابق حاجت مندوں پر زکوٰۃ و صدقات اور عطیات کی مدد سے صرف کر کے معاشرہ کی ترقی کا باعث بنے اور غریب کا فرض ہے کہ وہ مال دار کے مال کو حسد کی نظر سے نہ دیکھے' بلکہ اس فقر و تنگ دستی کو برکاتِ اخروی کا ذریعہ تصوّر کرے' حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسلمانوں میں فقر و تنگ دستی کے خلاف نفرت اور مالی فراوانی کا جذبہ پیدا ہوا ہے' ان کے دلوں سے سکون و طمانیت کی روحانی دولت چھن گئی ہے ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ فقرِ مردِ مسلمان نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی

قرآنِ کریم میں ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (النساء) — اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے

بہرصورت تنگدستان فقر و افلاس و اہلِ غربت کو اپنی ایمانی دولت کی بقاء اور اخروی کامرانی کی آرزو ہونی چاہیئے اور دل و نگاہ میں غیروں کے مال و متاع کا کوئی طمع و لالچ نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کہ مجھے اپنے اختیاری فقر و فاقہ پر ناز ہے کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح اپنے فقرِ اضطراری پر غیور و مقتنع ہونا چاہیئے ؎

سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں — بآبِ رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے — کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

فقیرم ساز و سامانم نگاہیست!!
بچشمم کوہ یاراں برگ کاہیست

تنگدستی اور اسلام

جیسا کہ پہلے گذرا ہے اسلام تنگدستی کو اچھا تصور نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن انس بسند ضعیف) کہ ضروریاتِ زندگی میں تنگ دستی قریب ہے کہ کفر پر منتج ہو جائیگا۔ تاہم اس پر صبر و شکر کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی تکوین و تقدیر پر راضی رہنا اور مال داروں کا مال پر نگاہِ حسد ڈالنے کی بجائے بمطابق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ارشادِ باری تعالیٰ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کہ ہر انسان اپنی کوشش کا ہی پھل پاتا ہے اپنے لیے خود معاشی وسائل کا انتظام کرنا گناہوں کا کفارہ اور بلندیٔ درجات کا باعث ہے جیسے بیماری اسلام کے نزدیک اچھی نہیں، تاہم بیمار کا واویلا کرنے کی بجائے صبر و شکر کے ساتھ شفاء کے حصول کے لیئے دوا استعمال کرنا ضروری ہے اور بیماری میں صبر و شکر کرتے ہوئے حصولِ شفا کے لئے عالمِ اسباب کے تحت کوشش کرنے والا خدا کا محبوب قرار پاتا ہے، اس کے گناہ جھڑتے اور درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس طرح فقر و افلاس پر صبر و شکر کرنے والے کی جزا بھی جنت ہے۔ حدیث میں ہے کہ فقر و افلاس والے اکثر جنّت میں اور غنی و مالدار اکثر دوزخ میں دیکھے گئے۔ فقر و افلاس والوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے سے اوپر والوں کو نہیں، نیچے والوں کو دیکھیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے؛

اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ	کہ تم اس کی طرف دیکھو جو معاشی
مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ	حالت میں تم سے کمتر ہو، اس کی طرف نہ
فَوْقَکُمْ (مسلم)	دیکھو جو تم سے اوپر ہو۔

یعنی آنکھ کو نگاہِ حسد اور زبان کو حرفِ بے صبری سے پاک رکھنا ایمان و اسلام کا تقاضا ہے ؎

پاک رکھ اپنی زبان تلمیذ رحمانی ہے تو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

اور حدیث میں ہے کہ میری امّت کے تنگدست صبر و شکر کرنے والے لوگ اہل دولت سے پانچ صد سال پہلے جنّت میں جائیں گے اور یہ پانچ صد سال دنیا کے ہیں جو آخرت کے نصف یوم کے برابر ہوں گے۔ گویا غریب لوگ امیروں کی نسبت خدا کے دیدار سے پہلے ہی مشرّف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں گے ؎

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے!
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے!

زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی ممانعت

اسلام کے اصولِ معاشیات میں سے تیسری اصل یہ ہے کہ اسلام کسی ایسے طریق کو برداشت نہیں کرتا جس سے ملک کی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز و مجتمع ہو کر رہ جائے اور اسی وجہ سے اسلام نے احتکار و اکتناز کو جائز قرار نہیں دیا؛ چنانچہ سورۂ توبہ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں صرف نہیں کرتے، اے نبی انہیں دردناک عذاب کی اطلاع کر دیجئے اور سورۂ حشر میں فرمایا کہ فقرا اور مساکین و قرابت داروں اور یتیموں وغیرہم پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں خرچ کرنے کا جو یہ طریقہ بتایا ہے" وہ اس لیے ہے کہ مال صرف دولت مندوں میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔

اسی طرح بہت سی آیات ہیں جنہیں مفلسوں اور حاجت مندوں پر فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی ترغیبات دی گئی ہیں تاکہ مال کے وہ حقوق ادا ہوں جو اجتماعی مفادات کے لئے اس سے متعلق کیے گئے ہیں۔

ضرورت سے زائد مال کا رکھنا

اگرچہ علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ وغیرہ ایسے حقوق ادا نہ کیے جائیں، وہ اکتناز کی تعریف میں آتا ہے، ورنہ نہیں اور یہ کہ مال و سرمایہ سے زکوٰۃ وغیرہ ایسے فریضے کی ادائیگی کے بعد اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زائد مال رکھنا جائز ہے۔ چنانچہ امام بدرالدین فرماتے ہیں۔ جَمْعُ المال غیرُ محرّمٍ ولکن الاستکثار منہ والخروج عن حدّ الاقتصاد فیہ فساد“ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۹ ص۳) یعنی مال کا اس کا حق ادا کرکے جمع کرنا حرام نہیں تاہم حدِ اقتصاد (درمیانہ درجہ کی دولت) سے زیادہ جمع کرنا نقصان دہ ہے۔ حدِ اقتصاد کا یہی مطلب یہ ہے کہ معمولی حد تک جمع کرنا جائز ہے اور غیر معمولی حد تک جس سے دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے جمع کرنا معاشرہ کے لئے نقصان دہ ہے۔ لیکن افضل ولائق تحسین یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد مال کو ذخیرہ کرنے کی بجائے اسے ضرورت مندوں میں بانٹ دیا جائے، بلکہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ایسے زاہد ترین حضرات تو اسے ناجائز قرار دیتے ہیں، چنانچہ آیت ”وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ الخ“ کی تفسیر میں مفسرین کرام تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ضرورت سے زائد مال گھر (یا بنکوں) میں جمع کرکے رکھ دینے کے ناجائز قرار دیتے ہوئے اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دینے کو فرض سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر وغیرہ زیر آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ (الآیۃ)

احتکار کی ممانعت کا فلسفہ

احتکار کی ممانعت کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ کہیں ارتکازِ دولت نہ ہو، بلکہ اس میں تحریک و گردش رہے تاکہ اس سے معاشرے کے دوسرے لوگ بھی استفادہ کریں

احتکار کی تعریف

اور احتکار یہ ہے کہ کسی چیز کی کمیابی و مہنگائی کے زمانہ میں اسے خرید کر جمع کرکے رکھ دیا جائے تاکہ وہ مزید نایاب و مہنگی ہو۔ تو اس وقت اسے منہ مانگے داموں بیچا جائے، ایسا کرنا ممنوع و ناجائز ہے جیسے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام کے معاشی نظام میں ممنوع ٹھہرایا گیا ہے اور اس میں ضرورت کی ہر چیز شامل ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

مَنِ احْتَکَرَ طَعَامًا اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ بَرِیَٔ مِنَ اللّٰہِ وَ بَرِیَٔ مِنْہُ
(جوہرہ نیرہ شرح قدوری ج ۲ صہ ۳۴۴)

کہ جس نے کھانے پینے کی ضرورت کی چیز کو مزید مہنگائی اور کمیابی کی نیت سے چالیس رات تک روک رکھا، وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری ہے۔

اسلام میں جانوروں کے چارہ تک کا احتکار بھی ممنوع ہے

اسلام کے اقتصادی نظام کی شفقت عامہ اور رحمتِ تامہ کا یہ عالم ہے کہ اس جانوروں کے چارہ تک کی ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا ہے اور اس بات کو گوارا نہیں کیا گیا کہ جانوروں کے حقوق کا ضیاع و استیصال ہو، چنانچہ دُرِ مختار میں ہے :

وَیُکْرَہُ اِحْتِکَارُ قُوْتِ الْبَہَائِمِ
صہ ۲۰۳

یعنی جانوروں کی خوراک کا احتکار ممنوع ہے۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جو نظام جانوروں کا استیصال برداشت نہ کرتا ہو، وہ انسانوں کا استیصال کیسے گوارا کرسکتا ہے۔ بہرصورت اسلام کے اقتصادی نظام نے انسانوں اور جانوروں کی ضرورت کی ہر چیز میں احتکار سے منع فرمایا ہے اور اس کے مرتکب کو گنہگار قرار دیا ہے، نیز حدیث شریف میں ہے کہ احتکار و ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے البتہ سال بھر کا گھریلو خرچ گھر والوں کو سپرد کر دینا یعنی ایک سال تک ضروریات جمع کر کے رکھنا اس سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچہ جمع کر کے دیتے تھے (بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۲۷۵)
لہٰذا گھریلو ضرورت کے لئے جمع کر کے رکھنا منع نہیں ہے اور نہ ہی ضرورت کی اشیاء کو اپنی گھریلو ضرورت کے لئے جمع کر کے رکھنا خلافِ توکّل ہے۔ البتہ کسی تاجر کا مہنگائی کے زمانہ میں مزید مہنگائی کی نیّت سے مال ذخیرہ کر کے رکھنا منع ہے جیسا کہ بعض تاجر کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے اس بات کا ارادہ کیا کہ میری امّت پر ایک رات کے لئے مہنگائی آجائے اللہ تعالیٰ اس کی چالیس سال کی نیکیاں ضائع کر دیگا۔ (ردواہ الامام ابن عساکر فی تاریخہ)

احتکار کے جواز کی ایک صورت

ہاں اگر ایک چیز عام دستیاب ہو رہی ہے اور اس کے ذخیرہ کرنے سے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، تو اس کا ذخیرہ کر سکتے ہیں؛ چنانچہ درِّ مختار میں ہے۔

فَاِنْ لَمْ يَضُرَّ لَمْ يُكْرَهْ

یعنی اگر ذخیرہ کرنے سے لوگوں کو تکلیف و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، تو ناجائز نہیں ہے (ص ۳۰۷ مطبع احمدی دہلی)

یہ صورت کے اعتبار سے احتکار رہے، مگر درحقیقت نہیں ہے اور اس صورت میں بھی اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ جوں ہی وہ چیز کمیاب ہونے لگے، اسے فوراً مارکیٹ میں لایا جائے، ورنہ گناہ ہوگا۔

بوقتِ ضرورت ذخیرہ اندوز تاجروں کے ذخیروں کو زبردستی فروخت و تقسیم کیا جائے

جب عام لوگ غلّہ کی ضرورت محسوس کر رہے ہوں اور تاجروں نے اسے ذخیرہ کر رکھا ہو یا بلیک میلنگ کر رہے ہوں، تو حاکمِ وقت انہیں حکم دے کہ وہ اپنے گھر والوں کی ضرورت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لئے رکھ کر باقی کو فروخت کر دیں، اگر وہ قاضی وحاکم وقت کے حکم کی پروانہ کریں، تو قانونِ اسلام یہ ہے۔

عَزَّرَهٗ بِمَا يَرَاهُ رَادِعًا لَهٗ وَ بَاعَ القاضی علیہ طَعَامَهٗ وِفَاقًا عَلَى الصحیحِ وفی السراج لو خافَ الامامُ علٰی اهلِ بلَدٍ الهلاکَ اَخَذَ الطعامَ مِنَ المُحتکرِینَ وَفرّقَ عَلَیهِم فَاِذَا وَجَدُوا سِعَةً رَدُّوا مِثلَهٗ وَ هٰذَا لَیسَ بِحَجرٍ بَلْ لِلضَّرُورَةِ وَمَنِ اضْطُرَّ اِلٰى مالِ غیرِهٖ وَخَافَ الهلاکَ تَنَاوَلَهٗ بِلَا رِضَاهُ ۔

(درالمختار ص۳۰۷ والاختیار ج ۳ ص۲۲۶ والهدایه ج ۴ ص ۴۶۹-۴۷۰ طبع انڈیا)

حاکم ان ذخیرہ اندوزوں کو مناسب سزا اور ان کی ضرورت سے زائد کو فروخت کر دے، کیونکہ عوام کو نقصان سے بچانے کا یہی واحد طریقہ رہ جاتا ہے اور جن عوام کے پاس قوّت خرید نہیں، انہیں ویسے ہی دیدے پھر جب ان کے پاس غلّہ آئے، تو وہ جتنا جتنا لیا ہے، واپس کر دیں اور یہ حجر نہیں، بلکہ ضرورت و مجبوری کی بنا ہے، یہ ایسے ہے جیسے ایک شخص جاں بلب ہو رہا ہو اور اس کے پاس اپنا کچھ نہ ہو، تو وہ غیر کا مال اس کی مرضی کے بغیر اسی قدر کھالے، جس سے اس کی جان بچ جائے

قارئین! غور فرمائیں کہ اسلام کا معاشی نظام، معاشی بدحالی میں مبتلا عوام سے کس درجہ ہمدردی رکھتا اور انہیں ہر طرح کے استیصال سے کس خوبی سے بچاتا ہے، الغرض اسلام کے معاشی نظام نے سرمایہ و دولت کے حصول کے لیے کسی ایسے طریقے کو اپنانے کی اجازت نہیں دی جس میں ایک فرد کے نفع کا دارومدار دوسرے کے نقصان یا مجبوری پر ہو یا وہ دوسرے کی معاشی بدحالی کا باعث بنے جس سے عوام مفلس سے مفلس تر اور امیر، امیر تر ہوتا چلا جائے اس لیے سود و غصب، چوری، ڈاکہ، رشوت، جوا، ماپ تول میں کمی، سٹہ اور لاٹری لیے حصولِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرمایہ کے تمام ذرائع ناجائز قرار پائے، اس طرح کے طریقے اپنا کر دولت کمانے والے ممکن ہے نفس و شیطان کے اغوا سے سب کچھ جائز سمجھتے ہوں، مگر ایک کلمہ گو کو ایسا کرنا یا سب کچھ جائز ہے کہہ کر سب کچھ کر گزرنا زیب نہیں دیتا، یہ اسلام و ایمان کے تقاضوں کے سراسر منافی ہے

ممکن ہے کہ تو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا

انفرادی معیشت

اسلام انفرادی معیشت پر بہت زور دیتا ہے اور ہر تندرست و توانا و صحیح العقل لائق محنت مرد کو اس بات کی ذمہ داری سونپتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں کی قوتوں اور دیگر جسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر نہ صرف اپنے معاش و رزق کی جستجو کرے، بلکہ اپنے آپ کو معاشرے کے ضعیف و ناتواں اور معذور لوگوں کی معاونت کا بھی اہل بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْیَدُ الْعُلْیٰ خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (صحیح بخاری ج ۱ ص۱۹۲)

یعنی اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) سے بہتر ہے۔

اور بہتر اس لئے ہے کہ انفرادی معیشت کے استحکام پر ہی اجتماعی معیشت کا استحکام موقوف ہے ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے اس وقت بہتر ہے، جب کہ وہ اپنی ذات کے لئے لیتا ہو اور اگر وہ دین کے لئے یا دوسرے مستحق کے لئے لیتا ہو، تو اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جیسا کہ علماء کرام مالداروں سے دین کے لیے لے کر خرچ کرتے ہیں۔ بہرحال انفرادی معیشت کو اہمیت حاصل ہے۔ سورۂ جمعہ میں ہے۔

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ، کہ (زمین میں پھیل جاؤ) اور رزق کی تلاش کرو۔

اور حدیث شریف میں ہے۔

۱۔ طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ (طبرانی) یعنی رزق حلال کی تلاش کرنا فریضہ کے بعد فریضہ ہے۔

۲۔ طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (دیلمی) کہ ہر مسلمان پر طلب رزقِ حلال واجب ہے۔

۳۔ طَلَبُ الْحَلَالِ جِہَادٌ (القضاعی وابو نعیم) طلبِ حلال جہاد ہے۔

اَوْرَدَ الثَّلاثَۃَ فِی الجامع الصغیر (ج ۲ صـ۵۳) ان کی شرح میں امام علامہ علی عزیزی (م ۱۰۷۰ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

طَلَبُ الْکَسْبِ الْحَلَالِ لِمُؤْنَۃِ النَّفْسِ وَالْعِیَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَالصَّلٰوۃِ اَوْ بَعْدَ جَمِیْعِ مَا فَرَضَ اللّٰہُ فَطَلَبُ مَا یَحْتَاجُہٗ لِنَفْسِہٖ وَعِیَالِہٖ وَاجِبٌ دُوْنَ مَا زَادَ عَلَی الْکِفَایَۃِ ثَوَابُہٗ کَثَوَابِ الْجِہَادِ (السراج المنیر ج ۲ صـ۳۱۳)

یعنی اپنے اور کنبے کے لئے حلال کمائی کی تلاش کرنا، ایمان اور نماز یا جمیع فرائض الٰہیہ کے بعد ایک فریضہ ہے؛ لہٰذا اپنی اور اپنے کنبے کی ضرورت کی حد تک تلاشِ رزق فرضِ عین اور اس سے زائد فرضِ کفایہ اور اس کا ثواب جہاد کے برابر ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی افتاوٰی میں ہے جو لوگ مساجد اور خانقاہوں میں (پیر و فقیر بن کر) بیٹھ جاتے ہیں اور گزر اوقات کے لئے کچھ نہیں کرتے اور اپنے آپ کو متوکّل بتاتے ہیں (ان سے رزقِ حلال کمانے والے بدرجہا بہتر ہیں) یہ کیسے متوکّل ہیں، حالانکہ اُن کی نگاہیں منتظر رہتی ہیں کہ کوئی ہمیں دے جائے، وہ متوکّل نہیں۔ اس سے اچھا یہ تھا کہ کچھ کماتے جس سے گزر اوقات کرتے (فتاوٰی عالمگیری، ج ۶، صہ ۳۴۹)

تیرے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امّتوں کا عالمِ پیری

حدیث میں ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام کہ اسلام میں (اس طرح کی) گوشہ نشینی کی کوئی گنجائش نہیں۔

پیری مریدی کو پیشہ بنانا جائز نہیں

اسی طرح آج کل بہت سے لوگوں نے پیری مریدی کو پیشہ بنا لیا ہے۔ مریدوں میں دورے کرتے اور ان سے رقمیں بٹورتے ہیں جسے نذرانے وغیرہ کا نام دیتے ہیں اور ان ہی سے بہت سے ایسے ہیں جو جھوٹ اور فریب سے بھی کام لیتے ہیں، یہ ناجائز ہے (بہارِ شریعت ج ۱۶، صہ ۲۱۸) بہ استثناء " مخلصین لہ الدین " وھم اقل قلیل وقلیل من عبادی الشکور۔

مسئلہ بھیک

حدیث شریف میں ہے کچھ انصار کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مانگا آپ نے عطا کیا انہوں نے پھر مانگا آپ نے عطا کیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو تھا سب ختم ہو گیا پھر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں اسے تم لوگوں سے چھپا کر نہیں رکھتا اور جو شخص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سوال کرنے سے بچے گا اللہ اسے سوال کرنے سے بچائے گا اور جو سوال کرنے سے بے نیاز رہے گا خدا تعالے اسے بے نیاز کر دیگا اور جو سوال کرنے سے اپنے آپ کو روکے گا اور صبر کریگا خدا اسے صبر دے گا۔ صبر سے بڑھ کر وسیع اور بہتر کوئی چیز نہیں ہے جو کسی کو خدا سے عطا کی جائے (صحیح بخاری ج ۱ صہ ۱۹۹)

اس حدیث سے کئی ایک مسائل معلوم ہوتے ایک یہ کہ ایک ہی سائل کو بار بار دینا جائز ہے دوسرا یہ کہ جب دینے کو کچھ نہ ہو تو اچھے الفاظ میں معذرت کی جائے تیسرا سوال سے گریز کی تلقین چوتھا تنگدستی کے عالم میں صبر کرنیکی ترغیب پانچواں ضرورت کے وقت مانگنے کا جواز مگر اس سے پرہیز بہتر۔ چھٹا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کا ظہور کہ سائل پر بار بار کرم فرماتے تھے اور سائل کہتا تھا۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دوسری حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کسی شخص کی رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا لانا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس جا کر بھیک مانگے آگے وہ اسے دے یا نہ دے

ایک اور حدیث میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

تم میں سے کسی ایک کا رسی لیکر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر اُسے بیچنا پھر اس کے ذریعے اللہ کا اس کی آبرو بچا لینا اس سے بہتر ہے کہ وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لَا یَحِلُّ لَہٗ السُّؤَالُ وَمَا جَمَعُ السَّائِلُ مِنَ الْمَالِ فَہُوَ خَبِیْثٌ (عالمگیری ج ۵ - ص ۳۴۹)

اسے بھیک مانگنا حرام ہے اور اس کے باوجود جو مانگ کر جمع کرتے ہیں تو وہ حرام ہے

حکومت بھیک مانگنے پر پابندی عائد کر رہی ہے جس سے بھیک کے پیشہ رکھنے والوں کی حوصلہ شکنی مقصود ہے۔ بلا شبہ ہمارے ہاں بھکاریوں نے بھیک کو ایک پیشہ بنا لیا ہے اور یہ قابلِ مذمت فعل ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے اس کے لئے ضروری ہے کہ معذوروں کی کفالت کی جائے اور تندرستوں کو کوئی ہنر اور کام سکھایا جائے پھر انہیں کام سیکھنے کے بعد ملازمت کے مواقع دیئے جائیں یا اپنا کاروبار کرنے کے لئے مدِ زکوۃ سے اس قدر دیا جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں

اقارب کی کفالت

اس سلسلے میں اغنیا رحضرات کو اپنے قریبی معذور نادار رشتہ داروں کی کفالت پر مجبور کیا جائے۔ انہیں ترغیب و ترہیب اور بوقت ضرورت جبر و اکراہ کے ذریعے بھی کفیل بنانے سے گریز نہ کیا جائے۔ اگر مالدار حضرات اسلام کی ہدایت کے مطابق اپنے معذور اور نادار رشتہ داروں کے نان نفقہ کی ذمہ داری لے لیں تو پاکستان میں غربت و افلاس کا مسئلہ کافی حد تک خود ہی حل ہو جائے گا اور بہت سے بھکاری خود ہی بھیک سے باز آ جائیں گے۔

نان و نفقہ

کفالت کے سلسلے میں عام طور پر نان و نفقہ کا لفظ مشہور ہے مگر فقہ کی اصطلاح میں "نفقہ" ہی استعمال ہوتا ہے۔ نفقہ کے لغوی معنی اس چیز کے ہیں جسے انسان اپنے کنبے پر خرچ کرتا ہے۔ اور اصطلاح شریعت میں کھانا، لباس اور رہنے کی جگہ کو نفقہ کہا جاتا ہے اور عرف شرادیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں صرف کھانے پر نفقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

وجوبِ نفقہ کے اسباب و وجوہ

کسی کے ذمہ کسی کے نفقہ کے واجب ہونے کے تین اسباب و وجوہ ہیں ایک سبب زوجیت ہے دوسرا قرابت اور تیسرا مملوکیت۔ لہذا خاوند پر بیوی کا خرچہ واجب ہے کیونکہ وہ اس کے فائدہ کے لئے اس کے ہاں رکی ہوتی ہے اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ جو شخص جس کے مفاد کے لئے رکا ہوا ہوگا اس کا خرچہ اسی کے ذمہ ہوگا جیسے مفتی، قاضی، وصی اور عامل وغیرہ۔ جس ادارہ کے مفاد میں مصروف ہوں ان کی ضرورت کا بندوبست اسی ادارہ کے ذمہ ہوگا خواہ وہ ادارہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری۔ اور نابالغ، محتاج اولاد کا خرچہ بھی باپ پر واجب ہے اور نابالغ بیٹا معذور و محتاج کا خرچہ اور غیر مالدار بالغ لڑکی کا بھی۔ جب تک اس کی شادی نہ کر دے۔ شادی کے بعد شوہر پر ہے اور اگر باپ مفلس ہے تو کماتے اور بچوں کو کھلائے اور اگر وہ معذور محتاج ہے کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو دادا کے ذمہ ہے خود ان کے باپ کا نفقہ بھی اسی کے ذمہ ہے۔

اگر کسی کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا نانی تنگدست ہوں اور وہ مالدار ہو۔ تو ان کا نفقہ اس پر واجب ہے اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہوں اور اگر یہ بھی محتاج ہے تو باپ کا نفقہ اس پر واجب نہیں، البتہ اگر باپ اپاہج یا مفلوج ہے کہ کما نہیں سکتا تو بیٹے کے ساتھ نفقہ میں شریک ہے اگرچہ بیٹا فقیر ہو اور ماں کا نفقہ بھی بیٹے پر ہے اگرچہ اپاہج نہ ہو اگرچہ بیٹا فقیر ہو یعنی جبکہ بیوہ ہو۔

باپ اور ماں دونوں محتاج ہوں تو دونوں کا نفقہ بیٹے پر ہے اور باپ محتاج نہ ہو تو ماں کا خرچہ باپ پر ہے اور باپ محتاج ہے ماں مالدار تو ماں کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نفقہ بیٹے پر نہیں۔

باپ وغیرہ کا نفقہ جیسے بیٹے پر واجب ہے یونہی بیٹی پر بھی ہے اگر بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو دونوں پر برابر برابر واجب ہے اور اگر دو بیٹے ہوں ایک فقط مالک نصاب ہے اور دوسرا بہت مالدار ہے تو باپ کا نفقہ دونوں پر برابر ہے۔

باپ اور اولاد کے نفقہ میں قرابت وجزئیت کا اعتبار ہے وراثت کا نہیں مثلاً بیٹا ہے اور پوتا تو نفقہ بیٹے پر واجب ہے پوتے پر نہیں۔ یونہی بیٹی ہے اور پوتا تو بیٹی پر ہے پوتے پر نہیں اور نواسی نواسہ ہے تو دونوں پر برابر اور بیٹی ہے اور بہن یا بھائی تو بیٹی پر ہے اور نواسہ نواسی ہیں اور بھائی تو ان پر ہے بھائی پر نہیں، اور ماں باپ یا ماں ہے اور بیٹا تو بیٹے پر ہے ان پر نہیں، اور دادا ہے اور پوتا تو ایک تہائی دادا پر اور باقی پوتے پر اور باپ ہے اور نواسی نواسہ تو باپ پر ہے ان پر نہیں؛

باپ اگر تنگدست ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور یہ بچے محتاج ہوں اور بڑا بیٹا مالدار ہے تو باپ اور اس کی سب اولاد کا نفقہ اس پر واجب ہے بیٹا اگر ماں باپ دونوں کا نفقہ نہیں دے سکتا مگر ایک کا دے سکتا ہے تو ماں زیادہ مستحق ہے۔

اور اگر باپ محتاج ہے اور چھوٹا بچہ بھی ہے اور دونوں کا نفقہ نہ دے سکتا ہو مگر ایک کا دے سکتا تو بیٹا زیادہ حقدار ہے۔

اور اگر والدین میں سے کسی کا پورا نفقہ نہ دے سکتا ہو تو دونوں کو اپنے ساتھ کھلائے جو خود کھاتا ہے اسی میں سے انہیں بھی کھلائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اگر باپ کو نکاح کرنے کی ضرورت ہے اور بیٹا مالدار ہے تو بیٹے پر باپ کی شادی کر دینا واجب ہے۔

اور اگر باپ کی دو بیویاں ہیں تو بیٹے پر فقط ایک کا نفقہ واجب ہے مگر باپ کو دے دے کہ وُہ دونوں میں تقسیم کر کے دے؛

باپ بیٹے دونوں نادار ہیں مگر بیٹا کمانے والا ہے تو بیٹے پہ دیانۃً حکم کیا جائیگا کہ باپ کو بھی ساتھ لے لے۔

جو رشتے دار محارم ہوں ان کا بھی نفقہ واجب ہے جب کہ محتاج ہوں اور نابالغ یا عورت ہو۔

اور رشتہ دار بالغ مرد ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کمانے سے عاجز ہو مثلاً دیوانہ ہے یا اس پہ فالج گرا ہے یا اپاہج ہے یا اندھا۔

اور اگر عاجز نہ ہو تو واجب نہیں۔

اور عورت میں بالغہ نابالغہ کی قید نہیں۔

اور ان کے نفقات بقدر میراث واجب ہیں یعنی اس کے ترکہ سے جتنی مقدار کا وارث ہو گا اسی کے موافق اس پہ نفقہ واجب مثلاً کوئی شخص محتاج ہے اور اس کی تین بہنیں ہیں ایک حقیقی ایک سوتیلی ایک اخیافی تو نفقہ کے پانچ حصّے تصور کریں تین حقیقی بہن پر اور ایک ایک اُن دونوں پر۔

اور اگر اس طرح کے تین بھائی ہوں تو چھ حصّے تصور کریں ایک اخیافی بھائی پہ اور باقی حقیقی پر سوتیلے پر کچھ نہیں کہ وہ وارث نہیں۔

اگر ماں اور دادا ہیں تو ایک حصّہ ماں پر اور دو دادا پر؛ اور اگر ماں اور بھائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یا ماں اور چچا ہے جب بھی یہی صورت ہے۔

اگر ان کے ساتھ بیٹا بھی ہے مگر نابالغ نادار ہے یا بالغ ہے مگر عاجز تو اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر کہ جب اس پر نفقہ واجب نہیں تو کالعدم ہے۔

اور اگر حقیقی چچا یا حقیقی پھوپھی یا حقیقی ماموں ہے تو نفقہ چچا پر ہے، پھوپھی پر نہیں اور وراثت سے مراد محض اہل وراثت ہے کہ حقیقۃً وراثت تو مرنے کے بعد ہے نہ کہ اب۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ رشتہ دار عورت میں نابالغہ کی قید نہیں بلکہ اگر کمانے پر قادر ہے۔ جب بھی اس کا نفقہ واجب ہے، ہاں اگر کوئی کام کرتی ہے جس سے اس کا خرچ چلتا ہے تو اب اس کا نفقہ رشتہ دار پر فرض نہیں، یونہی اندھا (وغیرہ) بھی کماتا ہو تو اب کسی اور پر نفقہ فرض نہیں:

طالب علم دین اگرچہ تندرست ہے کام کرنے پر قادر ہے مگر اپنے کو طلب علم دین میں مشغول رکھتا ہے تو اس کا نفقہ بھی رشتہ داروں پر فرض ہے۔

قریبی رشتہ دار غائب ہے اور دور والا موجود ہے تو نفقہ اسی دور کے رشتہ دار پر فرض ہے۔

عورت کا شوہر تنگدست ہے اور بھائی مالدار ہے تو بھائی کو خرچ کرنے کا حکم کیا جائے گا۔ پھر جب شوہر کے پاس مال ہو جائے تو واپس لے سکتا ہے؛

اگر رشتہ دار محرم نہ ہو جیسے چچا زاد بھائی یا محرم ہو مگر رشتہ دار نہ ہو جیسے رضاعی بھائی بہن یا رشتہ دار محرم ہو مگر حرمت قرابت کی نہ ہو جیسے چچا زاد بھائی اور وہ رضاعی بھائی بھی ہے کہ حرمت رضاعت کی وجہ سے ہے نہ رشتہ کی وجہ سے تو ان سب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں نفقہ واجب نہیں۔

محارم کا نفقہ دیدیا اور اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو پھر دینا ہوگا اور کچھ بچ رہا تو اتنا کم کر دیا جائے۔

باپ محتاج ہے نفقہ کی ضرورت ہے اور بیٹا جوان مالدار ہے جو موجود ہے تو باپ کو اختیار رہے کہ اس کے اسباب کو بیچ کر اپنے نفقہ میں صرف کرے مگر جائداد غیر منقولہ کے بیچنے کی اجازت نہیں اور ماں اور رشتہ داروں کو کسی چیز کے بیچنے کی اجازت نہیں۔ اور بیٹا موجود رہے تو باپ بھی کسی چیز کو نہیں بیچ سکتا۔

یونہی اگر بیٹا مجنون ہو گیا اس کے اور اس کے بال بچوں کے خرچ کے لئے اس کی چیزیں باپ فروخت کر سکتا ہے اگرچہ جائیداد غیر منقولہ ہو۔

(حوالہ جات کے لئے ملاحظہ ہو۔ درمختار، شامی، عالمگیری، قاضی خاں اور بہار شریعت)

محتاج اقارب کے مالدار رشتہ داروں پر شریعت کے ان احکام کے مطابق کفالت کی ذمہ داری عائد کی جائے تو بہت سے بھیک مانگنے والوں کو باعزت روزگار میسر آسکتا ہے باقی بچے رہنے والے تھوڑے ہی ہوں گے ان کے لئے متبادل روزگار کا انتظام نہایت ہی آسان ہوگا۔

اسی طرح ناجائز ذرائع مثلاً رو پیٹ یا گا بجا کر کمائی کرنے سے بھی منع کیا اور ایسی کمائی کو حرام قرار دیا گیا ہے: چنانچہ الاختیار اور عالمگیری میں ہے۔

كان المال بمقابلة المعصية	کہ رونے دھونے اور گانا بجانے کی اجرت
فكان الاخذ معصية كالغناء والنوح	چونکہ معصیت کا معاوضہ ہے اس لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(عالمگیری۔ ج ۵۔ صـ۳۴۹ الاختیار ج ۲ صـ۶) اس کا دینا اور لینا دونوں ہی ناجائز ہیں

کیونکہ ان پیشوں میں بیچارے سادہ لوح مسلمانوں پر معاشی بوجھ پڑتا ہے اور ایسا کرنے والے جہاں دوسروں کے لئے بوجھ بنتے ہیں، وہاں اپنی خداداد جسمانی اور ذہنی قوتوں اور صلاحیتوں کو ضائع کر کے بھی گنہگار ٹھہرتے ہیں۔ بہرصورت اسلام میں رزق حلال کی تلاش نہ صرف اہم کام ہے بلکہ گناہوں کا کفّارہ بھی ہے، چنانچہ طبرانی نے اوسط، ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے التلخیص المتشابہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من الذنوب ذنوب لایکفرھا الا الھمّ لطلب المعیشۃ — کہ کچھ ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ طلب معاش میں جدّوجہد اور فکر کرنا ہی ہے۔

(احیاء العلوم للغزالی ج ۲ صـ۳۳)

اسی طرح ابویعلیٰ اپنی مسند، طبرانی کبیر اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اطلبوا الرّزق فی خبایا الارض — کہ اپنی روزی زمین کے پوشیدہ خزانوں

(الجامع الصغیر ج ۱۔ صـ۳۳) (کھیتی باڑی وغیرہ) میں تلاش کرو

اس حدیث کی شرح میں امام علی عزیزی علیہ الرحمہ سراج منیر میں فرماتے ہیں:

ای التمسوہ فی الحرث بنحو زرع وغرس فان الارض تخرج مافیہا من النبات الذی بہ قوامہ — یعنی تم رزق کو بونے میں تلاش کرو، کھیتی کر کے اور درخت لگا کر کہ زمین اپنے اندر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الحیوان (الی ان قال) وفیہ ان طلب الرزق مشروع بل ربما دخل بعض الطلب فی حد الفرض وخذ الشئ لا ینافی التوکل لان الرزق من اللہ لکنہ سبب عادی للطلب۔

(سراج منیر۔ ج ۱۔ صـــ ۲۳۱)

جس سے جانوروں کی خوراک ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رزقِ حلال کی تلاش جائز ہے بلکہ بسا اوقات رزقِ حلال کی تلاش حدِ فرض میں داخل ہو جاتی ہے اور رزق کی تلاش توکل کے خلاف نہیں کیونکہ رزق تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن تلاشِ طلب رزق کا سبب عادی ہے۔

علامہ عزیزی کی تفسیر سے مندرجہ ذیل ایمان افروز مسائل کا استنباط ہوتا ہے:

ا تلاشِ رزق کا عادی ذریعہ مندرجہ ذیل ایمان افروز

۱۔ تلاشِ رزق کا عادی ذریعہ کھیتی باڑی کرنا اور آمدنی پیدا کرنے والے پودے لگانا ہے۔

۲۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔

۳۔ رزق کی جستجو جائز بلکہ بسا اوقات فرض ہو جاتی ہے، جب کہ اپنے کنبے کی ذمہ داری عائد ہو جائے۔

۴۔ تلاشِ رزق توکّل کے خلاف نہیں

۵۔ تلاشِ رزق طلبِ رزق کا سبب عادی ہے اور یہ جہان اسباب کے ساتھ ہی وابستہ ہے ؎

تلاشِ رزق ازاں دادند مارا!
کہ باشد پر کشودن را بہانہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تلاشِ رزق

اتنا کمانا فرض ہے جو اپنے اندر اور اہل وعیال اور جن کی کفالت ذمہ میں ہے ان کے خرچ اور ادائیگی قرض کے لئے کفالت کر سکے۔ اس کے بعد اجازت ہے کہ اتنے پر ہی بس کرے یا اپنے اور اہل و عیال کے لئے کچھ پس انداز و پس ماندہ رکھنے کے لئے بھی جدّ و جہد کرے (بلکہ آج کے نازک دور میں یہ افضل ہے) نیز ماں باپ تنگ دست و محتاج ہوں، تو فرض ہے کہ اپنی کمائی سے اس قدر ان کی امداد کی جائے جس سے انکی ضروریات پوری ہو جائیں (فتاوی عالمگیری ج ۵۔ ص ۳۴۹ طبع مصر)

گویا اسلام کا اقتصادی نظام کسی فرد کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ خود عیشی میں اپنے ماں باپ اور زیرِ کفالت عزیزوں کی پروا نہ کرے بلکہ ان کی خبر گیری فرائض میں شامل ہے۔

نہ رہ اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری
اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو! رہنا

عیّاشی کی ممانعت

اسلام کے معاشی نظام میں اسراف و تبذیر اور عیاشی سے بڑی شدّت کے ساتھ ممانعت فرمائی گئی ہے کہ اس سے بالواسطہ (یعنی انفرادی معیشت کے کمزور پڑنے سے) اجتماعی معیشت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ مقدارِ خرچ میں تجاوز اسراف اور موقع بے موقع (بے جا خرچ) تبذیر ہے اور اسی طرح بخل سے بچنے کی تاکید بھی آتی ہے۔ بخل سے پرہیز اور اسراف تبذیر سے گریز کا نام اقتصاد و میانہ روی ہے جو معیشت کی ترقی میں ایک اہم چیز ہے۔

اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنیکا حکم

اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنیکا حدیث میں واضح حکم وارد ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نصفِ معیشت ہے اور امام قاضی حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی متوفی ۳۶۰ھ اپنی کتاب المحدث الفاصل بین الراوی والواعی میں اپنی سند سے حضرت میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آنا نصفِ عقل ہے اور خوبصورتی سے مسئلہ پوچھنا نصفِ علم ہے اور اپنی معاش و گذرِ اوقات میں میانہ روی اختیار کرنے سے آدھی مشقت دُور ہو جاتی ہے (ص ۳۶ طبع بیروت ۱۳۹۱ھ)

اگر اسراف و تبذیر کا سلسلہ بند ہو جائے اور اوپر کی سطح سے لے کر نچلی سطح تک کے سب افراد میانہ روی اختیار کر لیں، تو ملک بھر کی معیشت پر سے تقریباً نصف بوجھ کم ہو جائے، پھر میانہ روی کی ابتدا سربراہ مملکت سے ہو۔ سربراہ اگر فضول خرچ اور عیاش ہو تو اس کا عملہ اور ماتحت افسرانِ اعلیٰ و ادنیٰ بھی فضول خرچی اور عیاشی میں مبتلا ہو جائیں گے، مشہور ہے الناس علیٰ دین ملوکھم کہ لوگ اپنے سربراہ کی روش اپناتے ہیں سربراہِ مملکت میں اگر ملک کی معاشی و اقتصادی ترقی کا کوئی سوز و گداز نہ ہو تو ملکی مشینری کے دوسرے کل پرزے بھی اس ملی و ملکی جذبۂ ہمدردی سے قطعاً نا آشنا رہیں گے ؎

شمع محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا!
تیرے پروانے بھی اس لذت سے ہی خالی رہے

وصیت پر پابندی

اسلام کے نظام کو لوگوں کی معاشی بہتری جس حد تک مطلوب ہے، اس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملے گی باوجود یہ کہ اسلام کسی کی ذاتی ملکیت میں دخل اندازی کا روادار نہیں، تاہم جہاں ذاتی ملکیت کے مقابلے میں اجتماعی معیشت اور حاجت مندوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی مشترکہ منفعت کو خطرہ لاحق ہوا، وہاں اسلام نے کسی حد تک انفرادی اور ذاتی ملکیت میں دخل اندازی کو روا رکھتے بلکہ ضروری گردانتے ہوئے اجتماعی معیشت اور حاجت مندوں کے مشترکہ مفاد کی حفاظت کی ہے، اس کی نظیر وصیت پر پابندی ہے؛ چنانچہ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کا کل مال فلاں شخص کو دے دیا جائے، تو اس کی وصیت میں اس طرح کی ترمیم ضروری ہوگی کہ کفن و دفن اور قرض کی ادائیگی کے بعد اس کی جائداد کا تیسرا حصہ موصیٰ لہٗ (جس کے حق میں وصیت کی گئی) کو دے کر باقی دو حصے اس متوفی (وفات یافتہ) کے حقدار وارثوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے اور یہ اس لیے کہ اس کا کل مال وجہ معقول اور ضرورت شرعیہ کے بغیر کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہ چلا جائے، بلکہ معاشرے کے دوسرے حقداروں کو بھی کچھ نہ کچھ مل جائے، یہ بھی ایک طرح سے مستحقین کے حقوق کا تحفظ اور دولت کو مختلف افراد کے ہاتھوں میں متحرک رکھنے کی کوشش ہے؛ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اسلام کے احکام کے آگے سر تسلیم خم رکھیں اور تہائی سے زیادہ کی وصیت نہ کریں ؎

خم ہے سرِ تسلیم میرا آپ کے آگے!!
پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی

اولاد میں حکم مساوات

اسلام کے نظام معیشت میں اپنی اولاد کو ہبہ و بخشش کے سلسلے میں بھی خصوصی ہدایات ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں کچھ دینا چاہتا ہے، تو سب کو دے بلا وجہ معقول و بلا سبب شرعی کسی کو محروم نہ رکھے۔ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ ان کے والد انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں لائے اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کے طور پر دے دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تو نے اپنے سب بچوں کو اسی طرح ایک ایک غلام کا ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا فارجعہ کہ اس سے رجوع کرو۔ ایک روایت میں ہے فاردُدہُ کہ اسے واپس لے لو۔ ایک اور روایت میں ہے، آپ نے فرمایا: اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقہ کہ خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں برابری کرو، تو میرے باپ وہ عطیہ مجھ سے واپس کر لیا۔ ایک اور روایت میں ہے فرمایا: فلا تشہدنی اذا فانی لا اشہد علی جور تو اب مجھے گواہ نہ بناؤ، میں ظلم پر گواہ بننا نہیں چاہتا۔ (وغیر ذالک من اختلاف الالفاظ

صحیح مسلم ج ۲ ۔ ص۳۷)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفی الحدیث انہ ینبغی ان یسوی بین الاولاد فی الھبۃ ویھب لکل واحد منھم مثل الاخر ولا یفضل ویسوی بین الذکر والانثیٰ (شرح نووی ج ۲ ۔ ص۳۷ وھکذا فی الدر المختار والشامی)

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان برابری کرنا مناسب ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے برابر حقوق دے اور کسی کو ترجیح نہ دے مرد و عورت کو برابر دے۔

ترجیحی سلوک کی صورت

بعض اولاد کے ساتھ محبت زیادہ ہو اور بعض کے ساتھ کم یہ کوئی ملامت کی چیز نہیں کیونکہ یہ فعل غیر اختیاری ہے اور عطیہ و بخشش میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچائے تو یہ درست نہیں، بلکہ سب میں برابری کرے، کم و بیش نہ کرے، ایسا کرنا مکروہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وغیرہ مستحسن ہے۔ ہاں اگر اولاد میں کوئی دینی بزرگی رکھتا ہو، مثلاً عالم دین ہو جو علم دین کی خدمت میں مصروف یا عبادت و ریاضت میں مشغول ہے اسے اگر دوسروں کی نسبت زیادہ دیدے اور ان لڑکوں کو جو دنیا کے کام دھندوں میں لگے ہوتے ہیں، اگر تھوڑا دے تو بلاشبہ مستحسن ہے (فتاویٰ قاضی خاں ہامش ہندیہ۔ ج ۳۔ ص ۲۷۹)

شریعت نے صورت مذکورہ میں جو نیک اولاد کے حق میں ترجیحی سلوک کی اجازت دی ہے اس میں ظلم و زیادتی ناحق نہیں، بلکہ یہ عین حق ہے اور سراپا صواب۔ اس میں جہاں دوسری اولاد کو جو مقابلتہً نیک صالح نہیں ہے نیک و صالح ہونے کا احساس و شوق ہوگا اور وہ کسی نہ کسی خیال سے وبہ اصلاح ہوں گے، وہاں والد کو دین کو غیر دین پر ترجیح دینے کا ثواب و اجر بھی ہوگا اور اس نیک بچے کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔ اس میں اور بھی کئی ایک رموز و اسرار ہیں جنہیں اہل رموز و اسرار علماء جانتے ہیں۔ یہ دنیا کے اہل حکمت و دانش کیا جانیں ؎

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے وراء عقل ہے یاں اہل حق کی تدبیریں

ہر فرد کو ضروریاتِ زندگی مفت حاصل ہوں

سابقہ گذارشات کی روشنی میں بلاشبہ یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام کا معاشی نظام انفرادی حقوق کے مقابلے میں اجتماعی اور ملی حقوق کا زیادہ تحفظ کرتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں اس بات کا بڑی شدت سے اور اولین طور پر اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر فرد کو خوراک، لباس، مکان علاج اور تعلیم کی مناسب سہولتیں مفت حاصل ہوں اور اس کی ذمہ داری اور اخراجات کا بوجھ بیت المال پر ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ بیت المال کبھی خالی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو جائے، تو ترغیب ترہیب کے ذریعے دولت مندوں کی ذمہ داری میں شریک کیا جائے گا، انہیں غریبوں، ناداروں اور حاجت مندوں کی حالتِ زار پر خاموش تماشائی بنے رہنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس سلسلہ میں حدیث شریف بھی ملاحظہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انَّ فِی المَالِ لَحَقًّا سوی الزکوٰۃِ — کہ تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آیتِ کریمہ ولیس البرّ ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کی آخر تک تلاوت فرمائی (مشکوٰۃ ج ا۔ ص ۱۶۹)

کیونکہ اس میں ہے واٰتی المال علی حبّہ (اس کی محبت پر مال خرچ کرے) اور اسی آیت میں آگے ہے واٰتی الزکوٰۃ (اور زکوٰۃ دے) اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال خدا کے لئے غریبوں کا حق ہے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

کہ مانگنے والا آجاتا ہے "اسے خالی نہ لوٹانا، قرض مانگنے والے کو قرض دینا، گھریلو استعمال کی چیزیں یعنی آگ، پانی، نمک (مترجم مصالح) اور آٹا و برتن وغیرہ جو عام طور پر ایک دوسرے کے گھر سے مانگ لی جاتی ہیں، سب شامل ہیں (مرقاۃ ج ۴۔ ص ۲۱۰)

اجتماعی حقوق کس ترتیب سے ادا ہوں

اجتماعی حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام نے ہماری رہنمائی کر دی ہے، چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں حضرت ابوہریرہ وحکیم بن حزام سے اور امام مسلم اپنی صحیح میں صرف حکیم بن حزام سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وابدء بمن تعول (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۰) کہ خرچ کی ابتدا اس سے کرو جس کے تم کفیل ہو۔

ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

ای بمن تلزمک نفقتہ (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۱۸)

یعنی اپنے بعد جب اجتماعی حقوق کے ادا کرنے کی نوبت آئے، تو سب سے پہلے اس کا حق ادا کرو جس کے تم کفیل ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ مزاجی یہ ہے کہ انسان دوسروں پر بوجھ نہ ہو۔ بلکہ اپنے اور اپنے ساتھ اہل وعیال کا آپ ہی کفیل ہو۔ کیونکہ جب اجتماعیت کو اپنے نوراکتساب سے متنیر کرنے کی نوبت آئے، تو سب سے پہلے اس کے اپنے اہل وعیال ہی اس کی صلاحیتوں سے متنیر ہوں۔

تو اے مسافر شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی

اس اجمال کی تفصیل اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے پاس ایک دینار ہے (میں اسے کس پر خرچ کروں) فرمایا انفقہ علی نفسک کہ اپنی ذات پر خرچ کرو (یہ لنفسک علیک حق کے تحت تعلیم ہے) اس نے عرض کی کہ میرے پاس دوسرا دینار ہے فرمایا اپنے خادم پر خرچ کر۔ عرض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی کہ میرے پاس تیسرا دینار ہے فرمایا اس کو بیوی پر خرچ کر، عرض کی میرے پاس چوتھا دینار ہے فرمایا اسے اپنے خادم پر خرچ کر۔ عرض کی میرے پاس پانچواں دینار ہے فرمایا (انت اعلم (رواہ ابوداؤد ونسائی۔ مشکوٰۃ ج ۱ ۔ صہ ۱۷۱) کہ تو خوب جانتا ہے، یعنی اس کے بعد تیرے اعزّہ واقارب ہیں جو مستحقِ امداد ہیں، وہ تجھے خوب معلوم ہے، ان پر خرچ کرو (مرقاۃ)

حقوق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے ان حقوق کا پورا کرنا ضروری ہے جو فرض کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً ایک اپنی ذاتی ضروریات کہ جن کے بغیر گذر بسر ممکن نہیں دوسرے بیوی بچے اور خادم ایسے گھریلو افراد کی ضروریات و مستقبل کی حاجات کا انتظام پھر ان رشتہ داروں کی امداد و کفالت جو محرم ہوں جن سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہے جب کہ یہ غریب و معذور ہوں یا کسی بھی وجہ سے اپنی کفالت آپ نہ کرسکتے ہوں پھر تمام ضرورت مندوں کا درجہ ہے۔

قرآن کریم میں قل العفو سے یہی مراد ہے اگر ملک کے دولت مند اور صاحب مال لوگ قل العفو کی یہ مراد سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں، تو ملک سے افلاس و غربت کا یکسر خاتمہ ہو جائے ۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان — اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار
جو حرف قل العفو میں ہے پوشیدہ اب تک — اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم کہ دولت مندوں کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے (ذاریات و معارج)

اگر دولت کی تحریک اس حد تک کمزور ہو چکی ہو کہ وہ ملک کے ایک مخصوص طبقے میں گردش کرنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لئے اور عام لوگ بنیادی ضروریات سے محروم ہو رہے ہوں تو امیروں سے فاضل دولت لیکر غریبوں کو انکی ضروریات فراہم کرنا ضروری ہو جاتا ہے کفالت کی صورت میں بھی جس کی تفصیل ہم بیان کر چکے اور دوسری صورت میں بھی۔ جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

نیز ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ فاضل مال کو ضرورت مندوں میں خرچ کرنا اسے جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے اور اپنی ضروریات میں کام کرنے کی حد تک رکھ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں اور خرچ کرتے وقت ان پر پہلے خرچ کرو جو تمہاری کفالت میں ہوں اور خرچ کرنے والا اپنے لئے مانگنے والے سے بہتر ہے۔ (ترمذی ج ۲ ۔ ص ۵۷)

لفظِ حق سے تعبیر کا فائدہ

لفظِ حق دونوں کے بارے میں وارد ہوا ہے اور یہاں لفظِ حق سے تعبیر کا فائدہ یہ ہے کہ سرمایہ داروں اور دولت مندوں کو معلوم ہو جائے کہ استحقاق دولت کی بنیاد یہ بھی ہے لہٰذا مفلس و نادار افراد بھی ٹھیک اسی طرح دولت کے مستحق ہیں جس طرح اولین مالک مگر فرق صرف اولیت و ثانویت کا ہے گویا دولت کے مستحق دو قسم کے لوگ ہوئے۔ ایک تو وہ جو کسی پیداوار کے عمل پیدائش میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں دوسرے وہ جنہیں عمل پیدائش میں کسی کردار کا مظاہرہ کئے بغیر محض ان کی غربت و افلاس کی وجہ سے دولت میں حصہ دار و شریک اور حقدار بنایا گیا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ کے ایک نسخہ میں ہے فی المال حق سوی الزکوٰۃ کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریب ضرورت مندوں کا حق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں فی مالک حق سوی الزکوٰۃ کہ تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ضرورت مندوں کا حق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۸ صد ۲۳۷ / ۲۳۸

ضرورت مندوں کی دو قسمیں ہیں

کچھ تو وہ ہوتے ہیں جو اپنی ضرورت کے مانگنے سے نہیں شرماتے' وہ سائل ہیں اور دوسرے وہ ضرورت مند بھی ہیں جو سوال کرنے شرماتے ہیں ، جب کہ وہ شدید ضرورت مند اور معاشی مصیبت سے بھی دو چار ہوتے ہیں ، مگر ان کا خودار ضمیر انہیں دست سوال دراز کرنے سے منع کرتا ہے ، تو ایسے لوگوں کی ہمیں خود تلاش کرنی چاہیئے کہ وہ ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی اظہار حاجت نہیں کرتے ، البتہ ان کا دل فریاد سے معمور رہتا ہے اور ان کی شکایات وحاجت زبان سے نہیں ، آہ سرد سے محسوس کی جاسکتی ہے ۔

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں تیرا فریاد سے معمور ہے

ایک عجیب واقعہ

یہاں ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جسے ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں : ہمارے شیخ عارف باللہ علی متقی علیہ الرحمتہ نے بتایا کہ ایک صالح آدمی اپنی حلال کمائی کا ایک حصہ خدا کے لئے بانٹ دیتے اور ایک حصہ اپنے کام میں لاتے اور بقیہ ایک حصہ اپنے کاروبار میں لگا دیتے ۔ ایک روز ان کے پاس ایک مالدار شخص آیا اور کہا کہ میں کسی غریب کی امداد کرنا چاہتا ہوں کہ کسی مستحق کی نشان دہی فرمائیں ۔ آپنے فرمایا کہ مستحق کے ہاتھ میں حلال کمائی والے کا ہی مال جاتا ہے جب اس نے مجبور کیا ، تو آپنے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مانگنے والے پھرتے ہوں گے جس کے بارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں تمہارا دل مانے اور مطمئن ہو، اسے دے دو، وہ چلا گیا، تو اسے ایک نابینا معمر منگتا ملا، اس نے اس کو جو دینا تھا دے دیا اور چلا آیا پھر دوسرے روز اس مالدار کا اس نابینے پر سے گذر ہوا، تو وہ نابینا اپنے ساتھی کو بتا رہا تھا کہ گذشتہ کل مجھے مالدار نے اتنی رقم دی کہ میرا کام بن گیا، میں نے شراب پی اور فلاں گانے والی عورت کے ساتھ شب بسر کی۔

مالدار نے سنا، تو اسے صدمہ ہوا کہ اس کے مال کو اس نابینا منگتے نے کہاں بیہودگی میں خرچ کیا، وہ اس صالح کے پاس آیا اور اسے واقعہ بتایا، تو اس صالح نے اپنی حلال کمائی سے مالدار کو کچھ دے کر کہا کہ جاؤ اور سب سے پہلے جس آدمی پر تمہاری نظر پڑے، یہ رقم فی سبیل اللہ اسے دے دو۔

چنانچہ وہ چلا گیا اور سب سے پہلے جس پر اس کی نظر پڑی، وہ ایک خوش لباس شخص تھا، معلوم ہوتا تھا کہ یہ دولت مند ہے، اسے دینے کو مالدار کا دل نہیں چاہتا تھا، تاہم صالح مذکور کے حکم کی وجہ سے اس نے وہ رقم اسی شخص کو دے دی۔ اس سفید پوش نے وہ رقم لی اور اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا اور ایک ویران مکان میں داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکل کر چلا گیا یہ مالدار بھی اس کے تعاقب میں تھا تاکہ یہ دیکھے کہ اس ویرانے میں جا کر کیا کیا ہے، اس نے جا کر دیکھا کہ وہاں ایک مرا ہوا کبوتر پڑا ہے اس مالدار نے اس سفید پوش کو قسم دے کر کہا کہ بتاؤ یہ کیا راز ہے اس نے کہا کہ اس کے بچے بھوک سے بلک رہے تھے اور مانگنے کو ضمیر گوارا نہ کرتا تھا، یہی مردہ کبوتر ملا تھا میں اسے لے جا رہا تھا کہ اسے پکاؤں اور بچوں کو کھلا کر ان کی جان بچاؤں، راستے میں آپ ملے اور فی سبیل اللہ کچھ رقم دے دی، اب چونکہ مجھے حلال مل گیا، اس لیے اس کبوتر کو واپس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس ویرانے میں پھینک کر گھر جا رہا ہوں تاکہ اس رقم سے کچھ حلال خرید دوں اور بچوں کو کھلاؤں، اس کے بعد اس مالدار کو اس صالح کی بات کا یقین ہو گیا (مرقاۃ۔ ج ۴۔ صہ ۱۹۹/۲۰۰)

اس لئے اہل دولت اور صاحب ثروت لوگوں کو ایسے باضمیر اور سفید پوش اہل فقر کا بھی خیال رکھنا چاہیئے، اس بات کا منتظر نہیں رہنا چاہیئے کہ گھر پر مانگنے والے آئیں گے، تو انہیں دے دوں گا، بلکہ بے منگتے ضرورت مندوں کو خود جا کر جستجو کرنا اور ظاہر حال سے نہیں، کچھ دل کی بصیرت اور دوسرے قرائن و شواہد سے بھی ان کی خبر رکھنا چاہیئے ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب!
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

حضرتِ عمر کا رعایا کی خوشحالی کے لئے فکر مند ہونا

سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، کا رعایا کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کے جذبے سے راتوں کو گشت کرنا ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے۔ تاریخ طبری میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے راتوں میں گشت کرنے کے سلسلے کو وسعت دینے کے پروگرام کو مرتب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا، تو انشاءاللہ راتوں کا گشت ساری مملکت میں پورا سال کروں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہر طرح کی کوشش کے باوجود بعض مجبوریوں کی بنا پر بعض لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے ہوں گے۔

فاسیر الی الشام فاقیم بہا تومیں شام جاؤں گا، وہاں دو ماہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شہرین ثم اسیر الی الجزیرة فاقیم	قیام کروں گا اور وہاں راتوں کا گشت
بھا شہرین ثم اسیر الی	کروں گا پھر جزیرے جاؤں گا، وہاں دو
مصر فاقیم بھا شہرین	ماہ قیام کروں گا، پھر مصر جاؤں گا، وہاں
ثم اسیر الی البحرین فاقیم	دو ماہ قیام کروں گا، پھر بحرین جاؤں گا،
بھا شہرین ثم اسیر الی الکوفة	وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر کوفے جاؤں
فاقیم بھا شہرین ثم اسیر الی	گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر بصرہ
البصرة فاقیم بھا شہرین	جاؤں گا، وہاں دو ماہ قیام کروں گا
واللہ لنعم الحول ھذا	اور یہ پورا سال میری راتوں کو گشت کا
تاریخ الطبری ۔ج ۵ ۔صہ ۱۸۱	سال ہو گا ۔قسم بخدا یہ اچھا سال ہو گا

اشہر مشاہیر اسلام کے مصنف لکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ قوم کے نگران اور چرواہے ہوں اور اس نے انہیں اس لئے حکمران نہیں بنایا کہ وہ قوم کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبا دیں۔

امام ابو نعیم حلیہ میں فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین اپنے زمانہ خلافت میں اس تمام سونے اور چاندی و دیگر اموال کو جو بیت المال میں جمع ہو جاتا حاجت مندوں اور مستحقوں میں بانٹ دیتے اور بیت المال میں کچھ باقی نہ چھوڑتے پھر وہاں دو رکعت نماز ادا کرکے فرماتے کہ یہ زمین اس بات کی گواہی دے گی کہ ہم نے اللہ کے بندوں کے لئے جو کچھ جمع کیا تھا، وہ سب انہیں بانٹ دیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شاہد قدرت کا آئینہ ہو، دل میرا نہ ہو
سر میں جز ہمدردیِ انساں کوئی سودا نہ ہو

الغرض اسلام کے نظامِ حکومت سے ایک ایسا اقتصادی و معاشی نظام معرضِ وجود میں آتا ہے کہ صالح و موزوں ہونے کی بدولت امّت کے ہر ہر فرد کے خوشحال و فارغ البال ہونے کی پوری ضمانت دیتا ہے۔

رعیّت کے لئے نقصان کا معاوضہ

اسلام کے معاشی نظام میں اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ اگر رعیّت میں سے کسی کا نقصان ہو جائے تو حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے اسے معاوضہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ کتاب الخراج میں ہے۔

اتی عمر رجال فقال یا امیر المومنین زرعت زرعا فمر بہ جیش من اھل الشام فافسدوہ فعوضہ عشرۃ الاف (ص ۱۱۹)

یعنی ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی اے امیر المومنین میں نے کھیت بویا، اہلِ شام میں سے ایک لشکر کا وہاں سے گزر ہوا تو میرا کھیت برباد ہو گیا۔ آپ نے اسے دس ہزار روپیہ معاوضہ دیا۔

اس واقعہ سے اسلام کے معاشی نظام کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیائے عیسائیت تک کے منکرین نے اسے ایک بے مثال معاشی نظام قرار دیا۔

والفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سربراہِ مملکت کو مہنگائی کی فکر

حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عوام کی معاشی تکلیف کی فکر اس حد تک ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں اپنی تکلیف کو بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، تو اس اثناء میں کسی دُور کے علاقے سے ایک نمائندہ آپکی خدمت میں حاضر ہوا، آپنے سب سے پہلے یہی سوال کیا کیف اسعارھم؟ قال قلت ارخص اسعار (تاریخ الطبری - ج ۵ - ص ۱۱) کہ ان کے ہاں عام چیزوں کے نرخ کیسے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ وہاں چیزیں بہت سستی ہیں۔ آپ نے اطمینان کا سانس لیا۔ معلوم ہوا کہ سربراہِ مملکت لوگوں کی معاشی خوشحالی کا ذمّہ دار ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے سراپا درد فکر سے ہی عالم اسلام میں معاشی خوشحالی کا دور لوٹ سکتا ہے ؎

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

اسلام کے مالیاتی نظام پر ایک نظر

اسلام کے معاشی نظام کے بروئے کار لانے کو مملکتِ اسلامیہ کے لیے سرکاری خزانے کا وجود ضروری ہے جسے بیت المال کہا جاتا ہے۔ ایک بیت المال مرکزی ہوتا ہے۔ دوسرے صوبائی از نیز ضلعی، اگر ضرورت ہو تو ایک ضلع میں متعدد بیت المال بھی قائم کیے جا سکتے ہیں جس سے عوام کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔ اب ہم اختصار کے ساتھ بیت المال کے ذرائع آمدا ور ساتھ ہی اس کے مصارف کے سلسلہ میں کچھ عرض کرتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذرائع آمد

(۱) زکوٰۃ (۲) عشر (۳) خراج (۴) جزیہ (۵) وقت (۶) کراء الارض (سرکاری زمین پر لگان) (۷) عشور (کسٹم ڈیوٹی) (۸) ضرائب (ہنگامی ٹیکس) (۹) فیے (بغیر جنگ کے بھاگ جانے والے کا سامان) (۱۰) خمس (۱۱) صدقات (۱۲) اموال فاضلہ (متفرق آمدنیاں) (۱۳) کانیں (۱۴) دفینے (۱۵) سواری ٹیکس (۱۶) ذرائع مواصلات (۱۷) برقیات (۱۸) سیاحت و زیارت (۱۹) تجارت (۲۰) صنعت و حرفت۔

مصارف

(۱) مصارفِ ثمانیہ (آٹھ قسم کے ضرورت مند جن کا ذکر قرآن میں بیان ہے) (۲) تنخواہیں، (۳) وظائف (۴) رفاہ عامہ (۵) شعبہ ہائے حکومت یعنی ہسپتال، سکول و مدارس، سڑکیں، پل اور مسافر خانے وغیرہا کے متفرق مصارف۔ اسلامی نظام یا نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے بعد غیر ملکی قرضوں کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی کیونکہ ذرائع آمد مصارف سے کہیں زیادہ ہیں۔ نیز ذرائع آمد میں سے اگر سواری ٹیکس معاف کر دیا جائے جیسا کہ اسلام کے نظامِ معیشت و آسودگی کا تقاضا ہے، تو بہتر ہوگا۔ اسلامی نظام کو خدا کا فضل کافی ہے کہیں سے قرضہ کی بھیک مانگنے کی حاجت ہرگز نہ ہوگی۔ غرضیکہ ذرائع آمد کے مقابلے میں مصارف کم ہیں، اس لئے اسلام کے نظامِ معیشت میں ٹیکسوں کی بھرمار نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ یہ نظام لوگوں کو حیاتِ حقیقیہ کے ذوق سے آشنا کرتا ہے۔

ہست دین مصطفےٰ دین حیات!
شرحِ او تفسیرِ آئین حیات!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زکوٰۃ

اسلام کے معاشی نظام اور مالیاتی پروگرام کے سلسلے میں زکوٰۃ ایک اہم ذریعۂ آمد ہے جو نماز کے بعد ہر صاحبِ نصاب عاقل و بالغ مسلمان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور نشو و نما کے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد دولت پاکیزہ ہو کر برکتوں سے نشو و نما پاتی ہے۔ نیز زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد دولت پاکیزہ ہو کر برکتوں سے نشو و نما پاتی ہے۔ نیز زکوٰۃ کی ادائیگی بندے کو اس بات کا احساس بھی دلاتی ہے کہ اس کے مال کا مالکِ حقیقی خدا تعالیٰ ہے اور اس کی حیثیت صرف خازن و امین کی ہے اور اس امانت کو رضاکارانہ طور پر ادا کرنا از حد ضروری ہے

کرتی ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتی ہے امیں

فلسفۂ زکوٰۃ

اسلام میں اہلِ دولت پر جو مالی حقوق عائد کیے گئے ہیں مثلاً زکوٰۃ، عشر اور خمس وغیرہ سب میں یہی حکمت و فلسفہ فرما ہے کہ ملک کی دولت چند ہاتھوں میں مرتکز و محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ (حشر آیت ۷) کہ ہم نے دولت مندوں پر زکوٰۃ و عشر و صدقات و خیرات ایسے مالی حقوق اس لئے عائد کیے ہیں کہ مال چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے اور چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے، بلکہ اس کی تحریک و گردش کا دائرہ اس طرح وسیع و عریض ہو کر پورے ملک و ملت کے افراد اس کی تقسیم سے مستفید و منتفع ہوں۔ آیتِ مذکورہ کے جملہ مسطور بالا نے اسلام کے نظامِ معیشت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی روح وخلاصہ کو بڑی جامعیّت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اسلام کے نظامِ معیشت کے برعکس سرمایہ دارانہ معیشت میں دولت سمٹ کر چند افراد کے ہاتھ میں جمع ہو جاتی ہے جس سے ملک کے چند افراد ازحد متموّل و مالدار بن جاتے ہیں اور ملک و قوم کے باقی افراد تنگ دستی و معاشی بدحالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے ایسی سرمایہ داری کی پہلے ہی بیخ کنی کر دی ہے اور اسلامی معاشرہ کو اس طرح کی تشکیل عطا کی کہ اس پر مہلک و تباہ کن سرمایہ داری کے دھبے کبھی بھی پڑنے نہیں پاتے اور اسلامی معاشرہ میں سرمایہ داری پنپ ہی نہیں سکتی اور دولت کو چند ہاتھوں میں مجتمع و مرتکز ہونے سے روکا اور اس سلسلے میں ایسے حفاظتی بند باندھے کہ اس سے دولت نہ تو چند ہاتھوں میں جمع ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کی افادیت چند افراد تک محدود رہ سکتی ہے۔ بلکہ اس کی حرکت و گردش تمام افرادِ ملک و ملت میں جاری رہتی ہے۔ لہٰذا اس میں نہ تو امیر، امیر تر اور نہ ہی غریب، غریب تر ہوتے ہیں، بلکہ نہایت حُسن وخوبی سے عزت و افلاس کا قلع قمع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ باہمی طبقاتی آگ اور تحاسد و تباغض کی بھٹی ہمیشہ کے لئے سرد ہو جاتی ہے جس سے غریب و مفلس لوگ آمادۂ بغاوت ہو کر اپنی ہی قوم کے خون کا دریا بہا دیتے ہیں اور باہمی کشت و خون جو سوشلزم و کمیونزم اور اشتراکیّت کا طرّۂ امتیاز ہے، عمل میں نہیں آتا۔ بلکہ معاشرہ کی عمارت دولت کی مساویانہ تقسیم پر کچھ اس طرح سے استوار کی جاتی ہے کہ پورا ملک امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے اشتراکی معاشرہ کو جس کی ہوا تک نصیب نہیں ہوتی۔ علامہؒ اقبالؒ سے اشتراکی معاشرہ کی بابت سنیے ؎

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رنگ و بو از تن نگیرد جانِ پاک | جز بہ تن کارے ندارد اشتراک[1]

دین آں پیغمبرِ حق ناشناس | بر مساواتِ شکم دارد اساس[2]

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت | پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات[3]

لیکن اسلام نے زکوٰۃ، عشر و صدقہ و خیرات ایسے مالی حقوق دولت مندوں اور مالداروں پر قائم کرکے غریبوں اور ناداروں کو ان کی دولت و ثروت میں حصہ دار بنا کر جو مساواتِ حقیقی پیدا کی ہے، اس میں نعرہ بازی اور ملمع سازی نہیں، بلکہ اس کی صدائے مساوات حقیقت و صداقت پر مبنی ہے جو ہمیں صدیوں سے دعوتِ عمل دے رہی ہے جو فرش نشیں غریب کو اٹھا کر تخت نشیں امیر کا ہم پہلو بنا دیتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کی زبان سے سنیئے ؎

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز | صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخ پیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط | کرتی ہے جو غریبوں کو ہم پہلوئے امیر

اقبال کس مساوات کا یہ فیضِ عام ہے

رومی فنا ہوا، جبشی کو دوام ہے

نفلی حج سے غریبوں کی امداد بہتر ہے

اسلام کے معاشی نظام میں غربت و افلاس کے دور کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد اگر کسی کے پاس فاضل دولت موجود ہے تو اسے بھی اس انداز سے خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ خرچ

---

[1] اشتراکی معاشرہ یا نظریۂ اشتراکیت و کمیونزم

[2] پیغمبر ناحق شناس یعنی لینن اور کارل مارکس

[3] سوشلسٹوں اور اشتراکیوں پر تنقید ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے والا اپنا مقصد بھی حاصل کرلے اور اس سے معاشرہ کے بدحال لوگوں کا بھلا بھی ہو جائے۔ مثلاً ایک شخص فاضل دولت سے کوئی ثواب کا کام کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں نفلی حج کرنے کا خیال رکھتا ہے تاکہ اسے خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو، تو اسلام کے معاشی نظام کی طرف سے اسے ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ نفلی حج کے بجائے اس رقم کو معاشرہ کے بدحال لوگوں پر صرف کرکے خدا کی خوشنودی حاصل کرے، اس سلسلے میں ہم امام غزالی علیہ الرحمتہ کا فرمان پیش کرتے ہیں۔

"بہت سے دولت مندوں کو حج پر روپیہ صرف کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ وُہ بار بار حج کرتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو بھوکا (اور ضرورت مند) چھوڑ جاتے ہیں (ایسا حج کہاں قبول ہوگا؟) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحیح فرمایا ہے کہ (قیامت کی علامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ) آخیر زمانہ میں بلا ضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی، ان کو حج کا سفر بہت آسان معلوم ہوگا (کہ جہازوں پر آئیں جائیں گے) روپیہ کی ان کے پاس کمی نہ ہوگی (جب کہ معاشرہ کے بدحال اور ضرورت مند لوگ پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور یہ نفلی حج کرتے پھرتے ہوں گے، لیکن) وُہ حج کے ثواب سے محروم و تہی دست واپس آئیں گے ابو نصر علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ ایک شخص امام الاولیا بشر بن حارث کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرا حج کا ارادہ ہے آپ نے پوچھا تیرے پاس کتنی رقم ہے؟ اس نے کہا دو ہزار درہم۔ فرمایا حج سے تیرا کیا مقصد ہے؟ اس نے عرض کی اللہ کی رضا جوئی۔ فرمایا کہ میں تمہیں ایسا کام بتاتا ہوں کہ تمہارے روپے بھی خرچ ہو جائیں اور خدا کی رضا جوئی بھی حاصل ہو اور تمہیں سفر بھی نہ کرنا پڑے، اس نے عرض کیا بخوشی، فرمایا، اچھا جاؤ اس مال کو ایسے دس آدمیوں کو دے دو جو مقروض ہوں، وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس سے اپنا قرضہ ادا کر دیں اور اگر تمہاری طبیعت چاہے، تو یہ ایک ہی امفروض یا کسی حاجت مند کو دے دو۔

فان ادخال السرور علی قلب المسلم واغاثۃ اللھفان وکشف الضر واعانۃ الضعیف افضل من مائۃ حجۃ بعد حجۃ الاسلام (احیاء العلوم ۔ج ۳ ۔ ص ۲۹۷)

ترجمہ، کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا، بے کس کی امداد، ضرورت مند کی ضرورت پوری اور کمزور کی اعانت کرنا سو نفلی حج سے افضل ہے (اور اگر تو نے ایسا نہ کیا اور ضرورت مندوں کو چھوڑ کر حج پر چلا گیا، تو تیرا حج قبول نہ ہوگا، کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے کہ وُہ صرف متقین کے عمل کو قبول فرمائے گا۔ (احیاء العلوم، ج ۳۔ ص ۲۹۷۔ طبع مصر)

سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟
انجمن ہے پیاسی اور پیمانہ بے صہبا تیرا

ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنا مسجد کی تعمیر سے بہتر ہے

اسی کتاب میں ایک جگہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بعض لوگ معاشی بدحالی میں مبتلا لوگوں کی ضروریات میں صرف کرنے کی بجائے مساجد کی تعمیر وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں، حالانکہ ضرورت مند کی ضروریات کو پورا کرنا مسجد کی تعمیر سے کہیں بہتر اور اہم ہے۔

صرف المال الیھم اھم و افضل واولیٰ من الصرف الی بناء المساجد و زینتھا۔	یعنی ضرورت مند مسلمانوں کی ضروریات میں مال خرچ کرنا مساجد کی تعمیر و آرائش پر خرچ کرنے سے زیادہ ضروری و بہتر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(ج ۳ - صہ ۳۹۶) اور افضل ہے۔

پاکستان کی قومی آمدنی اور زکوٰۃ

اگر پاکستان کی قومی آمدنی کی زکوٰۃ پاکستان کے نادار افراد میں تقسیم کی جائے، تو اس سے تقسیم دولت کا جس قدر وسیع سلسلہ عمل میں آسکتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی قومی آمدنی پندرہ ارب تیس کروڑ روپے کے قریب تھی۔ زکوٰۃ کی شرح اڑھائی فیصد کے حساب سے قومی آمدنی سے اگر زکوٰۃ نکال لی جائے، تو اڑتیس کروڑ پچیس لاکھ روپے سالانہ غریبوں میں تقسیم ہوتے ہیں (ملاحظہ کیجئے ۱۹۶۵ء کا سرکاری بجٹ)

اموال ظاہرہ و باطنہ

اموال کی دو قسمیں ہیں ظاہرہ و باطنہ۔ اوّل الذکر وہ مال ہے جسے گھر میں چھپا کر رکھنا ممکن نہ ہو۔ جیسے جانور اور کھیتی اور ثانی الذکر وہ مال ہے جسے گھر میں چھپایا جاسکتا ہے جیسے سونا اور چاندی۔ ثانی الذکر مال کی زکوٰۃ اگر صاحب مال از خود حکومت کو ادا کرے، تو بہتر ورنہ اس سے جبراً وصول نہیں کی جائیگی۔ البتہ اگر سونا چاندی یا نقد عرفی جسے روپیہ کہتے ہیں کو گھر سے باہر کسی دوسری جگہ منتقل کریں جہاں ڈاکوؤں، لیٹروں اور چوروں کے شر سے تحفظ دینا حکومت کی ذمہ داری میں آتا ہو اس صورت میں حکومت جبری طور پر اس کی زکوٰۃ بھی وصول کرسکتی ہے۔ بینکوں کا حکم بھی یہی ہے کہ ان کی حفاظت بھی حکومت کی ذمہ داری میں شمار ہوتی ہے۔ زیلعی فرماتے ہیں۔

فیأخذ الصدقات من الاموال	یعنی حکومت کا کارندہ ان اموال کی زکوٰۃ
لان الجبایۃ بالحمایۃ۔ (تبیین	وصول کریگا کیونکہ ٹیکس (یا زکوٰۃ) کی وصولی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حفاظت کی وجہ سے اس کا حق ہے۔ الحقائق امام زیلعی ج ۱ صہ ۲۸۲)

نیز وزیر خزانہ یا افسر خزانہ اموال زکوٰۃ کو اسی طرح خرچ کرنے کے پابند ہیں۔ جس طرح قرآن وسنت کی ہدایات ہیں اور قرآن وسنت نے ہر طرح سے اس کی وضاحت کر دی ہے جس کو پیش نظر رکھنے والا غلطی میں نہ پڑے گا۔

صفتِ برق چمکتا ہے مرا فکر بلند!!
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمتِ شب میں راہی

نگرانی کا حق

اسلام کے معاشی نظام کی برتری کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے اصول خدا تعالیٰ کے وضع کردہ ہیں اور زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے اپنی مرضی سے کچھ کہنے یا کرنے کے مجاز نہیں۔ بلکہ دونوں خدا و مصطفےٰ جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی و امر پہ چلنے کے پابند ہیں۔ اس لئے اسلام زکوٰۃ دینے والوں کی نگرانی کا بھی حق دیتا ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے اموال صحیح مصرف پر صرف ہوئے ہیں یا نہیں، اگر ضرورت پڑے تو ذمہ دار افسر کے خلاف عدالت میں دعویٰ بھی دائر کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ درہم و دینار یعنی نقد رقم اور سونے چاندی کی زکوٰۃ صاحب نصاب اپنی مرضی سے جہاں چاہے دے اور جس مستحق کو مناسب سمجھے عطا کر سکتا ہے لیکن حکومتِ اسلامیہ کی تجارت پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے، اس میں جو مزاحم ہو، اسے باغی تصوّر کیا جاتا ہے اور امیر اسلام اس سے اکراہ وجبر کے ساتھ زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے اور زرعی پیداوار کا عشر بھی حکومت اسلامیہ وصول کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔ حکومت اسلامیہ اس سلسلے میں پوری توجہ سے اور بلاد ورعایت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حصول کی تگ و دو کریں تاکہ وہ معاشی بدحالی میں مبتلا افراد کی حالت سدھارنے میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکے

ہر ایک مقام سے آگے گزر گیا ماہِ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصارف زکوٰۃ

قرآن کریم میں زکوٰۃ کے درج ذیل آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ **فقراء**: جن کے پاس اس قدر سرمایہ نہ ہو جس سے ان کی ضرورت پوری ہوسکے۔

۲۔ **مساکین**: جن کے پاس سرے سے کچھ بھی نہ ہو۔ فقیر و مسکین میں فرق آگے چل کر ملاحظہ فرمایئے۔

۳۔ **عاملین**: جنہیں حکومت کی طرف سے زکوٰۃ و عشر کی تحصیل پر مامور کیا گیا ہو ان کو زکوٰۃ سے اس قدر دیا جائے گا جس سے ان کی اور ان کے زیر کفالت متعلقین کی ضروریات پوری ہوسکیں۔

مؤلفۃ القلوب: ضعیف الایمان لوگوں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لئے یا مائل بہ اسلام لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب کے سلسلے میں یا معاندین اسلام شر پسندوں کو شر سے باز رکھنے کے لئے زکوٰۃ دی جاتی تھی یہ مضمون گروہ مؤلفۃ القلوب کہلاتے ہیں (فتح القدیر) اس کی مزید تفصیل عنقریب آرہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رقاب ، مکاتبین کو بدل کتابت دیکر آزادی سے ہمکنار کرنا۔

۴۔ **غارمین** ، وُہ مقروض جن کے پاس اس قدر سرمایہ نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کرسکیں۔

۵۔ **ابن السبیل** ، مسافر جن کا وطن میں تو سرمایہ ہو لیکن سفر کی حالت میں اُن کا سفرخرچ ختم ہو چکا ہو۔ (ہدایہ جلد اوّل صفحہ ۱۸۷ طبع دہلی)

۶۔ **فی سبیل اللہ** (یعنی خدا کی راہ میں) قرآن کریم میں جہاں کہیں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وہاں کبھی تو عام معنی مراد لیاجاتا ہے جس پر لفظ فی سبیل اللہ کی بظاہر دلالت ہے۔ یہ معنیٔ عام جو دراصل لفظ فی سبیل اللہ کا مدلول ہے ہر قسم کی نیکی اور ہر طرح کے کارِ خیر کو شامل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ۔ الی آخرھا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون منا ولا اذی لھم اجرھم۔ الی آخرھا۔

اس قسم کے ارشاد باری تعالیٰ میں واقع ہونیوالے لفظ" فی سبیل اللہ " کو کسی نے بھی جہاد کے معنی کے ساتھ مختص نہیں کیا بلکہ اس سے معنی عام مراد لیاجاتاہے جس کا تعلق ہر مستحق امداد سے ہے خواہ وہ کوئی بھی کارِ خیر انجام دے رہا ہو، تنہا ہو یا ادارہ کی شکل میں ہو۔

، کبھی لفظ " فی سبیل اللہ " سے معنیٔ خاص مراد لیاجاتا ہے اور وُہ اللہ کے دین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی مدد، اس کے دشمنوں سے جنگ اور روئے زمین پر اس کا بول بالا کرنا ہے حتیٰ کہ کفر کا فتنہ فرو ہو اور اس کا دین غالب۔ اور آیت کے سیاق و سباق سے ہی پتہ چل سکتا ہے کہ " فی سبیل اللہ " سے وہاں کون سا معنی مراد ہے۔ عام یا خاص ؟ اور یہ خاص معنی قتال و جہاد کے ذکر کے بعد آیا کرتا ہے۔ مثلاً

" قاتلوا فی سبیل اللہ " " وجاھدوا فی سبیل اللہ "

اور اسی طرح کفار کے ساتھ جنگ کے ذکر کے بعد فرمایا گیا۔

" وانفقوا فی سبیل اللہ " ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (بقرہ ۱۹۰)

بلاشبہ یہاں انفاق فی سبیل اللہ سے مراد، اسلام کی امداد و حمایت کرنا، دشمنان اسلام جو لوگوں کو اسلام لانے سے روکتے ہیں کے مقابلہ میں اللہ کی توحید و اسلام کا بول بالا کرنا ہے اسی طرح آیت کریمہ انما الصدقات میں وارد ہونے والے لفظ " فی سبیل اللہ " کا سیاق و سباق بھی اسی معنیٰ خاص کو متعین کر رہا ہے بلکہ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز ہی کفار و مشرکین سے برأت کے ساتھ ہو رہا ہے جو ان کے لئے کھلا اعلان جنگ ہے۔ پھر خصوصیت کے ساتھ اس آیت کے آگے اور پیچھے کی آیات بھی اسی معنیٰ خاص کے مراد و متعین ہونے کو واضح کر رہی ہیں۔ وہ یہ کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد و اسلام کی امداد و حمایت میں خرچ کرنا ہے۔ وہ عام معنی مراد نہیں کیونکہ اگر وہ معنیٰ عام مراد لیے جائیں اور کہا جائے کہ اس سے مراد ہر اچھے اور تعمیری کام میں خرچ کرنا ہے تو اس صورت میں مصارف کا آٹھ میں انحصار بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ خدا کی راہ میں عام خرچ کرنے کے مواضع و اقسام و مواقع آٹھ میں منحصر نہیں بلکہ وہ بیسیوں اقسام و مواقع ہیں اور ہر قسم کے سینکڑوں افراد ہیں بلکہ فی سبیل اللہ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہر نیک کام میں خرچ کرنے کے معنی مراد لینے کے بعد باقی سات مصارف کے علیحدہ طور پہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی بلکہ ان کا علیحدہ ذکر کرنا بلا وجہ تکرار سا قرار پاتا ہے حیب کہ کلام الٰہی کچھ ایسا معجز واقع ہوا ہے کہ اس میں اس قسم کے بے فائدہ تکرار کا تصوّر تک نہیں کیا جا سکتا۔

لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں "فی سبیل اللہ" سے ایسا خاص معنیٰ مراد لیا جائے جو اسے بقیہ سات مصارف سے ممتاز کردے۔ یہی وہ مفہوم ہے جسے شروع سے لے کر اب تک ائمہ تفاسیر و فقہاء مجتہدین اختیار کرتے چلے آئے ہیں اس سلسلے میں دوسرے دلائل بھی ہیں اور اس سب کچھ کی بنیاد پر ائمہ کرام نے یہاں "فی سبیل اللہ" سے مراد جہاد لیا ہے اور یہ بھی واضح کردیا ہے کہ جب "فی سبیل اللہ" کا لفظ مطلق ہو تو اس سے جہاد ہی مراد ہوگا۔ چنانچہ امام علامہ ابن اثیر جزری علیہ الرحمۃ متوفی ۶۰۶ھ معاصر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ "النہایہ" میں لکھتے ہیں کہ

سبیل اللہ عام یقع علی کل عمل خالص سلک بہ طریق التقرب الی اللہ تعالٰی باداء الفرائض والنوافل وانواع التطوعات واذا اطلق فہو فی الغالب واقع علی الجہاد حتی صار لکثرۃ الاستعمال کانہ مقصو (النہایہ ج ۲ صہ ۳۳۸/۳۳۹ طبع بیروت)	سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جو فرائض کی بجا آوری و نوافل اور ہر قسم کے اچھے کاموں کے ذریعے اختیار کئے جانیوالے ہر خالص عمل کو جس سے خدا کا قرب مقصود ہو شامل ہے اور جب علی الاطلاق اس لفظ کا استعمال ہو تو غالبا اس سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا استعمال جہاد کے معنی میں اس کثرت سے ہوا ہے کہ گویا اس کا معنی جہاد ہی ہو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر رہ گیا ہے۔

ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن میں " فی سبیل اللہ " کے لفظ کا علی الاطلاق استعمال ہوا ہے اور ائمہ کرام نے اسے " جہاد " پر بھی محمول کیا ہے۔ اس قسم کے تمام کے تمام قرائن اسباب کے حق میں جاتے ہیں کہ مصارف زکوٰۃ کی آیت میں وارد ہونے والے لفظ " فی سبیل اللہ " سے جہاد ہی مراد ہے جیسا کہ جمہور ائمہ کا مذہب ہے وہ عام معنی مراد نہیں جو محض لغوی حیثیت رکھتا ہے۔

فقہ حنفی ، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مجاہد ہے لیکن حنفیہ اس میں یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ وہ فقیر و حاجت مند ہو اور سامان جنگ از خود لینے کی استطاعت بھی نہ رکھتا ہو یہ امام ابو یوسف و امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جب کہ امام محمد اس میں حاجت مند حاجی کو بھی شامل کرتے ہیں علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا فی سبیل اللہ سے مراد مجاہد لینا اس لئے ہے کہ جب فی سبیل اللہ علی الاطلاق استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی جہاد بھی ہوتے ہیں (حواشی ہدایہ علامہ بدرالدین عینی ج ۱ ص ۱۸۷ طبع دہلی)

فقہ شافعی ، فقہ شافعی کی رو سے بھی فی سبیل اللہ سے مجاہد مراد ہے چنانچہ امام جلیل مجتہد نبیل امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

ویعطی من سھم سبیل اللہ	سبیل اللہ کی مد سے اسے دیا جائے گا جو
جل وعز من غزا من جیران الصدقۃ	مجاہد ہو خواہ غنی ہو یا محتاج اور مجاہدین
فقیرا کان او غنیا ولا یعطی	کے سوا کسی اور کو نہ دیا جائے گا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غایۃ ھمر (کتاب الام امام شافعی ج ۲ صہ ۶۲)

اس میں بھی فی سبیل اللہ کے مصرف کو مجاہد کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے جیسا کہ ہدایہ کے حوالہ سے گذرا مگر حنفیہ مجاہد کے لئے فقر و ناداری کی شرط مانتے ہیں جب کہ امام شافعی اس حکم کو عام رکھتے ہوئے غنی اور غیر غنی دونوں مجاہدوں کے لئے زکوٰۃ صرف کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

فقہ مالکی : فقہ مالکی کی رو سے بھی فی سبیل اللہ سے مجاہد مراد ہے چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب "المدونۃ الکبری" میں امام جلیل مجتہد نبیل امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس طرح ہے۔

وسألناه عن الرجل يوصي	ہم نے امام مالک سے ایسے شخص کے بارے میں
بانفقة في سبيل الله قال يبدأ	سوال کیا جس نے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی
باهل الحاجة الذين في سبيل الله	وصیت کی آپ نے فرمایا اس کی ابتداء ان
(المدونۃ ج ۱ صہ ۳۰۲)	ضرورتمندوں سے کیجائے جو خدا کی راہ میں ہیں

امام مالک علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد گرامی میں اہل حاجت فی سبیل اللہ کا ذکر ہے یعنی وہ حضرات جنہیں راہ خدا میں خرچ کی حاجت و ضرورت پیش آگئی ہو اور وہ مجاہدین ہی ہیں چنانچہ علامہ شیخ احمد فقیہہ مالکی لکھتے ہیں۔

وفي سبيل الله القائمين بالجهاد	اور اللہ کی راہ میں یعنی ان لوگوں کو جو جہاد
ويشترى منها لهم من سلاح ودرع	میں مصروف ہیں وہ زکوٰۃ سے جنگی ہتھیار و
... ومذهب مالك ان طلبة العلم	زرہ اور گھوڑا خریدینگے اور امام مالک کا مذہب
لهم ... نصيب ... الاخذ من	ہے کہ جو علم دین کے طلبگار اور علم دین میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الزکوٰۃ والاغنیاء اذا انقطع حقہم من بیت المال لانہم مجاہدون (حاشیہ الصاوی علی الجلالین ج ۲ صد ۱۳۲)

لگے ہوئے ہیں ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ وُہ غنی ہوں جب کہ بیت المال سے ان کا حق منقطع ہوگیا ہے کیونکہ وُہ بھی مجاہدین ہیں

علامہ شیخ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمتہ نے امام مالک کا مذہب بیان فرما کر اس حقیقت کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ "فی سبیل اللہ" سے جو مجاہدین مراد لئے جاتے ہیں ضروری نہیں کہ وُہ جہاد عسکری میں مصروف ہوں بلکہ جہاد عام ہے خواہ جنگ کی صورت میں تلوار کے ساتھ ہو یا علم دین کی نشر و اشاعت اور دین کی تبلیغ کی شکل میں ہو، گویا جو شخص بھی دین اسلام کی حمایت و اعانت کا کام کر رہا ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے لہذا وُہ "فی سبیل اللہ" کی مد میں زکوٰۃ کا مستحق ہے اور اس حقیقت سے کس عقل مند کو انکار ہو سکتا ہے کہ جس طرح تلوار وغیرہ کے ذریعے جہاد ہوتا ہے ایسے ہی زبان و قلم سے بھی ہوتا ہے۔ بلکہ علمی و فکری صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے زبان و قلم سے جہاد کرنا، جہاد بالسیف اور جنگی ہتھیاروں کے ساتھ جہاد کرنے سے کہیں زیادہ موثر ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کافروں کی مذمت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر کہتے تھے۔
اسی طرح نسائی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے۔

خلّوا بنی الکفار عن سبیلہ   الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ضربا یزیل الہام عن مقیلہ   ویذھل الخلیل عن خلیلہ

ترجمہ: کافروں کے بیٹو! حضور کے راستے سے الگ ہو جاؤ آج ہم حضو ر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مکہ میں وارد ہونے پر نہیں ضرب کاری لگائیں گے (اگر تم نے عہد شکنی کی) ایسی کاری ضرب لگائیں گے کہ وہ تمہاری کھوپڑیوں کو ان کی جگہ سے پرے کر دیگی اور دوست کو دوست سے بے خبر کر دیگی۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا کہ اے ابن رواحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حرم الہٰی میں شعر گوئی کر رہے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر!

خلّ عنہ فلھو اسرع فیھم من نضح النبل (نسائی شریف جلد ۲ صـ ۲۹)	اسے کچھ نہ کہو اس کا کلام کفار پر تیر اندازی کی نسبت کہیں زیادہ تیز اثر کرنے والا ہے

اس حدیث کو امام نسائی کچھ آگے چل کر محمد بن عبدالمالک کے طریق سے پھر لاتے ہیں اس میں ہے

والذی نفسی بیدہ لکلامہ اشد علیھم من وقع النبل (نسائی ج ۲ صـ ۳۲)	خدا کی قسم اس کلام کا کافروں پر تیر اندازی سے کہیں زیادہ سخت ہے۔

اس حدیث شریف میں واضح ہو گیا کہ جہاد صرف فوجی قوت کے ذریعے ہی نہیں کیا جاتا بلکہ جہاد قوۃِ فکری وقوۃ علمی کے ذریعے بھی ہوتا ہے اسی طرح اقتصادی و سیاسی قوت سے لادین عناصر کا مقابلہ کرنا بھی جہاد ہے ان تمام امور میں ضرورت ہے کہ بنیادی شرط پائی جائے اور وہ یہ کہ ان تمام امور میں اسلام کی سربلندی دین حق کا بول بالا مقصود ہو اس سلسلے میں زکوٰۃ خرچ کی جائے گی اور بلاشبہ اس کا شمار مصارف ثمانیہ میں سے "فی سبیل اللہ" کے ہی مصرف میں ہو گا چنانچہ امام المفسرین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام ابوجعفر طبری علیہ الرحمۃ متوفی ۳۱۰ھ اپنی مشہور تفسیر جامع البیان میں ارشاد فرماتے ہیں۔

یعنی وفی النفقۃ فی نصرۃ دین اللہ وطریقہ وشریعتہ التی شرعھا لعبادہ بقتال اعدائہ وذلک ھو غزو الکفار۔ (تفسیر طبری ج۱ ص۴۴۴)	یعنی فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کے دشمنوں سے قتال و جنگ کے ذریعے اللہ کے دین، اس کی راہ اور اس کی اس شریعت کی حمایت میں خرچ کرنا جو اس نے اپنے بندوں کے لیے تجویز کی ہے، یہی کفار کے ساتھ جہاد ہے۔

امام ابن جریر علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے بھی یہ حقیقت اور مدلل ہو گی کہ کفار و ملحدین کے مقابلہ اور ردِ دینِ اسلام و شریعت مطہرہ کی تائید و حمایت اور اس کی اشاعت و فروغ میں "فی سبیل اللہ" کی مد میں سے زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے اور یہ امر بھی ائمہ اربعہ و دیگر جمہور فقہاء کے نزدیک مسلم ہے کہ جن پر فی سبیل اللہ کی مد سے زکوٰۃ خرچ ہو وہ افراد ہوں لیکن مالکی فقہ کے جمہور علماء افراد کی شرط بھی عائد نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ جہاد کے تمام مصالح و ضروریات میں زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے خواہ اس سے افراد و اشخاص کو فائدہ پہنچے یا پورے اجتماعی معاشرۂ اسلامیہ کو مجاہدین کو۔ بہرصورت موصوف کے نزدیک بھی "فی سبیل اللہ" سے جہاد ہی مراد ہے۔

فقہ حنبلی کی رو سے بھی "فی سبیل اللہ" سے مجاہدین پر خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ الانصاف میں ہے۔

السابع فی سبیل اللہ وھم	یعنی ساتواں مصرف فی سبیل اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الغزاة الذین لا دیوان لھم۔ | ہے اور وہ ایسے مجاہدین ہیں جن کا
(الانصاف ج ۳ صد ۲۳۵) | بیت المال سے کوئی وظیفہ نہیں۔

فقہ حنبلی میں بھی فی سبیل اللہ سے مجاہدین کا بطور مصرف مراد ہونا واضح ہوگیا۔

ائمہ اربعہ کا متفق علیہ موقف

تین امور ایسے ہیں جن پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے۔ ایک یہ کہ قطعی طور پر جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ دوئم یہ کہ زکوٰۃ کا اشخاص مجاہدین پر صرف کرنا جائز ہے لیکن جہاد کے مصالح وضروریات پر صرف کرنا بغیر اس کے کہ افراد پر خرچ ہو اختلافی چیز ہے۔ سوئم یہ کہ بندوں، پلوں، مساجد و مدارس اور ہسپتال کی تعمیر، سڑکوں کی تعمیر و مرمت، مردوں کے کفن اور اس قسم کے قومی و رفاہی کاموں پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک تو اس لئے کہ ان امور میں تملیک کی شرط کا فقدان ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس لئے کہ یہ امور مصارفِ ثمانیہ میں سے نہیں ہیں۔ ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے۔

فقہ حنفی کا عندیہ تو ہے ہی اور دیگر ائمہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ان مصارف اور جو ان مصارف کی تشریح و تفسیر کے مطابق مستحق ہیں کے علاوہ زکوٰۃ کسی دوسرے مصرف میں نہیں دی جاسکتی۔ چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب "المدونۃ الکبریٰ" میں ہے کہ۔

قال مالک بن انس لا یجزئہ ان یُعطی من زکوۃ فی کفن میت | امام مالک بن انس نے فرمایا کہ میت کے کفن میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ صدقہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لان الصدقة للفقراء المساکین ومن سمی اللہ ولیس الاموات ولا لبناء المساجد شیٔ (المدونۃ ج ۱ ص ۲۹۹)	زکوٰۃ فقراء و مساکین اور ان لوگوں کے لئے ہی ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے مصارف میں ذکر فرما دیا' مردوں کے لئے نہیں اور نہ ہی مساجد کی تعمیر کے لئے کچھ جائز ہے

امام مالک علیہ الرحمتہ کے ارشاد سے بھی واضح ہو گیا کہ رفاہی کاموں میں اگرچہ وُہ عبادت خانہ ہی کیوں نہ ہو زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح امام ابن قدامہ علیہ الرحمتہ المغنی میں فرماتے ہیں۔

فقہ حنبلی' اسی طرح فقہ حنبلی کی مشہور کتاب المغنی میں ہے۔

ولا یجوز صرف الزکوٰۃ الی غیر ذکر اللہ تعالٰی من بناء المساجد والقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وسد البثوق وتکفین الموتی والتوسعۃ علی الاضیاف واشیاہ ذلک من القرب التی لم یذکرھا اللہ تعالٰی۔ (المغنی لابن قدامہ رحمۃ اللہ تعالٰی ج ۲ ص ۶۶۷)	اور جن مصارف کا اللہ نے قرآن میں ذکر کر دیا ہے ان کے علاوہ مسجدوں' پلوں اور سبیلوں کی تعمیر' سڑکوں کی مرمت' سیلاب کے آگے بند کی تعمیر' مردوں کے کفن دینے' مہمان خانوں اور اسی طرح کے نیک کاموں پر جن کا قرآن کے مصارف زکوٰۃ میں اللہ نے ذکر نہیں کیا زکوٰۃ خرچ نہیں کی جا سکتی۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ائمہ مذاہب اربعہ رفاہی کاموں میں جہاں تک تصوّر نہیں پایا جاتا۔ وہاں ہونے اور وصولی کی اہلیت کا فقدان ہے۔ زکوٰۃ کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ علامہ یوسف قرضاوی نے بھی ائمہ اربعہ کا یہی مسلک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نقل کیا ہے۔

عدم جواز صرف الزکوٰۃ فی	ائمہ اربعہ مساجد، سیلاب کے بند، پلوں
جہات الخیر والاصلاح العامۃ من	اور مدارس کی تعمیر، سڑکوں کی مرمت،
بناء السدود والقناطر وانشاء	مردوں کی تکفین، ایسے نیک کاموں ور رفاہی
المساجد والمدارس واصلاح	منصوبوں میں زکوٰۃ صرف کرنے کی اجازت
الطرق وتکفین الموتی ونحو ذلک	نہیں دیتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے
واغلب ھذہ الامور علی موارد	تعمیری اور رفاہی کام بیت المال کی مال
بیت المال الاخری من الفیٔ والخراج	غنیمت اور خراج ایسی دوسری آمدنیوں
وغیرھما وانما بعد بجز الصرف	سے کئے جائیں۔ ان امور پر زکوٰۃ یا تو تملیک
فی ھذہ الامور لعدم التملیک فیھا	کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ حنفیہ کا
کما یقول الحنفیۃ او لخروجھا	مذہب ہے یا قرآن کے بیان کئے ہوئے آٹھ
عن المصارف الثمانیۃ کما یقول غیرھم	مصارف سے باہر ہونے کی وجہ سے
(فقہ الزکوٰۃ ج ۲ ص ۶۴۴)	جیسا کہ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں۔

الغرض، حنفیہ چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک کو رکن قرار دیتے ہیں اور رفاہی کاموں میں تملیک نہیں پائی جاتی اس لئے وہ رفاہی کاموں میں زکوٰۃ کو صرف کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور دوسرے ائمہ جو زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک کو رکن نہیں سمجھتے وہ رفاہی کاموں میں زکوٰۃ کے خرچ کرنے کی اس لئے اجازت نہیں دیتے کہ ان کے نزدیک یہ رفاہی کام ان آٹھ مصارف میں شامل نہیں جن کا قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انما الصدقات میں لفظ انما حصر کے لئے ہے۔ جس کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مفاد یہ ہے کہ ان آٹھ امور کے علاوہ کسی اور کام میں زکوٰۃ صرف نہ کی جائے! اور یہ کہ ملکی و ملی رفاہی کام بیت المال (خزانہ) کی دوسری آمدنیوں سے کئے جائیں۔ جیسے مالِ غنیمت اور خراج ایسی دوسری مدیں ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ یہاں کہا جا سکتا ہے کہ آج کے دور میں مالِ غنیمت خزانہ کی آمدنیوں میں نہیں اور نہ ہی خراج کی کوئی اس قدر آمدنی ہے تو رفاہی کاموں کے مصارف کا کیا ہو گا اس سلسلے میں یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اس وقت اور مدیں ایسی بھی ہیں جو اُس زمانہ میں نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اس وقت بیشمار محکمے ایسے ہیں جو کروڑوں روپے کی بچت کر رہے ہیں جنہیں حکومت تجارتی بنیادوں پر چلا رہی ہے۔ مثلاً کسٹم، کانیں، سواری ٹیکس، ریلوے، بسیں، ٹیلی فون، تار، ریڈیو، ٹی وی، اخبارات (پانچوں مواصلات کے محکمہ کے اہم پیداواری شعبے ہیں) بجلی سیاحت، ڈاک، کورٹ فیس وغیرہ ایسے بے شمار ذرائع ہیں۔ اگر حکومت ان سے متعلقہ لگان یا ٹیکس نصف کی حد تک بھی کم کر دے اور انکم ٹیکس سرے سے ختم یا اس میں اچھی خاصی کمی کر دے جب بھی تمام ملکی مصارف پورے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ حکومت اپنے غیر ضروری مصارف ترک یا ان میں معقول حد تک کمی کر کے کفایت شعاری و قناعت سے کام لے۔

بعض ائمہ کا مذہب تاہم بعض ائمہ و محققین فقہاء، جن کی تعداد بہت ہی قلیل ہے اس طرف گئے ہیں کہ قرآن میں وارد لفظ "فی سبیل اللہ" ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی میں بڑی وسعت و گنجائش ہے یعنی "خدا کی راہ" میں۔ اس میں ہر تعمیری کام جو ثواب کی نیت سے کوئی شخص یا ادارہ کرتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شامل ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ امام قفال علیہ الرحمتہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بعض فقہاء فی سبیل اللہ میں ہر اس کام کو شامل کرتے ہیں جس کا فائدہ کسی شخص کو حاصل ہو یا جماعت کو یا پوری قوم و امت کو۔

انہم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد قولہ "فی سبیل اللہ" عام فی الکل۔
(تفسیر کبیر جلد ۱۶ صہ ۱۱۳)

یعنی بعض فقہاء نے مردوں کی تکفین و قلعوں کی تعمیر و مساجد کی عمارت ایسے تمام نیک کاموں میں زکوٰۃ صرف کرنے کو جائز قرار دیا کیونکہ ان کے نزدیک "فی سبیل اللہ" کل کو شامل ہے۔

علامہ یوسف قرضاوی نے البتہ فی سبیل اللہ کے معنی میں اس حد تک توسیع کے خیال کا اظہار فرمایا ہے کہ "فی سبیل اللہ" سے جو مجاہد و غازی مراد لیا جاتا ہے۔ اس سے صرف وہ مجاہد و غازی ہی مراد نہیں جو عرفی و عسکری جہاد کا مجاہد ہے۔ بلکہ مجاہد عام ہے تلوار و بندوق سے کرنے والا ہو یا قوت علمی و فکری سے کرنے والا لہذا اس میں جہاد کی وہ تمام صورتیں داخل ہو جاتی ہیں جن سے کفار و لادین عناصر سے مقابلہ کیا جاتا ہے خواہ وہ کفار و لادین عناصر اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک اس تعبیر میں جہاد معروف کے علاوہ کفار و لادین عناصر سے تقریر و تحریر ایسے ہر تعمیری و ذہنی منصوبوں کے ذریعے مقابلہ کرنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ مثلاً مقامات مقدسہ کو کفار یہود سے آزاد کرانا، غیر مسلم اقوام کے تسلط سے مسلمانوں کو آزادی دلانا جیسے مسئلہ کشمیر وغیرہ ہے اسی طرح نظریاتی و فکری اعتبار سے مسلمانوں کی راہنمائی کرنا، تبلیغ کے لئے وفود بھیجنا، مخالفین اسلام کے باطل و بے ہودہ نظریات کی تردید میں کتابیں اور رسائل لکھنا اور انہیں مفت یا کم قیمت پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فراہم کرنا۔ یہ تمام صورتیں جہاد فی سبیل اللہ میں آجاتی ہیں۔ راقم الحروف علامہ یوسف قرضاوی کی نسبت فی سبیل اللہ کے مفہوم میں مزید اس حد تک توسیع کا بھی قائل ہے کہ ہر اس تعمیری کام پہ زکوٰۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ غیر مسلم اقوام سے ہٹانا مقصود ہو، یعنی غیر مسلم اقوام کوئی تعمیری کام کر کے اس کے ذریعے غریب مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہوں اور اندیشہ ہو کہ اگر یہاں مسلمانوں یا مسلمان حکومت کی طرف سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں اس طرح کے تعمیری کام کے ذریعے عوام کو سہولت نہ پہنچائی گئی تو عوام غیر مسلموں کی ان سہولتوں سے استفادہ کر کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے اور اس طرح اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے تو ایسے موقع پر مد زکوٰۃ میں سے خرچ کر کے عامۃ الناس کے لیے ویسا تعمیری درفاہی کام کرنا بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق قرار پاتا ہے۔ خواہ یہ تعمیری کام ہسپتال کا قیام ہو یا سکول کا اجرا ریا سڑک کی تعمیر۔ بشرطیکہ آٹھ مصارف کے مستحقین کو اولیت دی جائے، اور ان کی ضروریات پوری ہو چکی ہوں اور اب وہ زکوٰۃ لینے کے خواہش مند ہی نہ رہے ہوں۔ اور یہ کہ خزانے میں عشر و زکوٰۃ کے علاوہ دوسری کسی مد میں سرمایہ موجود نہ ہو اور اگر ملک میں آٹھ مصارف میں سے کوئی حقدار باقی ہے یا کسی کی ضرورت ابھی پوری نہیں ہوئی یا دیگر کسی مد کا سرمایہ موجود ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کا روپیہ رفاہی کاموں پر خرچ کرنا جائز نہ ہوگا۔ غرضیکہ فی سبیل اللہ" کا ایک تو لغوی معنی ہے جس میں سارے کے سارے اچھے کام داخل ہو جاتے ہیں خواہ ان کی افادیت اشخاص کو ہو یا اجتماعیت کی صورت میں معاشرے کے تمام افراد کو اور دوسرا خاص معنی ہے یعنی وہ کام جو دشمنانِ دین و مخالفین اسلام کی جنگی اور معاشرتی و اخلاقی سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے کئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائیں جیسا کہ آج ہم پاکستان کے اندر اور باہر اس قسم کی سازشیں دیکھ رہے ہیں کہ کہیں تو وُہ جدید ترین اسلحہ سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور کہیں ہسپتال قائم کر کے مریضوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچا کر اپنے آپ کو عمدہ اخلاق کا حامل ثابت کر کے مریضوں کو اپنے نظریات کی طرف مائل کر رہے ہیں اور کہیں سکول اور کالج قائم کر کے عوام کو تعلیمی سہولتیں فراہم کر رہے ہیں اور اپنے مخصوص نظریات نسل نو تک پہنچا رہے ہیں اور کہیں کتابیں چھاپ چھاپ کر مُفت تقسیم کرتے پھر رہے ہیں۔ بلاشبہ ہر محاذ پر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرنا اور ان کی سازشوں کو ناکام بنانا اور اس سلسلے میں بہ وقت مجبوری مد زکوٰۃ سے بھی خرچ کرنا "فی سبیل اللہ" کا مصداق ہے۔ آیت کریمہ میں یہی خاص معنی مراد ہے۔ وُہ عام معنی مراد نہیں جس میں اس خصوصیت سے قطع نظر ہر اچھا کام شامل ہو جاتا ہے خواہ اس کا فائدہ کسی خاص شخص کو حاصل ہو یا عامۃ الناس کو۔ کیونکہ یہ عام معنی مراد لینے سے زکوٰۃ کے مصارف کا تعدد بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے اس سلسلے میں علامہ یوسف قرضاوی کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ وُہ لکھتے ہیں۔

ان الذی ارجحه ان المعنی العام لسبیل اللہ لا یصلح ان یراد هو هنا لانه بهذا العموم یتسع لجهات کثیرة لا تحصر اصنافها فضلا عن اشخاصها و هذا ینافی حصر المصارف فی

یعنی جس بات کو میں ترجیح دیتا ہوں وُہ یہ ہے کہ سبیل اللہ کا یہاں عام معنی مراد لینا درست نہیں کیونکہ اس عموم سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں جن کے اقسام کا احاطہ ممکن نہیں چہ جائے کہ ان کے افراد کا حصر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثمانية كما هو ظاهر الآية۔
(فقه الزكوٰة ج ۲ صـ ۶۵۵)

کیا جاسکے اور یہ معنی مصارف کے آٹھ اقسام میں حصر کے منافی ہے جیسا کہ آیت کے ظاہر سے حصر معلوم ہوتا ہے۔

جو کچھ " فی سبیل اللہ " کے سلسلے میں راقم نے جو عرض کیا ہے علماء خراسان کے مندرجہ خیال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ المجموع میں ہے۔

ان شاء اشترى من سهم سبيل الله سبحانه وتعالى افراسا وآلات الحرب وجعلها وقفا في سبيل الله ويعطيهم عند الحاجة ما يحتاجون اليه ثم يردونه اذا انقضت حاجتهم يختلف المصلحة في ذلك بحسب قلة المال وكثرته۔
(المجموع شرح المهذب ج ۶ صـ ۲۱۳/۲۱۴)

اگر سربراہ چاہے تو سبیل اللہ (زکوٰۃ) کی مد سے گھوڑے اور جنگی سامان خرید کرے اور (مجاہدین کو ان کا مالک بنانے و شخصی تملیک کرنے کی بجائے) ان کو خدا کی راہ میں وقف کردے اور یہ بوقت ضرورت جس کی انہیں حاجت ہو بوقت حاجت انکو دیدیا کرے پھر مجاہدین وہ سامان واپس کر دیا کریں خزانے میں مال کی قلت و کثرت کے مطابق مصلحتیں بدلتی رہتی ہیں۔

یہاں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ عام طور پر زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور یہ کہ مصارف میں اس کا لحاظ رکھا جائیگا کہ تملیک کی صورت موجود ہونی چاہیئے کہ احناف کا مذہب ہے اور آٹھ مصارف سے تجاوز نہ کیا جائیگا جیسا کہ دیگر ائمہ ثلاثہ کا خیال ہے لیکن اگر خزانے میں اسباب کی گنجائش نہ ہو کہ مجاہدین کو مسلح کر کے اسلحہ و دیگر ضروریات کا ان کو مالک بنایا جاسکے تو سربراہ مملکت جنگی سازوسامان کو جو زکوٰۃ سے خریدا گیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقف کردے جسے مجاہدین ضرورت کے وقت استعمال کریں اور ضرورت کے پورا ہوجانے کے بعد اسے واپس کردیا کریں۔ اس صورت میں ہمارے اس خاص معنی کی تائید کا پہلو نکلتا ہے جو ہم نے "فی سبیل اللہ" سے متعلق بیان کیا ہے کہ اس دور میں مخالفین اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے محاذ بہت سی صورتوں میں کھل چکے ہیں۔ کہیں اسلحہ کے ذریعے جنگ ہو رہی ہے اور کہیں تبلیغ و تعلیم کے انداز سے اور مخالفین اسلام کہیں کھلے طور پر اور کہیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر قریہ قریہ اور شہر شہر وارد ہوچکے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے مختلف حیلے اپنائے ہوئے ہیں اس لئے جہاں جس تعمیری کام کے ذریعے مخالفینِ اسلام سے مقابلہ کی ضرورت محسوس ہو وہاں مجبوری کی صورت میں شخصی تملیک کے تصوّر سے ہٹ کر اجتماعی امورِ خیر پر بھی مدِ زکوٰۃ سے صرف کرنا جائز ہوگا اور اس پر بلاشبہ "فی سبیل اللہ" کا حکم صادق آئے گا اور اس صورت حال کا تعین ذمہ دار افراد کرسکتے ہیں کہ یہاں مخالفینِ اسلام اس طریقے سے کام کر رہے ہے لہذا ہمیں بھی ان کے مقابلہ میں اسی طرح کام کرنا چاہیئے تاکہ وہ اس آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش نہ کرسکیں۔

تحدیدِ نصاب

رہا تحدیدِ نصاب کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے نصاب زکوٰۃ کے سلسلے میں چاندی اور سونا دونوں کو نصابِ زکوٰۃ میں معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم و بخاری و مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت جابر و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

لیس فیما دون خمس اواق — پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

من الورق صادقۃ۔ زکوٰۃ نہیں۔

نصوص مشہور اور اجماع اہل اسلام کی روشنی میں طے شدہ ہے کہ ایک اوقیہ چالیس درہم کی ہوتی ہے تو پانچ اوقیہ کے دو سو درہم ہوئے مطلب یہ ہوا کہ دو سو درہم سے کم ہوں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور سونے کے بارے میں بھی متعدد احادیث آئی ہیں۔ سنن دارقطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان تاخذ من کل عشرین دینارا نصف دینار۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بیس دینار میں سے نصف دینار زکوٰۃ لیا کرتے تھے۔

ابوداؤد شریف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ۔

اذا کانت لک مائتا درھم وحال علیھا الحول ففیھا خمسۃ دراھم ولیس علیک شی یعنی فی الذھب حتی تکون لک عشرون دینارا فاذا کان لک عشرون دینارا وحال علیھا الحول ففیھا نصف دینارا۔	یعنی جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گذر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور جب تمہارے پاس سونا بیس دینار ہو اور دو سال گذر جائیں تو اس میں نصف دینار ہے۔

اس حدیث میں چاندی اور سونے کا نصاب بتا دیا گیا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ دریافت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مطلب ہے کہ آج ہمارے پاس لین دین نہ سونے سے ہے اور نہ ہی چاندی سے اگرچہ بین الاقوامی اعتبار سے کرنسی کا زر سونا ہی طے پایا گیا اور کرنسی کی قیمت میں سونے کی قیمت کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے تاہم زکوٰۃ کی وصولی کے لئے سونے اور چاندی کے دو نصابوں میں سے کس کو دارومدار ٹھہرایا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ کے لئے چاندی کو ہی نصاب قرار دیا جائے اور اس کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ چاندی کا بطور نصاب ہونا۔ ایک متفق علیہ اور سنت صحیحہ مشہورہ سے ثابت شدہ امر ہے حتیٰ کہ بعض روایات میں سونے کی زکوٰۃ واجب شدہ حصہ کے لئے چاندی کا ذکر ہے چنانچہ امام ابن حزم کی المحلیٰ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا سونے کے بیس مثقال کا ایک ہار تھا تو

فامرها ان تخرج عنه خمسة دراهم (المحلیٰ ج ۶ ص ۶۹)

آپ نے اسے حکم دیا کہ اس کی زکوٰۃ میں پانچ درہم ادا کرو۔

(فقہ الزکوٰۃ ج ۱ ص: ۲۵)

ایک مثقال ایک دینار کا ہوتا ہے تو اس سلسلے میں نصف دینار یا نصف مثقال بھی فرمایا جا سکتا تھا لیکن پانچ درہم کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو سکتا ہے کہ جب سونا اور چاندی نصاب قرار پانے میں زیر بحث آئیں تو نصاب چاندی ہی ٹھہرے گی، دوسری وجہ یہ ہے کہ چاندی کو نصاب قرار دینے میں مستحقین کا نفع ہے کیونکہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا کنندگان کی تعداد زیادہ ہو گی اسی لئے مصر میں بیس سے کچھ اوپر ریال نصاب زکوٰۃ تجویز پائے ہیں اور تقریباً پچاس ریال مملکت عربیہ سعودیہ اور خلیج کی دیگر عرب امارات میں بھی یہی مقدار نصاب قرار شدہ ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگرچہ علامہ یوسف قرضاوی کے نزدیک سونے کو نصاب قرار دینا قابل ترجیح خیال ہے جس کے کچھ دلائل بھی انہوں نے بیان کئے ہیں تاہم جہاں زکوٰۃ کے وجود کا فلسفہ ہے اس کی روسے چاندی کو نصاب مقرر کرنا قرین مصلحت وموجب افادیت ہے کیونکہ اس سے ایک تو زکوٰۃ دہندگان کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور لوگ ادائے زکوٰۃ جیسے نیک عمل کی سعادت سے زیادہ سے زیادہ تعداد میں مشرف ہوں گے۔ علاوہ ازیں وجوب زکوٰۃ کا فلسفہ دولت میں تحریک پیدا کر کے غریب لوگوں کے ہاتھوں تک اسے پہنچانا ہے اور دولت کی زیادہ سے زیادہ تحریک اسی صورت میں عمل میں آسکتی جس صورت میں زکوٰۃ دہندگان کی تعداد زیادہ ہو۔ جس قدر زکوٰۃ دہندگان کی تعداد زیادہ ہوگی اسی قدر دولت میں تحریک زیادہ ہوگی اور جس قدر تحریک زیادہ ہوگی اسی قدر افلاس وغربت میں کمی آئے گی۔ جب کہ سونے کو نصاب قرار دینے میں یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ لہذا نصاب زکوٰۃ چاندی کو ہی ٹھہرایا جائے۔

اگر کسی کے پاس سونا ہے تو اس پر زکوٰۃ ساڑھے سات تولے اور ایک سال گذر جانے پر ہی زکوٰۃ عائد ہوگی۔ ساڑھے سات تولے سونے کا کم از کم نصاب زکوٰۃ ہے اسی طرح چاندی پر بھی اس کے نصاب کی حد تک ہونے اور سال بھر پڑے رہنے کے بعد ہی زکوٰۃ فرض ہوگی اور چاندی کا نصاب کم از کم ساڑھے باون تولے ہے سونا ہو یا چاندی ہو۔ اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا خواہ وہ اسی سے دیں یا اس چالیسویں حصہ کی قیمت دیں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اگر سونا ساڑھے سات تولے یا چاندی ساڑھے باون تولے سے زیادہ ہو تو زائد میں اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جب تک کہ وہ زائد کل نصاب کے پانچویں حصہ کو نہ پہنچے اور جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پانچویں حصہ کو پہنچ جائے تو اس نصاب کے ساتھ اوپر کے پانچویں حصہ کی بھی زکوٰۃ واجب الادا ہوگی۔ مثلاً چاندی کا بھاؤ چالیس روپے فی تولہ ہے تو ساڑھے باون تولے کے اکیس سو ۲۱۰۰/- بنتے ہیں۔ اگر اس قدر رقم بینک میں ہے اور اسے سال بھی گذر گیا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔ اگر اس دوران اس نے بینک میں اور رقم دو یا تین سو زائد جمع کرادی اور اسے ایک سال گذر گیا تو اگلے سال زکوٰۃ صرف اکیس سو کی ہی وضع کی جائے گی اوپر کی رقم کی نہیں کیونکہ اوپر کی رقم کل نصاب یعنی اکیس سو کا پانچواں حصہ نہیں بنتی ہاں اگر اس نے چار سو بیس روپے جمع کرا دیئے اور اس پر سال گذر گیا تو اب اکیس سو کے ساتھ چار سو بیس روپے کو ملا کر رقم پچیس سو بیس روپے کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا وضع کیا جائے گا کیونکہ چار سو بیس روپے جو زائد جمع ہوتے وُہ کل نصاب یعنی اکیس سو روپے کے پانچویں حصہ کے برابر ہیں۔ اسی طرح پھر اگلے سال تک کے دوران اس نے کچھ اور رقم جمع کرائی تو وُہ زائد رقم جب تک پھر کل نصاب یعنی اکیس سو کے پانچویں حصہ یعنی چار سو بیس تک نہ ہو اس زائد کی زکوٰۃ وضع نہ کی جائیگی بلکہ زکوٰۃ پچیس سو بیس روپے کی وضع کی جائیگی اور وہ زائد رقم اگر پانچویں حصہ نصاب کے برابر ہو تو پھر اس کل نصاب کی دونوں زائد رقومات کے ساتھ زکوٰۃ وضع کی جائیگی غرضیکہ ایک خُمس سے دوسرے خُمس تک کے درمیان کی رقم پر زکوٰۃ نہیں بلکہ وُہ معاف ہے یہی خود چاندی اور سونے کے نصابوں کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاوی درمختار میں ہے۔

ومابین الخمس الی الخمس عفو (الدر المختار طبع دھلی صہ ۱۳۲)	یعنی دو خمسوں کے درمیان جس قدر مال ہوگا وُہ معاف ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اس پر زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔

اور یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ چونکہ زکوٰۃ کے نصاب کا دارومدار چاندی پر ہے اس لئے چاندی کے بھاؤ کی کمی بیشی کے مطابق نصاب کی رقم بھی کم وبیش ہوتی رہے گی اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ جب زکوٰۃ کی کٹوتی کا سالانہ موقع آئے گا تو اس وقت چاندی کے بھاؤ کے مطابق ساڑھے باون تولے کی جو رقم بنیگی اسی کے حساب سے زکوٰۃ وضع کرنا ہوگی۔

فقیر و مسکین میں فرق

زکوٰۃ کے مصرف وُہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کا قرآن کریم کی سورۃ توبہ میں ذکر ہے انما الصدقات للفقراء الخ آیت ۶۰۔ یعنی زکوٰۃ صرف غریبوں، نرے ناداروں اور انہیں کے لئے ہے جو اسے حاصل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنوں کے چھڑانے میں (صرف کی جائے) اور مقروضوں کے لئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور طالب علموں اور مسافر کے لئے ہے (یعنی فقرا و مساکین و یتیم و بیوہ و جسمانی معذور و بے روزگار کے لئے)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمۂ مبارکہ مسمّٰی بہ کنز الایمان ۱۳۳۰ھ فی ترجمۃ القرآن میں مسکین کا ترجمہ نرے نادار سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ ہدایہ کے مطابق ہے، فرماتے ہیں۔ مسکین من لاشیئ لہ (ج ۱ ص ۱۸۷) کہ مسکین وُہ ہے جو کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں وھٰذا مروی عن ابی حنیفۃ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی تعریف مروی ہے۔

مؤلفۃ القلوب کا مسئلہ

ابتدائے اسلام میں کچھ لوگوں کو اسلام کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مائل کرنے یا اسلام پر باقی رکھنے یا اُن کے شر سے بچنے کے لئے مدِ زکوٰۃ سے حصّہ دیا جاتا تھا (فتح القدیر۔ ج ۲ صہ ۲۵۹) اور اسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تقسیم فرماتے تھے۔ جب اسلام ایک طاقت بن گیا' تو اس وقت ایسے لوگوں کو حصّہ دینے کی ضرورت نہ رہی؛ لہٰذا مولفۃ القلوب کا حصّہ خود بخود ساقط ہو گیا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ عینیہ اور اقرع نامی دو شخص مولفۃ القلوب سے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا حصہ طلب کیا۔ آپ نے حضرت عمر کو خط لکھا۔ وہ دونوں صاحبان خط لے کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اسلام پر قائم رکھنے کے لئے عطا فرمایا کرتے تھے' اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر کے ایسے لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب اگر تم اسلام پر قائم رہو گے تو بہتر' ورنہ تمہارے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ آپ نے ارشاد فرمایا ھُوَ اِنْ شَاءَ یعنی وہی امیرے بعد خلیفہ ہوں گے' اگر چاہیں (اور منظور کریں) اگے تو حضرت صدیق اکبر اور دیگر جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا؛ لہٰذا مؤلفۃ القلوب کے حصّہ کے سقوط پر صحابہ کرام اجماع منعقد ہو گیا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ حضرت عمر فاروق قرآن کریم کو کیسے منسوخ کر سکتے تھے۔ نیز یہ خبر واحد ہے اس سے قرآن کا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا لہٰذا اس حکم کا باقی رہنا حکومتِ وقت کی صوابدید پر موقوف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہونا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہیں، بلکہ یہ صحابہ کرام کا اتفاق واجماع ہے اور اجماع قطعی ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق تو اس فیصلے کے مظہر قرار پائے اور اس اجماع کی سند کتاب و سنت سے کوئی نہ کوئی دلیل شرعی انہیں معلوم تھی، اگرچہ اس دلیل شرعی کا اس وقت ذکر نہ کیا گیا اور عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے پھر ممکن ہے کہ ذکر بھی ہوا ہو، مگر اسے کسی نے بھی نقل نہ کیا ہو۔ کیونکہ عدم نقل بھی عدم ذکر کو مستلزم نہیں ہے اور اس کے لئے اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہونے کی حیثیت سے وہ نفوس قدسیہ کسی حکم و فیصلہ پر اس وقت تک خاموش نہیں رہ سکتے، جب تک کہ انہیں اس فیصلے و حکم کی سند کتاب و سنت سے معلوم نہ ہو، ان کا حضرتِ عمر فاروق اعظم کے فیصلہ مذکورہ پر خاموش رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ انہیں قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات معلوم تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤلفۃ القلوب کو حصہ دینا اس وقت تک ہے جب تک کہ اسلام کو غلبہ و قوت حاصل نہیں ہوتی۔ نیز امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہی یہ آیت تلاوت فرمائی

الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (سورۃ کہف)

کہ تمہارے رب کی طرف سے حق (واضح ہوگیا) ہے جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی آیت مؤلفۃ القلوب کے حصہ کے سقوط کی موجب ہے (فتح القدیر۔ ج ۲۔ ص ۲۶)

رہا یہ سوال کہ آیت انما الصدقات الخ مدنی اور آیت الحق من ربک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ مکی صورت سے ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مؤخر الذکر آیت کا نزول مکہ میں ہوا۔ تاہم اس کا حکم اور اس پر عمل بعد میں ظہور پذیر ہوا کہ ایسی کئی ایک آیات پائی جاتی ہیں جو نزول کے اعتبار سے مقدم مگر علم و عمل کے لحاظ سے مؤخر ہیں۔ بہر صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام بالخصوص لسان الحق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ' و عنہم سے یہ بات ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ وہ کسی ایسی نص قرآن کریم کی جو اپنی قطعی حالت کے ساتھ بدستور موجود ہو' خلاف ورزی کریں' کیونکہ وہ تو قرآن کریم کے احکام کے محافظ و پاسبان تھے' اس کے کسی حکم کی مخالفت کیسے کر سکتے تھے۔ ؎

پاسبانِ عزّت ام الکتاب !
از نگاہش خانۂ باطل خراب !

مقامی مستحقین کو ترجیح

اسلامی معاشی نظام نے دُور والوں کی نسبت قریبی و مقامی مستحقین کو ترجیح دی ہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم میں اوّل قریب' پھر بعید کے مطابق پہلے قریبی و مقامی مستحقین کو دینے کا حکم ہے اس کے بعد اگر گنجائش ہو تو دور والوں کو۔

چنانچہ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی ذمہ داریاں سونپ کر روانہ کیا' تو ارشاد فرمایا اے معاذ! تم اہل کتاب کے پاس جا کر انہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے (اسلام لانے) کی دعوت دینا اگر وہ تمہاری بات مان لیں (اسلام قبول کر لیں) تو انہیں پنجگانہ نمازوں کی پابندی کا حکم دینا اور اس کے بعد انہیں فریضۂ زکوٰۃ سے آگاہ کرنا اور ان کے امیروں سے زکوٰۃ وصول کرنا تو خذ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اغنیائھم وترد علی فقراءھم یعنی زکوٰۃ وہاں کے دولت مندوں سے لے کر وہاں کے غریبوں میں بانٹ دی جائے گی اور وصولی زکوٰۃ میں ان کے بڑھیا مال نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں (بخاری، مسلم)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انّ نقل الزکوٰۃ عن بلد الوجوب لایجوز مع وجود المستحقین فیہ بل صدقۃ کل ناحیۃ لمستحقّ تلک الناحیۃ۔

(مرقاۃ ج ۴، صہ ۱۱۹)

یعنی ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کو بھیجنا جائز نہیں، جب کہ وہاں مستحق موجود ہوں، بلکہ ہر علاقہ کی زکوٰۃ اسی علاقے کے مستحقوں کے لئے ہے۔

فقہائے احناف نے اگرچہ عدم جواز کا قول نہیں کیا، تاہم کراہیت سے اتفاق کیا ہے، ہدایہ میں ہے۔ ویکرہ نقل الزکوٰۃ من بلد الی بلد (ج ۱۔ صہ ۱۹۰)

ایک مرتبہ خراسان کی زکوٰۃ وہاں کے عامل نے شام کے بیت المال کو روانہ کر دی، خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا، تو آپ نے وہ زکوٰۃ خراسان کے بیت المال کو واپس بھجوا دی اور ہدایت کی کہ اسے خراسان کے مقامی مستحقوں میں بانٹ دیا جائے (عمدۃ القاری، شرح بخاری، ج ۸ صہ ۲۳۸)

البتہ اگر ایک شہر کی زکوٰۃ وہاں کے مقامی مستحقوں کی ضرورت سے زیادہ ہے اور زکوٰۃ دینے والے کا کوئی ایسا قریبی رشتہ دار جسے شرعی طور پر زکوٰۃ کی ممانعت نہیں۔ دوسرے شہر میں ہے، تو اس صورت میں اس کو زکوٰۃ بھیج سکتے ہیں۔

(ہدایہ ج ۱ صہ ۱۹۰)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں جمہور فقہاء احناف کی رائے

ہدایہ میں ہے کہ "لاتدفع الیٰ ھاشم کہ ہاشمیوں کو زکوٰۃ نہ دی جاتے" اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یابنی ھاشم ان اللہ حرم علیکم غسالۃ النّاس واوساخہم وعوّضکم منہا بخمس الخمس

کہ اے بنی ہاشم اللہ تعالیٰ نے تم پر لوگوں کا غسّالہ اور میل (زکوٰۃ) حرام کی ہے اور اس کے عوض تمہیں خمس کا خمس عطا کیا ہے۔

(ھدایہ ج ۱۔ ص ۱۸۸)

لہٰذا نص سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے " وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے" بلکہ ہاشمی لوگ اپنی زکوٰۃ غیر ہاشمی کو دیں گے" لیکن آج کے دور میں اس مسئلے پر نظر ثانی کرنا ہو گی، جیسا کہ۔

امام طحاوی کی رائے۔

امام الاحناف حضرت امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ ضرورت مند معاشی بحران میں مبتلا ہاشمی حضرات لے سکتے ہیں! امام طحاوی نے اس سلسلے میں کچھ احادیث بھی روایت کی ہیں جن سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے تاہم آج کے پُرفتن دور میں جسے معاشی مسائل نے سنگین حالات سے دو چار کر رکھا ہے۔ غیر ظاہر الرّوایہ پر عمل مناسب ہے۔ جب کہ امام صاحب سے ایک روایت جواز کی بھی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں امام ابن ہمام رضی اللہ عنہ، کو فرماتے ہیں۔

وروی ابوعصمۃ عن ابی حنیفۃ

اور امام ابو عصمہ، امام ابو حنیفہ رضی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انہ یجوز فی ھذا الزمان کان ممتنعا فی ذالک الزمان۔ (فتح القدیر ج ۲۔ صہ ۲۷۲)

اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس (امام اعظم کے) زمانے میں ہاشمیوں کو زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ناجائز تھی۔

کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے۔

الحرمۃ کانت فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم للعوض وھو الخمس فلما سقط ذالک حلت لہم الصدقۃ قال الطحاوی وبالجواز ناخذ۔ (ھدایہ ج ۱۔ صہ ۱۸۸)

کہ حرمت زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عوض یعنی خمس الخمس کی وجہ سے تھی۔ تو جب خمس الخمس ساقط ہو گیا، تو ان کے لئے زکوٰۃ حلال ہو گئی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں ہم جواز کر لیتے ہیں۔

یہ حرمت گویا اس وجہ سے تھی کہ انہیں خمس الخمس ملتا تھا اور جب خمس الخمس ساقط ہو گیا، تو ان کے لئے بہ قاعدہ الضرورات تبیح المحظورات زکوٰۃ کی حرمت ساقط ہو گئی ہاشمی حضرات کو لوگوں کے صدقات نافلہ یا حیلوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا ان کے معاشی بحران میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے۔ ہاں اگر پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے بعد غریب ضرورت مند ہاشمیوں کے لئے کفالت کا الگ انتظام کر دیا جائے جس سے وہ حسبِ ضرورت لے سکیں، تو وہ زکوٰۃ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ فیعود حکم الحرمۃ۔ الغرض زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے اگر اہل دولت اپنی دولت کی زکوٰۃ صحیح طور پر ادا کریں، تو اس سے نہ صرف ان کے دلوں سے دولت کی محبت مٹ کر وہاں خدا تعالیٰ کی محبت جلوہ گر ہو گی، بلکہ معاشرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے افلاس وغربت کے مارے ہوئے لوگوں کو کسی حد تک معاشی مساوات حاصل ہوگی اور اسلامی معاشرہ کو بے مثال استحکام بھی نصیب ہوگا۔

حُبِّ دولت را فنا سازد زکوٰۃ — ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل ز حتّیٰ تنفقوا محکم کند — زر فزاید اُلفتِ زر کم کند
این ہمہ اسباب استحکامِ تست — پختہ محکم اگر اسلامِ تست
اہل قوت شو ز وردِ یا قوی — تا سوارِ اشترِ خاکی شوی

حیلہ یا تدبیر

ہاں اگر حیلہ یا تدبیر کا عمل کر لیا جائے تب بھی درست ہے یعنی کسی غیر ہاشمی مستحق کو زکوٰۃ دی جائے گی پھر اسے اپنی طرف سے ہدیہ کے طور پر ہاشمی کو دینے کی ترغیب دی جائے وہ ہاشمی کو ہدیہ کر دے تو زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور کسی اختلاف کے بغیر ہاشمی کو اس کا قبول کرنا درست بھی قرار پائے گا۔ اگر ایک شخص قرض لے کر رفاہی کاموں پر خرچ کر دے پھر زکوٰۃ سے اس کا قرض اتار دیا جائے تو یہ بھی درست ہے اس طریقے و تدبیر سے ہر قومی رفاہی کام پر زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے۔ حدیث بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی دلیل ہے عمدۃ القاری میں ہے۔ اِنّ الاشیاء المحرمۃ لعلل معلومۃ اذا ارتفعت عنہا تلک العلل حلت وان التحریم فی الاشیاء لیس لعینہا (ج ۹ صـ ۹۲)

یعنی جن حرام چیزوں کی حرمت کی وجوہات معلوم ہوں جب وہ وجوہات باقی نہ رہیں تو وہ چیزیں حلال ہو جائیں گی۔ اور یہ کہ چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہیں ہوتیں۔ شریعت کا یہ قاعدہ آج کے دور کی سائنسی ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر وغیرہ کے بارے میں بھی شکوک و شبہات کے دور کرنے کو بھی کافی ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کس کس چیز سے عشر دیا جائے

عشر کے معنی دسویں حصّہ کے ہیں۔ نصف عشر (بیسواں حصّہ) بھی اس اطلاق میں شامل ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

واٰتوا حقه یوم حصاده (انعام ۱۴۱) اور اس کا حق شرعی اس کے کاٹنے کے دن ادا کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

معنی یہ ہیں کہ یہ چیزیں (کھیتی اور درخت) جب پھلیں کھانا، تو اسی وقت سے تمہارے لئے مباح ہے اور اس کی زکوٰۃ یعنی عشر اس کے کامل ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے، جب کھیتی کاٹی جائے یا پھل توڑے جائیں (مسئلہ) لکڑی، بانس، گھاس کے سوا زمین کی باقی پیداوار اگر بارش سے ہو، تو عشر واجب ہوتا ہے اور اگر رہٹ وغیرہ سے ہو، تو نصف عشر (تفسیر خزائن العرفان، برحاشیہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت حمائل صـ ۲۳۶)

عشر کا نصاب

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک عشر کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ بمطابق فرمان باری تعالیٰ وانفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض۔ یعنی اپنی پاک کمائی سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا اس سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔ یہ اپنے عموم کے اعتبار سے زمین کی تمام پیداوار کو شامل ہے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اور حدیث میں ہے کہ فما سقت السماءُ والغیمُ العشرُ وفیما

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سُقِيَ بِالسَّانِيَۃِ نصفُ العشرِ ۔ یعنی جو باران و بارش سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جو رہٹ سے سیراب ہو اس میں نصف عشر ہے ۔ (صحیح مسلم وغیرہ)

اور حدیث میں ہے ۔ فیما سقت السماء والعیون العشر و فیما سقی بالنضح نصف العشر ۔ یعنی جو بارش اور چشموں یا دریاؤں کے سیلاب سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جو کنویں سے سیراب ہو اس میں نصف عشر ہے ۔ اس حدیث کو مسلم کے سوا باقی اصحاب صحاح نے روایت کیا ۔

ان حدیثوں میں قلیل و کثیر کی کوئی قید نہیں اور پانچ وسق کا تعلق عشر سے نہیں زکوٰۃ سے ہے یعنی اگر کسی کے پاس تجارت کے لئے غلہ ہو اور سال گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ تب دیگا جب وہ پانچ وسق ہو اس زمانے میں غلہ کا لین دین وسق کے ساتھ ہوا کرتا تھا اور ایک وسق کی قیمت چالیس درہم ہوا کرتی تھی اس اعتبار سے پانچ کے دو سو درہم ہوا اور یہی زکوٰۃ کا نصاب ہے ۔ پھر وسق والی حدیث میں لفظ عشر بھی نہیں بلکہ لفظ صدقہ ہے جو زکوٰۃ پر دلالت کرتا ہے اور اس میں مالک کا اعتبار بھی نہیں حتیٰ کہ وقف زمین کی پیداوار کا عشر بھی دینا ہوگا ۔ (تبیین الحقائق ج ا صہ ۲۹۲)

عشر زمین کا کرایہ ہے

زمین کے بارے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اس کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے ۔ انّ الارض للّٰہ (قرآن) کہ زمین کا مالک اللہ ہے ۔ اس نے اپنے بندوں کو عارضی اور مجازی طور پر مالک بنا دیا ہے کہ اپنی ضروریات کے سلسلے میں زمین سے استفادہ کریں ؛ لہذا عشر اس کا معاوضہ و کرایہ ہے ، لیکن چونکہ وہ خود کرایہ لینے سے پاک ہے ، اس لئے اس نے ہدایت کی کہ اسے ضرورت مندوں کو دے دو ۔ ان کے ہاتھوں میں گیا ، تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گویا خدا کے ہاتھوں میں پہنچا کہ خدا کی مخلوق اس کا عیال ہے امام ابویعلیٰ اور امام بزاز حضرت انس اور امام طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ۔	کہ کل مخلوق خدا کا عیال ہے، تو اللہ کو وہی زیادہ پسند ہے جو اس کے
(الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص۱۱)	عیال کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمین خدا کی ہے ہم عارضی استفادہ کرنے والے ایک طرح سے اس کے کرایہ دار ہیں اور یہ عشر و نصف عشر وغیرہ اس کی زمین کا کرایہ ہے ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین

عشری زمین

عشر یا نصف عشر، عشری زمین سے لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی قوم مسلمان ہو جائے تو ان کی زرعی زمین اور عرب کی زمینیں اور مجاہدین و غنیمت والوں کے حصہ میں آئی ہوئی زمینیں نہیں مسلمانوں نے آباد کیا ہو اور لا وارث ذمی کے مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی زمین سب عشری ہیں ان سے عشر یا نصف عشر لینے کا حکم ہے، اسی طرح جو زمین عشری ہو نہ خراجی، اس سے بھی عشر یا نصف عشر کی وصولی کا حکم ہے۔

ہند و پاک کی زمینوں کا حکم

اس صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی مبارکہ "فتاوی رضویہ" میں فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہندوستان (اور پاکستان) کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی، جب تک کہ کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو بلکہ وہ عشری یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے" (فتاویٰ رضویہ، ج ۴ ۔ صہ ۴۵۲)

عرب کی سرزمین عشری ہے

قاضی القضاۃ امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وارض الحجاز والمدینۃ ومکۃ والیمن وارض العرب کلھا ارض عشر۔ (کتاب الخراج صہ ۷۰) اور حجاز مدینہ و مکہ و یمن اور کل عرب کی زمین عشری ہے۔

عشر و نصف عشر کی صورت

اگر عشری زمین بارش اور دریائی سیلاب یا قدرتی چشموں اور نہروں کے بے قیمت پانی سے سیراب ہوتی ہو، تو اس کی پیداوار سے عشر لیا جائیگا اور اگر ان ذرائع سے سیراب ہو جن میں خرچ کرنا پڑتا ہے، تو نصف عشر لیا جائے گا۔ ہدایہ میں ہے کہ اس پر ہونے والے مصارف کے وضع کرنے سے پہلے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا۔

عشر زمیندار پر یا مزارع پر؟

امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ نے اپنے فتاویٰ شریف میں فقہا کے فیصلوں کی بہترین تنقیح کر کے مسئلہ کو نہایت خوبی کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع کے لیے پیداوار کا حصہ مثلاً نصف (½) یا ثلث (⅓) غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر صرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بقدرِ عشر آئے گا، مثلاً مزارعت بالمناصفہ (ادھا) کی صورت میں سو من غلہ پیدا ہو تو زمیندار پانچ من عشر میں دے اور اگر (زمین) اجارہ پر دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں۔ مثلاً سو روپیہ بیگھ پر اٹھائی، تو (بمطابق قول صاحبین رحمہما اللہ) کل عشر مزارع پر ہے، ہمارے بلاد میں وہی (قول صاحبین) اوفق بالناس ہے۔ الخ (ج ۴ - صہ ۴۵۴)

کیونکہ اس صورت میں زمیندار پر عشر واجب کرنا اس کے لئے ناقابلِ برداشت بوجھ ہو جائیگا جس سے اگر ایک کو معاشی سہولت ضرورت سے زیادہ حاصل ہوگی، تو دوسرے کے لئے مشکل پیدا ہو جائیگی ۔

پریشان ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یا رب پھر وہی مشکل نہ بن جائے

عشر و خراج کا مصرف

عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ البتہ خراج کا حکم اور ہے وہ یہ کہ خراج کا مصرف لشکرِ اسلام ہی نہیں، بلکہ تمام مصالح عامۂ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد، خرچ مساجد، وظیفۂ امام و مؤذن و بنانے پل و سرائے و تنخواہِ مدرسین عالم دین و خبرگیری طلبہ علوم دین و خدمتِ علماء حق حامیانِ دین مشغولین درس و وعظ وغیرہا امور دین سب داخل ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴ - صہ ۴۵۶ / ۴۵۷)

زمین کے عشری ہونے کی صورتیں

کسی زمین کے عشری ہونے کی آٹھ صورتیں ہیں:

۱۔ مفتوحہ اراضی کہ مجاہدین اسلام میں تقسیم کی گئیں ۲۔ لڑائی کے بغیر از خود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمان ہونے والوں کی زمینیں۔ ۳۔ کاشت ہونیوالی زمین کہ عشری کے قریب ہے۔ ۴۔ عشری و خراجی زمین سے یکساں قریب کاشت ہونے والی زمین، ۵۔ مسلمان کا مکان کہ کھیت یا باغ بن گیا۔ ۶۔ عشری زمین خرید کردہ ذمیؓ کو مسلمان نے شفعہ میں لے لیا یا سقم شرعی سے بیع فاسد یا خیارِ شرط یا خیارِ رویت سے بیع ٹوٹ گئی یا خیارِ عیب سے بہ حکم قاضی واپس ہوگئی۔ ۷۔ افتادہ زمین کہ اسے مسلمان نے آباد کیا۔ ۸۔ غیر مسلم لاوارث بچےؓ مرنے کے بعد اس کی زمین مسلمان کے قبضہ میں آگئی۔ ان سب صورتوں میں عشر یا نصف عشر ہوگا۔ جب ان زمینوں کا عشر بیت المال میں جمع ہوکر مستحقین مملکت میں تقسیم ہوگا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ معیشت نظامِ مصطفےٰ کی برکت سے مملکتِ پاک کے باشندوں کو فارغ البالی کا وہی مقام اور بادہ و جام ہاتھ آجائے گا جسے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام نے ان سے چھین لیا ہے۔

لا ایک بار پھر وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی

کونسی صورتوں میں زمین سے خراج لینے کا حکم ہے

کسی زمین کے خراجی ہونے کی صورتیں بھی آٹھ ہیں۔ ۱۔ مفتوحہ اراضی کہ غیر مسلم مفتوحین کے پاس رہنے دی گئیں، ۲۔ غیر مسلم بہ صلح اطاعت قبول کرکے ذمیؓ کی حیثیت سے پناہ میں آگئے، ان کی زمینیں ۳۔ غیر مسلم ذمی نے مسلمان سے عشری زمین خریدی۔ ۵۔ افتادہ (غیر آباد) زمین کہ اسے بہ اجازت سلطان غیر مسلم ذمیؓ نے آباد کیا۔ ۶۔ مسلمان کی آباد کردہ افتادہ زمین کے قریب یا خراجی پانی سے سیراب ہو۔ ۷۔ مفتوحہ غیر منقسم اراضی کہ تا قیامت مسلمانو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے لئے چھوڑ دی گئی۔ ۸۔ زمین کے مالک مر گئے اور وہ بیت المال میں آگئی جب ان سب اراضی کا خراج بیت المال میں جمع ہوگا، تو انشاء اللہ معاشی مشکلات حل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ نیز خراج کا تعلق عشر کے برعکس پیداوار کی بجائے صرف زمین سے ہے خواہ آباد کرے یا نہ۔

عشری اور خراجی پانی

بارش، کنوؤں، چشموں، دریاؤں اور عربوں کی کھودی ہوئی نہروں، غیر مسلموں کے کھودے ہوئے کنوؤں کا پانی خراجی ہے، اگرچہ بعد میں مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔

خراج کی قسمیں

خراج کی دو قسمیں ہیں ایک خراج مقاسمہ یعنی پیداوار کو حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ کی صورت میں مقرر کیا جائے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں پر مقرر کیا۔ دوسرا خراج موظف کہ فی بیگھہ رقم کی ایک مقدار مقرر کردی جائے جیسا کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ (ہدایہ و کتاب الخراج)

جزیہ

غیر مسلم جو اسلامی سلطنت کے زیر اقتدار اور پناہ میں آجائیں حکومت ان کے جان و مال و آبرو کی ذمہ دار ہوتی ہے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان غیر مسلموں سے معمولی سا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جس کا نام جزیہ ہے۔ اس سے جہاں غیر مسلموں کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کی آئینی ضمانت حاصل ہوتی ہے، وہاں اسلام کی بالادستی کا بھی اظہار ہوتا ہے اور جزیہ ہر عاقل، بالغ، آزاد اور بارو زگار غیر مسلم مرد سے لیا جاتا ہے اور موجود ٹیکس جزیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی جگہ ہو گا اس لئے ان سے جزیہ کی دُوسری کوئی وصولی نہیں کی جاتی گی، اسے جزیہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسلام کے معاشی نظام میں غیر مسلموں سے حُسنِ سلوک

اسلام کا معاشی نظام ایک ایسا رحیمانہ اور مشفقانہ نظامِ حیات ہے کہ اس میں غیر مسلموں سے بھی ہمدردی کی بنیاد پر بہتر سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ جزیہ صرف ان غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے جو مسلمانوں سے لڑنے کی صلاحیّت رکھتے ہیں، اس لیے غیر مسلم عورتیں، بچےّ، پاگل، معذور بے روزگار اور بوڑھے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ نیز ان کے مذہبی راہنما جو خلوت نشین اور عبادت گذار ہیں اور اپنے عامتہ الناس کو اسلام کے خلاف کوئی صلاح و مشورہ تک نہیں دیتے، وُہ بھی جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ نیز ان کے مالوں سے کوئی زکوٰۃ وغیرہ بھی نہیں لی جاتی گی اور یہ جزیہ سال میں صرف ایک ہی مرتبہ لیا جاتے گا۔ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر مسلم ذمیوں کو جو تحفظات اور سہولتیں حاصل ہیں اگر انہیں وہ صحیح طور پر میسّر ہوں، تو وُہ اس کی تاثیر فیض سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اسلام لاتے بغیر نہیں رہتے۔ خلافتِ راشدہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور اس پر شاہد ہیں ؎

جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے
نگاہِ نظامِ مصطفےٰ میں وُہ ہے جادو

سقوطِ جزیہ اگر سال ختم ہونے لگا، جزیہ کی ادائیگی سے قبل کوئی غیر مسلم ذمی مسلمان ہو گیا، تو اسے جزیہ معاف ہوتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اگر غیر مسلم ذمی پر جزیہ سال کے اختتام سے واجب ہو چکا تھا اور وہ مر گیا، تو جزیہ ساقط ہو گیا، نہ تو اس کے وارثوں سے لیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے ترکہ سے وضع کیا جائیگا (کتاب الخراج ۔طبع مصر، صہ ۱۲۲/۱۲۳)

اور یہ جزیہ مستقل طور پر اس وقت ختم و ساقط ہو جائیگا، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

جزیہ کی مقدار

اسلام کے نظام معیشت میں غیر مسلموں پر جو جزیہ عائد کیا جاتا ہے، اس کی مقدار اس قدر قلیل ہے کہ وُہ برائے نام ہی ہوتا ہے؛ چنانچہ امام شمس الائمہ سرخی کتاب المبسوط اور امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں۔ مالدار ذمی سے سالانہ اڑتالیس اور متوسط درجہ والے سے چوبیس اور اس سے ادنیٰ حالت والے سے بارہ درہم شرعی وصول کئے جاتے ہیں (المبسوط ج ۱۰ صہ ۷۸ و کتاب الخراج صہ ۱۲۳/۱۲۴)

درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن تولہ کا ۱/۴ حصہ ہے، تو چار درہم گویا ایک تولہ چاندی ہوئی، چاندی کی بجائے اس کی مالیت کی رقم موجودہ نرخ کے مطابق دی جا سکتی ہے، پھر اس کی وصولی میں ان سے انتہائی نرم رویّہ برتا اور نہایت ہی مشفقانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

ایک یہودی کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مکان سے گزر رہے تھے کہ اس کے دروازے پر ایک بوڑھا، نابینا سوال کر رہا تھا۔ آپ نے ازراہ شفقت اس کی کمر پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ وُہ یہودی ہے، اسے جزیہ دینا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جس کی ادائیگی کے لئے وہ بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ فاروقِ اعظم نے اس کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے گھر لائے، جو کچھ توفیق تھی، اسے عنایت فرمایا اور بیت المال کے افسر کو بلوا کر اسے ہدایت فرمائی کہ اسے دیکھ لو یہ ایک نادار یہودی ہے، اس قسم کے لوگوں سے جزیہ رت لیا کرو، بلکہ اس کی ضرورت کا بندوبست کر دو۔ (یعنی اس کا بیت المال سے گزارہ الاؤنس مقرر کر دو تاکہ اسے پیٹ پالنے کے لئے بھیک بھی نہ مانگنی پڑے) خدا کی قسم یہ بے انصافی ہوگی کہ اس سے ہم جوانی میں تو جزیہ لیں اور بڑھاپے میں اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیں (کتاب الخراج، صہ ۱۲۶)

اسلام کے نظامِ معیشت پر حرف گیری کرنے والے ذرا نظرِ انصاف سے اس کی برکتوں کو دیکھیں جو بلا تمیز اپنے پرائے سب پر برابر نثار کی جا رہی ہیں۔ فرنگی نظامِ حیات کا سرکارِ مدینہ کے نظامِ حیات سے موازنہ فرما کر خود ہی صحیح فیصلہ کریں ؂

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

غیر مسلم نادہندوں کے ساتھ سلوک

اسلام کے نظامِ معیشت میں مسلمان تو مسلمان رہے غیر مسلم نادہندگان سے بھی جو حسنِ سلوک برتا جاتا ہے، اس کی کہیں مثال نہیں ملتی، اس کے برعکس آج کے نام نہاد ترقی پسند و مہذب دور میں جس طرح مجبور عوام کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جاتا ہے، وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اسلام کے سراپا رحمت و شفقت نظامِ معیشت کو رجعت پسندی کا طعنہ دینے والے حق و انصاف کے نام کی کسی چیز سے اگر واقف ہیں، تو وہ غور کریں، کیا یہی نام نہاد جدید اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ترقی یافتہ نظامِ معیشت بہتر ہے جس میں مجبور عوام سے بسود در سود وصول کیا جاتا ہے اور ناداری و عزبت سے ادائیگی نہ کرنے والے کو پابند سلاسل کر کے جیل میں ڈالا جاتا ہے اور اگر اس کے باوجود وہ بیچارہ نادار آدمی ٹیکس کی رقومات کسی مجبوری سے نہ دے سکے، تو اس کی جائداد جو اس کی ضروریات زندگی تک کی کفایت نہیں کر سکتی نیلام عام کر کے اس سے سرکاری قرضے وصول کیے جاتے ہیں ؟ یا اسلام کا وہ نظامِ معیشت بہتر ہے جس میں مسلمان تو کجا نادہندگان غیر مسلموں سے بھی مشفقانہ سلوک کیا جاتا ہے اور ان سے کسی طرح کی زیادتی و تشدد کو ہرگز برداشت نہیں کیا جاتا؟ اس لیے یہ کہنا بجا ہو گا کہ اسلام کا نظامِ معیشت ہی ایک واحد نظامِ حیات ہے جو اپنے پرائے سے قطع نظر انسانی قدروں کا سچا محافظ ہے اور اس حقیقت کا اعتراف وُہ حضرات ضرور کریں گے جن کا سینہ عقل و شعور اور عدل و انصاف سے روشن ہے اور جو اس روشنی سے محروم ہیں۔ وُہ اپنی کج فہمی پر روئیں، اسلام کے نظامِ معیشت کا کیا قصور ہے ؟

میرے شرر میں بجلی کے جوہر
لیکن نیستاں تیرا ہے نمناک

امام قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے، انہوں نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ ان کا اہل کتاب کے ایک گروہ سے گزر ہوا، جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا، سعید بن زید نے اس کی وجہ دریافت کی جواب ملا کہ یہ لوگ جزیہ نہیں دیتے، انہیں اس کا دُکھ ہوا، وہ سیدھے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاکم کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپنے فرمایا من عذاب الناس عذبہ اللہ، جو لوگوں کو عذاب دیگا اسے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا (اس پر ان کی رہائی ہو گئی)

(کتاب الخراج صہ ۱۲۵)

اس کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ آپ کا کچھ ایسے لوگوں سے گزر ہوا جنہیں دھوپ میں کھڑا کر کے ان پر زیتون کا تیل ڈالا جا رہا تھا۔ آپنے اس کی وجہ دریافت کی عرض کی گئی کہ یہ لوگ جزیہ نہیں دیتے، آپنے فرمایا کیا کہتے ہیں۔

قالوا یقولون لا نجد قال فدعوھم لا تکلفوھم ما لا یطیقون فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ وامربھم فخلی سبیلھم۔	انہوں نے عرض کی کہ کہتے ہیں ہم ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپنے فرمایا، پھر ان کو چھوڑ دو، ایسے بے ہمت لوگوں کو تکلیف نہ دیا کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کو (قابلِ درگزر بات میں) تکلیف نہ دیا کرو جو لوگوں کو (قابلِ درگزر بات میں) عذاب دیں گے، خدا روزِ قیامت انہیں عذاب دے گا۔ آپنے انہیں رہا کر دینے کا حکم دیا، تو انہیں رہا کر دیا گیا ہے۔
(کتاب الخراج صہ ۱۲۵)	
(وفتوح الشام اردو ج ۲ صہ ۲۸۴)	
آدمیّت احترامِ آدمی!	باخبر شو از مقامِ آدمی!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبّت بھی عمیق
قہر بھی ہے اس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق

قحط سالی میں قطع ید کی ممانعت

اسلام کے معاشی نظام کی برتری اور سربراہِ اسلام کی شفقتِ عامہ کا یہ عالم قابلِ دید ہے کہ قحط سالی میں چونکہ معاشی بدحالی کا دَور دورہ ہوتا ہے، اس لیے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس زمانہ میں قطع ید کی ممانعت فرمادی تھی۔ چنانچہ امام ابوعبید فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خیرخواہی اور معاملہ فہمی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ آپ نے زمانۂ قحط میں چوروں سے ہاتھ کاٹنے کی سزا بھی ساقط فرمادی تھی اور فرمایا کہ زمانۂ قحط میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائیگی اور ایسے ہی وجوہ کی بنا پر آپ نے سو بکریوں کے ریوڑ کے مالک کو بوقتِ ضرورت زکوٰۃ لینے کی اجازت دے دی تھی (کتاب الاموال، ج ۲۔ صہ ۳۳۱) کہ بکریوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ وُہ بھوک سے دودھ دینا بند کردیتی ہیں اور دودھ پہ تو مالک کی روزی کا انحصار ہوتا ہے۔ قحط سالی اور معاشی بدحالی کے زمانے میں چوروں سے عفو درگزر کرنا نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرّۂ امتیاز ہے اس لئے یہ کہنا یقیناً بجا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا نظامِ زندگی پوری زندگی انسانیت کے لئے پیغام فوز و فلاح اور سراپا عفو و اماں ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت علی کی ایک تحصیل دار کو وصیت

امام بیہقی سنن کبریٰ اور امام ابو یوسف کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف کا ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے سابور علاقہ کا تحصیل دار مقرر کیا اور روانگی کے وقت مجھے حکم دیا کہ دیکھو روپیہ پیسہ کی وصولی میں کسی کو کوڑے نہ مارنا اور نہ ان کے خوراک کے سامان کو فروخت کرنا اور نہ ان کے موسم سرما اور گرما کے کپڑے نیلام کرنا اور نہ ہی ان کے جانوروں کو جن سے وہ کام کرتے ہیں اور نہ کسی کو ایک ٹانگ پر کھڑا کرنا۔ تحصیل دار نے عرض کی کہ اس صورت میں تو میں اسی طرح خالی ہاتھ واپس آؤں گا جیسے خالی ہاتھ گیا تھا۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: افسوس کہ ہمیں حکم ہی یہی ہے کہ جو چیز فاضل اور ضرورت سے زائد ہو، اس سے محصول کریں، تو اگر تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی، تو خدا تعالیٰ تجھے میرے بغیر ہی پکڑ لے گا اور اگر مجھے علم ہو گیا، تو میں تجھے معزول کر دوں گا۔ تحصیل دار کا کہنا ہے کہ حضرت علی کے حسبِ ارشاد وہ زائد ہوا۔ فَعَلْتُ بِالَّذِیْ اَمَرَنِیْ بِہٖ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَنْتَقِصْ مِنَ الْخَرَاجِ شَیْئًا یعنی میں نے خراج کے وصول کرنے سے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ہدایات پر عمل کیا، تو پورا خراج لے کر لوٹا اور خراج سے کچھ بھی کم نہ تھا۔
یہ اسلام کی انتہائی رحمت و شفقت ہے کہ سرکاری ٹیکس اسی طرح لطافت و شفقت سے وصول کیا جاتا ہے کہ اس سے نہ کوئی بھوکا رہتا ہے، نہ پریشان و تنگ۔
لہٰذا ہمیں تہذیب حاضر کی اندھی تقلید کرنے کے بجائے اس سے استغنا و اعراض کر کے اپنے خدا و مصطفےٰ جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نظامِ معیشت کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نافذ کر کے اپنی عزّت رفتہ کو واپس حاصل کرنا چاہیئے جس میں مسلمانوں کے لئے حقیقی ترقی کا راز مضمر ہے اور جو ہماری صحیح منزل و معراج ہے ۔

نہ ڈھونڈھ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلّی میں
کہ پایا میں نے استغنار میں معراج مسلمانی

جزیہ کی قلیل مقدار پر جرجی زیدان جیسے متعصّب عیسائی کو تسلیم کرنا پڑا کہ جزیہ کی جو رقم اسلامی سلطنت میں غیر مسلم رعایا سے لی جاتی ہے، وہ اس رقم سے بہت ہی کم ہے۔ جو وُہ اسلام سے قبل روم و ایران کی حکومتوں کو دیا کرتے تھے۔ اب جب کہ غیر مسلم حکومت پاکستان کو مختلف ٹیکس دیتے ہیں جو جزیہ سے کہیں زیادہ ہے تو ٹیکسوں کی موجودگی میں ان سے جزیہ کی وصولی نہیں ہوگی، البتہ جزیہ میں انہیں فائدہ ہے کہ وُہ تھوڑا ہوگا اور ٹیکس زیادہ ہے۔

جزیہ کے مصارف

جزیہ کے مصارف وہی ہیں جو خراج کے ہیں۔ (کمافی کتب الفقہ)

وقف

وقف کے معنیٰ ہیں کسی منقولہ یا غیر منقولہ شیئ کو اپنے ذاتی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ کی ملک میں کر دینا تاکہ اس کا نفع واقف کی حسب خواہش بندگانِ خدا کو ملتا رہے۔ وقف ایک صدقہ جاریہ ہے کہ وقف کرنے والے کو ہمیشہ ہمیشہ (تا وجودِ موقوف) اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور بہتر وقف وہی ہے، جس کی مسلمانوں کو زیادہ ضرورت ہو جس کا نفع بھی زیادہ ہو، مثلاً کتابیں خرید کر کتب خانہ قائم کرنا اور اسے دین کے لیے وقف کرنا کہ اس سے اہل علم استفادہ کرتے رہیں اور وقف کرنے والے کو ثواب ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہے۔

اسی طرح مدرسہ قائم کرنا اور اس کے لئے جائداد اور زمین، دکانیں و باغات وقف کرنا تاکہ اس کی ضروریات خود بخود پوری ہوتی رہیں جس سے اس کا وجود ہمیشہ کے لئے قائم رہے، یہ نہایت اعلیٰ درجے کا کام ہے، اس کے بعد مساجد کا قیام و تعمیر اس کے باقی رفاعی اداروں کی تعمیر ہے جو جائداد فقراء مسلمین پر وقف کی گئی، وہ بیت المال کی تحویل میں ہوگی جہاں سے فقراء مسلمین امداد پاتے رہیں گے۔

آج سے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں میں اپنی آخرت سنوارنے کا جذبہ خوب تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی جائدادیں نیک کاموں اور دینی اداروں کے لیے وقف کرکے انہیں خود کفیل بنا کر دین و دنیا میں بلند مقام حاصل کر جاتے تھے مگر آج بخل و کنجوسی کا خوب دور دورہ ہے۔ جائدادیں بنانے اور سمیٹنے کا جذبہ و رحجان ترقی پر ہے۔ خدا تعالیٰ اس مادہ پرستی اور ہوس ساختی سے بچا کر مسلمانوں کو پھر سے وہی جذبہ کہن عطا فرمائے۔ آمین ؎

شراب کہن پھر پلا ساقیا وہی جام گردش میں لا ساقیا
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے میرا عشق میری نظر بخش دے

کراء الارض

کراء الارض حکومت کی مملوکہ اراضی کا سالانہ کرایہ اور لگان ہے جو کاشت کاروں پر عائد کیا جاتا ہے۔ ایسی زمینوں کو اسلام کی اصطلاح میں ارض المملکتہ یا ارض المحوزہ کہتے ہیں اور جو لاوارث زمین ہو کہ جنگ سے مفتوح ہو کر وقف علی المسلمین ہو گئی، اس کی بھی آمدنی بیت المال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں جاتی ہے اور جنگ سے مراد کفر و اسلام کی جنگ ہے کہ ایک طرف کفار ہوں اور دوسری طرف سے مسلمان اعلاء کلمۃ الحق کیلئے لڑتے ہوں، اس کے سوا کوئی اور وجہ جنگ نہ ہوے

یہ دینِ محکم یہی فتح یاب!
کہ دُنیا میں توحید ہو بے حجاب!

عشور ایران اور روم کی سلطنتوں کا دستور تھا کہ جب کوئی مسلمان تاجر مالِ تجارت لیکر ان کی سرحد میں داخل ہوتا، تو وہ اس سے محصول (کسٹم ڈیوٹی) لیا کرتے تھے اور اگر وہ سال میں متعدد بار آمد و رفت رکھتا، تو ہر بار محصول لیتے، لیکن جب غیر مسلم اسباب تجارت لیکر آتا اسلامی مملکت اس سے کوئی محصول نہیں لیتی تھی۔ اس صورت حال سے غیر مسلم تاجر فائدے اور مسلم تاجر خسارے میں رہتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس بارے میں خط لکھا، تو آپ نے فرمان جاری کیا کہ تم بھی ان سے کسٹم ڈیوٹی لیا کرو، اسے اسلامی اصطلاع میں عشور کہتے ہیں۔

خذ انت منهم كما ياخذون من تجار المسلمين۔
(کتاب الخراج صد ۱۳۵)

تم بھی غیر مسلم تاجروں سے ٹیکس لیا کرو جیسے وہ مسلمان تاجروں سے لیتے ہیں۔

اور اس فرمان میں مسلمان تاجروں سے محصول لینے کا حکم بھی شامل تھا، لیکن اس طرح کہ غیر مسلم ذمی سے کل مال لے کر گزرے، بیسواں حصہ اور غیر مسلم حربی سے دسواں اور مسلمان سے چالیسواں (وہی زکوٰۃ کا) حصہ لیا جاتے۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی درج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھی جس مال کا مسلمان سے چالیسواں حصّہ اور ذمی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصّہ لیا جائے' اس کی مالیت دو سو درہم سے کم نہ ہو'

اگر کوئی شخص بہت سے مال کو اس قدر کئی قسطوں میں کر کے لے جائے جس کی مالیت دو صد درہم سے کم ہو' تب بھی اس سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ نیز یہ بھی کہ جس مال سے ایک بار کسٹم ڈیوٹی لی جائے۔ اگر اسے تاجر واپس لے جا کر پھر دوبارہ لے آئے جب بھی اس مال سے کسٹم ڈیوٹی نہ لی جائے' جب تک کہ وصولی کو سال نہ گزرے؛ البتہ غیر غیر مسلم حربی سے ہر بار کسٹم ڈیوٹی وصول کی جائے گی، غیر مسلم ذمی اور مسلمان تاجر سے' دونوں سے نہیں۔ نیز اس میں یہ ہدایت بھی تھی کہ اگر مسلمان تاجر اس بات کا حلف اٹھائے کہ اس مال کی اس نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے' تو اس سے بھی کسٹم ڈیوٹی نہ لی جائے (کتاب الخراج صہ ۱۳۳/۱۳۴)

قارئین! غور فرمائیں کہ اسلام کو عوام کی حالت سدھارنے اور ان کی معیشت کو بہتر بنانے میں کس قدر احساس ہے۔ اسلام کے نظام معیشت میں ملک کے عوام سے متعلق جو جذبہ صادقہ کارفرما ہے' اسے ایک حقیقت بین کی آنکھ دیکھ کر تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی' لیکن جنہوں نے اپنی آنکھ پر تعصّب کی عینک چڑھا رکھی ہو۔ انہیں اس حقیقت کا ادراک کیسے حاصل ہو سے

کیا خبر اس کو ہے یہ راز کیا؟
دوست کیا ہے' دوست کی آواز کیا؟

فائدہ راقم کی رائے میں ادائیگی' زکوٰۃ کا سرٹیفکیٹ یا رسید کا مصدقہ کاغذ بھی پیش کرنا فی زمانہ مزید موجب حصول طمانیت ہوگا کہ آج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے مسلمان جھوٹی قسم اٹھانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور یہ سرٹیفکیٹ یا رسید کسی سرکاری یا نیم سرکاری ادارہ کی طرف سے مصدقہ ہو۔

عشور (کسٹم ڈیوٹی) کی شرعی حیثیت

عشور یعنی کسٹم ڈیوٹی جو مسلمان سے لی جائے وُہ زکوٰۃ اور جو ذمی و حربی غیر مسلم سے لی جاتے وُہ خراج متصوّر ہو گی۔ چنانچہ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں :

وکل ما اخذ من المسلمین من العشور فسبیلہ سبیل الصدقۃ وسبیل ما یوخذ من اھل الذمۃ جمیعا واھل الحرب سبیل الخراج ۔ ص ۱۳۴)	اور جو عشور مسلمانوں سے لیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ کے طور اور جو غیر مسلم ذمیوں اور حربیوں سے لیا جاتا ہے' وہ خراج کی مد سے متصوّر ہو گا۔

یعنی ہر ایک کو متعلقہ مدمیں جمع کر کے اس کا حساب و اندراج اسی کے ساتھ رکھا جائے گا۔

ضرائب

ضرائب (ہنگامی ٹیکس) بھی بیت المال کے لئے ہوتے ہیں۔ اگر کفار کے ساتھ جنگ ہو جائے اور بیت المال خالی ہو اور لوگوں کو ان کی ضروریات میسّر نہ آ رہی ہوں جس سے تباہی و بربادی اور ہلاکت کا قوی اندیشہ منڈلا رہا ہو اور غنی و سرمایہ دار لوگ بھی وہ تمام مالی حقوق ادا کر چکے ہوں جو ان پر عائد ہوتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ ملکی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں یا قحط سالی سے بربادی و ہلاکت کا قوی اندیشہ بدستور باقی ہو، تو اس صورت میں سرمایہ داروں پر ہنگامی اور وقتی ٹیکس لگائے جائیں گے' ان کا نام ضرائب ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان سے جنگی اور غریب و پریشان حال لوگوں کی معاشی ضرورت پوری کی جائیگی، بجائے اس کے کہ ہم غیر ملکوں سے قرض کی بھیک مانگتے پھریں۔ اپنے ملک کے دولت مندوں سے ان کے حسبِ استطاعت وقتی ٹیکس لے کر ملکی معیشت و ضرورت کو سنبھالا دیا جاسکتا ہے، بلکہ ہمارے اسلاف کی روایت تو یہ ہے کہ اہلِ ثروت وغنی لوگ اپنی صداقتِ نیت اور خلوص للہیت کی بناء پر معاشی بدحالی اور غربت و فقر میں مبتلا لوگوں کی خود ہی خبرگیری کرتے اور ان کی اس حد تک معاونت فرماتے تھے کہ افلاس و غربت کے مارے ہوؤں کو زبان پر حرفِ شکایت لانے کی ضرورت ہی کم محسوس ہوتی تھی۔

اب تک یاد ہے قوموں کو حکایت انکی!
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت انکی!

ضرائب ہنگامی امداد سے اگر اہلِ استطاعت گریز کرنے لگیں، تو حکومتِ اسلامیہ ان سے جبری طور پر بھی امداد لے سکتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

وللامام ان یفعل ذالک فی مال العادل عند الحاجۃ ففی مال الباغی اولی والمعنیٰ فیہ الحاق الضرر الادنیٰ لدفع الاعلیٰ
(ھدایہ شریف ج ۱ صد ۵۸۵)

یعنی سربراہِ مملکت ملک کے وفادار دولت مندوں کے مالوں میں (ہنگامی ٹیکس عائد کرنے کا) تصرّف کرسکتا ہے، تو وہ ملک کے بے وفاؤں (جو ملکی ضروریات میں استطاعت کے باوجود تعاون نہیں کرتے، بلکہ آمادہ بہ فساد رہتے ہیں) کے مالوں میں ضررِ اعلیٰ کے دفع کو تصرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر سکتا ہے۔

اور امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط شریف میں ہے کہ حرب ہوازن میں ضرورت درپیش تھی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے کچھ زرہیں اس کی بلا اجازت استعمال کے لیے لے لی تھیں (المبسوط ج ۱۰ صہ ۱۲۶)

نظام مصطفےٰ میں موجودہ بے ہنگم ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں

لیکن نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان موجودہ بے ہنگم ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں جو حکومتیں عوام پر بلا جواز مسلط کرتی ہیں۔ یہ سراسر عدل و انصاف کے خلاف اور خالص جبر و ظلم ہے اور یہ ظالمانہ اور بے رحمانہ ٹیکس محض مقتدر ہستیوں کی عیاشیوں اور ہوس پرستیوں سے باز آکر اسلامی زندگی اختیار کریں، تو غریبوں پر اس قدر ظالمانہ ٹیکسوں کا بوجھ نہ لادنا پڑے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ جس ملک کے سربراہ کی یہ حالت ہو۔

"جو ملک کے خزانے سے اپنے لئے ایک کروڑ دس لاکھ روپے سالانہ یعنی تیس ہزار روپے کے روزانہ وصول کرتا تھا اور دوسرے اخراجات اس کے علاوہ تھے۔ پاکستان کے خزانے سے انہوں نے اپنے لئے بیس لاکھ روپے کی ایک کار خریدی جس کا نام مرسیڈیز ۶۰۰ ہے۔"

ہفت روزہ "اسلامی جمہوریہ" ۲۱ فروری ۱۹۷۷ء صہ ۴۲)

اور جس سربراہ کی یہ حالت ہو:

"دفتر خارجہ کے سفارتی ذرائع سے اور حکومت پاکستان کے خرچ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر نیویارک سے پانچ سو ڈالر کے سوٹ، لندن سے ایک سو ڈالر کی قمیص روم سے ایک سو ڈالر کے بوٹ اور پیرس سے معدنی پانی منگوایا جاتا تھا اس کے علاوہ اس کی پسندیدہ چائے سنگاپور سے منگوائی جاتی تھی۔"

"(نوائے وقت لاہور" ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ)

ایسے سربراہِ مملکت کو، مملکت اور عوام کا خیر خواہ کہنا چاہیئے یا بدخواہ، پھر عوام بھوکوں مر رہے ہوں اور سربراہ کی عیّاشی کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنے ملک اور وطنِ عزیز کا پانی پینا بھی پسند نہ کرتا ہو اور غیر ملکوں کا معدنی پانی نوش کرے ۔

ہم کو میسّر نہیں مٹی کا دیا بھی!!
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

بہر صورت قرآن وسنت، اسلام اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے نظامِ حیات میں عوام پر ٹیکس عائد کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں، جب تک خزانے میں کچھ موجود ہو۔ درِّ مختار طبع انڈیا مطبع احمدی میں ہے۔

وکره الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزّاة مع الفيئ ای مع وجود شيئ (فی بيت المال ۔صد ۳۴۷)	یعنی مجاہدین کے لئے لوگوں سے ضروریات کا سامان پکڑ لینا اس وقت تک ناجائز ہے، جب تک کہ بیت المال میں کچھ موجود ہے۔

اور خزانہ تو مسلمانوں ہی کی ضروریات کے لئے ہے لانّ بيت المال مُعدٌّ لنوائب المسلمين (شامی ۔ج ۴ صد ۱۲۷) حکام کی عیاشیوں کے لئے نہیں علامّہ امام بن عابدین درِّ مختار کی بالا مسطورہ عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وللامام ان یکلف الناس بان یقوی بعضہم بالکراع الی الخیل والسلاح وغیر ذالک من النفقۃ والزاد۔ (رد المختار ج ۴ - صہ ۱۲۷)	کہ حاکم جنگی ضرورت کے وقت اجب کہ خزانے میں کچھ نہ ہو) ضرورت مندوں کے لئے صاحب استطاعت لوگوں سے جبری طور پر سواریاں واسلحہ اور سفر خرچ دلواسکتا ہے۔

اسی طرح ہدایہ فتح القدیر وعنایہ میں ہے۔ وما وظف الامام لتجہیز الجیش وفداء الاساریٰ الخ (ج ۳ صہ ۱۲۵ و ج ۷ - صہ ۲۲۲ و ج ۷ - صہ ۲۲۱/۲۲۲)

اور ضرورت کے پورے ہوتے بعد ٹیکس کے بغیر اصلی اشیاء جو جبراً لی گئی تھیں مالکوں کو واپس کردی جائیں گی اور اگر کوئی چیز ضائع ہوگئی، تو مالکوں کو اس کی قیمت دی جائیگی، چنانچہ مجمع الانہر میں ہے:

بشرط الضمان فاذا زالت الحاجۃ یرد ان کان قائما والا فقیمتہ (ج ۱ - صہ ۶۴۲)	یعنی بشرط ضمان پھر رفع ضرورت کے بعد اگر وہ چیز موجود ہو تو وہی مالک کو لوٹا دی جائیگی، ورنہ اس کی قیمت۔

اسلام جان اور مال کا تحفظ دیتا ہے

یہ اس لئے کہ ہمارا دین، دین اسلام ہے اور یہ مسلّم ہے کہ اسلام جان ومال کا مکمل تحفظ دیتا ہے۔ دار الاسلام میں ہر شخص کی جان، مال واجب الاحترام اور واجب العصمۃ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عصموامنی دماءھم واموالہم (مشکوٰۃ ج ۱ - صہ ۱۲)	کہ میں ہر مسلمان کو جان ومال کا مکمل تحفظ دینے کا ذمہ دار ہوں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور جان و مال و عزّت و ناموس کا صحیح محافظ اسلام یعنی نظامِ مصطفےٰ ہی ہو سکتا ہے، بلکہ اسلام تو دارالاسلام میں موجود پناہ گزیں غیر مسلموں کو جان و مال کا مکمل تحفظ دیتا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کیسا عادلانہ نظامِ حیات ہے کہ ذاتی ملکیّت کو تحفظ دیتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات کا کفیل بھی ہے۔ ایسے عظیم الشان اور حیات افزا نظامِ مقدس کے ہوتے ہوئے کیپٹلزم اور سوشلزم ایسے سوائے زمانہ نظام بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

فیٔ

اگر کفار مسلمانوں کے لشکر سے خائف و مرعوب ہو کر مال چھوڑ کر بھاگ جائیں اور وہ مال مسلمانوں کے ہاتھ لگے، اسے فیٔ کہتے ہیں اور اس کے بھی تین حصّے کئے جاتے ہیں۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

وابوحنیفۃ یقسمہ، ثلاثًا ؛ کہ امام ابو حنیفہ اسے تین حصّوں میں بانٹنے کا فرماتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ - ص ۲۲۴)

خمسِ غنیمت

مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ فقرا و مساکین اور یتیموں کے لئے بیت المال میں رکھا جاتا ہے۔

لیکن اس وقت فیٔ کی طرح یہ مد بھی موجود نہیں ہے۔

صدقات

صدقاتِ نافلہ اور فقراء و مساکین اور یتیموں کے لئے نذر کئے ہوئے اموال بھی بیت المال میں جمع ہوتے ہیں جہاں سے مستحقین کو دیے جاتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اموالِ فاضلہ

یہ متفرق آمدنیاں :

۱۔ لاوارث لوگ فوت ہو جائیں اور اپنے پیچھے جائداد چھوڑ جائیں۔ ۲۔ مرتد کے زمانہ ارتداد کا کمایا ہوا مال۔ ۳۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت بحق بیت المال ضبط کر لی جاتی ہے۔ یہ سب اموالِ فاضلہ ہیں جو بیت المال میں رکھے جاتے ہیں۔

کانیں

زمین کے وہ خزانے جو قدرت نے اس میں پیدا کیے اگر سرکاری زمین میں دستیاب ہوتے تو کل بیت المال کے لیے ورنہ پانچواں حصہ بیت المال کے لیے۔ حدیث شریف میں ہے۔ و فی الرکاز الخمس کہ قدرتی خزائنِ ارضی میں خمس ہے۔ (کما فی الھدایہ ج ۱ صہ ۱۸۲)

دفینے

کسی زمین میں دفن کیا ہوا مال دفینہ کہلاتا ہے، اگر یہ کسی کو دستیاب ہوا اور اس کا مالک بھی کوئی نہ بنے، تو چار حصے دستیاب کرنے والے کے اور پانچواں حصہ بیت المال کا ہوتا ہے (کما فی الھدایہ)

سواری ٹیکس

بسوں، ٹرکوں، کاروں، سکوٹروں، موٹر سائیکلوں اور تانگوں پر ٹیکس وغیرہ، لیکن اس کی موجودہ مقدار زیادہ ہے، اسے کم کرنا ہوگا اور اگر اس کے بغیر مملکت کا کام چل سکے، تو اس ٹیکس کے عائد کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، اس کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب اسلام کا نظامِ حیات مکمل طور پر نافذ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسی برکتیں نازل فرمائے گا کہ سواری ٹیکس جیسے بوجھوں کی مصیبت سے قوم کو نجات مل جائے گی ؎

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش!
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائیگی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذرائع مواصلات: سرکاری بسیں، گاڑیاں (ریلوے) جہاز اور محکمہ ٹیلیفون اور محکمہ ڈاک کی آمدنی۔

برقیات: بجلی (الیکٹرک) کی آمدنی۔

سیاحت و زیارت: اسی طرح غیر ملکیوں کی سیاحت و زیارت کی آمدنی۔

تجارت: بنکوں سے سودی نظام کو ختم کر کے انہیں شریعت کے مطابق مضاربت مشارکت کے اصولوں پر چلایا جائے گا، اس کے منافع بھی بیت المال میں جمع ہوں گے۔

صنعت: اسی طرح سرکاری فیکٹریاں بھی جو آمدنی پیدا کرتی ہیں اس سے ورکروں کی زندگی خوشحال بنانے کے بعد فاضل آمدنی بھی بیت المال میں جمع ہو۔ مملکتِ اسلامیہ کی مندرجہ بالا پیدا واری مدّت اور ذرائع آمد بہت وسیع ہیں، ان کے مقابلے میں اخراجات محدود ہیں۔ اگر ملکی معیشت پر عیاش و فضول خرچ کی بجائے قناعت پسند، امانت دار قیادت کا کنٹرول ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک میں غربت و افلاس باقی رہ جائے۔

اس قدر ہوگی ترنّم آفریں بادِ بہار!
نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائیگی

کورٹ فیس کی ممانعت: کورٹ فیس چونکہ حصولِ انصاف کی فیس ہے، اس لئے یہ جائز نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس کی گنجائش نہیں، اسے ختم کر دیا جائے تاکہ ہر شخص کو انصاف کے مواقع مفت حاصل ہوں۔

گزارہ الاؤنس اور تنخواہیں

اسلام کا معاشی نظام اس لحاظ سے بھی دُنیا بھر کے نظاموں سے اعلیٰ و برتر ہے کہ اس میں لوگوں کی معاشی کفالت کا پورا اہتمام ہے، حتیٰ کہ اس میں نومولود بچے تک کو گزارہ الاؤنس دیا جاتا ہے! اور اسلام نے اس وقت یہ اقدام کیا، جب کرۂ زمین پر کسی بھی معاشرے میں اس کا تصوّر تک نہیں ملتا تھا، اگر آج کسی غیر اسلامی معاشرہ میں یہ چیز پائی جاتی ہے تو وُہ اسلامی معاشرہ کی تقلید میں ہی ہے؛ لہٰذا حقوقِ انسانی کے تحفظ و نگہداشت کا سہرا خادمانِ اسلام کے ہی سر ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں وظائف کا نظم و نسق کئی ایک شعبوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شعبہ کے لئے الگ الگ حساب و کتاب رکھا جاتا ہے۔

فوج کی تنخواہ

فوج کے جوان جو فوجی خدمت و حاضری پر ہیں، ان کے لئے باقاعدہ ماہانہ تنخواہ ہوتی ہے۔ فوج کی تنخواہیں باضابطہ طور پر سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہٗ نے جاری فرمائیں۔ یہ تنخواہیں اس قدر ہوتیں کہ فوجیوں کے روزمرّہ کے ضروری اخراجات باآسانی پورے ہوتے۔ یہاں تک کہ جب کسی فوجی کے ہاں کوئی بچّہ جنم لیتا، تو اس کی تنخواہ کے اس کے بچّے کا ماہانہ وظیفہ بھی جاری کیا جاتا اور بچوں کے وظائف صرف فوج کے لئے ہی نہیں سب کے لئے ہوتے تھے، کیونکہ اسلام کے معاشی نظام کا سایۂ رحمت سب کے لئے یکساں ہیں،

اس کی نگاہ میں چھوٹا بڑا ایک سا ہے ؎

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسے واسطہ کیا کم وبیش سے
نشیب و فراز و پس وپیش سے

شیرخوار بچّہ کا وظیفہ

بشر بن غالب سے روایت ہے کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ نومولود بچوں کا وظیفہ کب سے جاری ہو گا؟ انہوں نے فرمایا اسی وقت سے جب کہ وہ پہلی آواز نکالے (کتاب الاموال ج ۱ صہ ۳۹۹)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچّے کا وظیفہ اس وقت تک جاری نہ کرتے، جب تک کہ اس کا دودھ نہ چھڑایا جاتا، لیکن بعد میں انہوں نے اعلان کیا کہ :

لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کیا کرو، ہم ہر مسلمان بچّے کی پیدائش کے وقت ہی سے اس کا وظیفہ جاری کریں گے اور یہی حکم انہوں نے تمام اسلامی مملکت میں بھیج دیا کہ مسلمان کے ہر بچّے کا اس کی پیدائش ہی سے وظیفہ مقرّر کیا جائے۔

(کتاب الاموال ج ۱۔ صہ ۴۰۰)

بچّوں سے ہمدردی

مدونہ کبری اور اس کے حاشیہ میں امام مالک اور حضرت نافع سے مروی ہے کہ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک رات تاجروں کے ایک قافلہ نے مدینہ منورہ کی عیدگاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے فرمایا کہ (یہ لوگ تھکے ماندے ہیں سو جائیں گے تو انہیں کوئی ہوش نہ رہے گا چلئے) ہم دونوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آج رات ان کا پہرہ دیں کہیں چور ان کا سامان نہ لے جائیں۔ دونوں رات بھر پہرہ دیتے اور نوافل پڑھتے رہے۔ اس دوران ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ اُس طرف تشریف لے گئے اور اس کی ماں سے فرمایا اے خدا کی بندی بچے کو مت رُلا یہ کہہ کر واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد پھر اس بچے کے رونے کی آواز آئی آپ پھر تشریف لے گئے اور اس کی ماں کو وہی بات فرمائی حتیٰ کہ تین بار ایسا ہُوا۔ آخر میں آپ نے جا کر اس کی ماں کو ڈانٹ کر فرمایا کہ تو کیسی بُری ماں ہے تیرا بچہ آج رات بھر کیوں بے قرار رہا ہے؟ اس نے کہا اے خدا کے بندے (اسے معلوم نہ تھا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں) میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں مگر یہ نہیں چھوڑتا۔ آپ نے پوچھا کہ اُس کا دُودھ کیوں چھڑوا رہی ہو؟ کہنے لگی اس لئے کہ حضرت عمر کسی بچے کا وظیفہ اس وقت مقرر نہیں کرتے جب تک کہ وُہ دودھ نہ چھوڑ دے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کتنے ماہ کا ہے۔ کہنے لگی اتنے ماہ کا ہے۔ آپ نے فرمایا جلدی مت کر۔ پھر آپ نے مسجد نبوی میں آکر صبح کی نماز پڑھائی تو بچوں کے غم میں اس قدر روئے کہ نماز میں آپ کی قرأۃ لوگوں کو واضح سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو منادی کے ذریعے اعلان کرا دیا کہ لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کیا کرو۔ ہم آج کے بعد ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کر دیں گے اور یہ ملک کے طول و عرض میں بھی جاری کر دیا گیا (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ – صہ ۳۰۲)

عمر کے ساتھ بچّہ کے وظیفہ میں اضافہ

محمد بن بلال المدینی اپنے باپ کی وساطت سے اپنی دادی کے بارے میں روایت کرتے ہیں وُہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھیں، ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ نظر نہ آئیں، تو آپ نے اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ فلاں خاتون دکھائی نہیں دیتیں کیا وجہ ہے؟ ان کی اہلیہ نے عرض کی آج رات اس کے ہاں بچّہ ہوا ہے حضرت عثمان نے (باوجودیکہ اس کی طرف سے کسی قسم کی درخواست تک نہ بھیجی گئی تھی، خلیفہ نے محض اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے) محمد بن بلال کی دادی کے پاس پچاس درہم اور ایک چادر بھیجی اور فرمایا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ ہے اور چادر سے اس کے کپڑے بنالے۔ جب یہ بچّہ ایک سال کا ہوگا ہم پچاس کی بجائے اس کا وظیفہ سو درہم کردیں گے۔ کتاب الاموال ۔ ج ۔ ا صد ۲۰۰)

ہے سوزِ دردل سے زندگانی
اٹھتا نہیں خاک سے شرارہ

خلیفۂ وقت کو جب کسی بچّے کی ولادت کا علم ہوتا تو وہ درخواست طلب کیے بغیر اس کا وظیفہ جاری کردیتے	امام ابواسحاق اپنے دادا اخبار سے

راوی ہیں کہ ان کا گزر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سے ہوا، تو حضرت عثمان نے ان سے پوچھا:

بڑے میاں! آپ کے کتنے بچّے ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ امیر المومنین میرے ساتھ کنبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے اتنا وظیفہ مقرر کردیا ہے (راوی کو یہ مقدار یاد نہ رہی) اور تمہارے بال بچّوں میں سے ہر ایک کے لئے سو سو درہم مقرر کیے۔ (ایضاً صد ۲۰۰)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غربت کی ہوا میں بارور ہو!!
ساقی تیرا نم سحر ہو!!

میّت کا ترکہ وارثوں کے لئے اور اس کے عیال کا خرچ اور واجب الادا قرض حکومت کے ذمہ

اسلام کے معاشی نظام کی بے مثال خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں سماجی تحفظ کا خوب اہتمام کیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی مر جائے، تو اس کا ترکہ وارثوں کا ہوگا، مگر اس کے عیال کا خرچ اور واجب الادا قرض مملکت اسلامیہ کے بیت المال (خزانہ) کے ذمہ ہوتا ہے؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ تعالیٰ اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فمن توفی من المومنین فترک دینا فعلی قضاوہ ومن ترک مالا فھو لورثتہ (متفق علیہ)

کہ جو مسلمان فوت ہوگیا اور اس کا قرضہ ہو تو سربراہِ مملکت کی حیثیت سے اس کی ادائیگی میرے (خزانے کے) ذمہ ہے اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے۔

مشکوٰۃ ج ۱۔ صہ ۲۵۲

یعنی مرنے والے کا اگر ترکہ ہو تو اس کا قرض اس کے ترکہ سے ادا ہوگا۔ اور اگر قرض نہ ہو تو وہ ترکہ وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ ہاں مال و ترکہ اگر کچھ نہ ہوگا اور قرض ہی قرض ہوگا، تو وہ بحکم امیر المومنین سرکاری خزانے سے ادا ہوگا۔ یہ حکم عام ہے کہ امیر المومنین رعایا کے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہے اور باپ کی شفقتِ پدری دائمی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرض کا باعث ہے۔ اس حکم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختص نہیں رکھا گیا ہے جیسا کہ ہم نے بین القوسین حیثیت کی قید لگا کر اس حکم کے عموم کی طرف پہلے ہی اشارہ کر دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

انا اولی بالمومنین من انفسہم فمن مات وترك مالا فمالہ لموالی العصبۃ ومن ترك كلا او ضیاعا فانا ولیہ فلادعٰی لہ (ج ۲ صد ۹۹۸/۹۹۹ طبع مجتبائی۔)	میں مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں، جو مسلمان مر جائے، اور مال چھوڑ جائے، وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو قرض یا محتاج کنبہ چھوڑ جائے اس کے اخراجات کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ تم مجھے یاد کیا کرو۔

کتاب الاموال میں ہے کہ جو شخص قرض یا عیال داری کا بار چھوڑ کر مرے گا، وہ ہمارے ذمہ ہے اور جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا، وہ اس کے وارثوں کا ہوگا۔ (ج ۱ صد ۳۹۹)

حقائقِ ابدی پر اساس ہے اس کی یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسمِ افلاطوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوزِ دروں

علماء و اساتذہ، ائمہ و موذنین اور طلبائے علمِ دین کے وظائف

علمائے کرام و ائمہ و خطباء

اور موذنین کے وظائف باقاعدہ و باضابطہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جاری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرمائے تھے اور وہ اسلامی مملکتوں میں بھی جاری رہے ہیں چنانچہ علما و فقہا و اہل علم حضرات جو قرآن و حدیث اور دیگر علومِ اسلامیہ کی خدمات انجام دیتے ہیں اور جو ان علوم کے سیکھنے میں مصروف ہیں اور اسی طرح جو دنیاوی علوم و فنون مفیدہ کے معلم و متعلم ہیں، ان کے وظائف بھی ان کے حسب شان مقرر ہوتے ہیں۔

علما اگرچہ دین کے علوم کی تعلیم اور فرائض کی بجا آوری خالص اللہ کے لیے کرتے ہیں، تاہم اسلام کے نظام میں پابندیٔ اوقات کا ان کو معقول مشاہرہ دیا جاتا ہے جو اعلیٰ افسروں اور وزیروں کے برابر ہوتا ہے تاکہ کسی نہ کسی جذبے سے لوگ اپنے بچوں کو علم دین پڑھانے کی طرف مائل ہوں اس سے علوم دینیہ کی تجدید و بقا میں مدد ملتی ہے۔ اور اگر علما کا وقار اور ان کے مشاہرے نسبتاً کم ہوئے تو لوگ اپنے بچوں کو علم دین پڑھانے سے گریز کریں گے جس سے ملک و ملت اور اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ جس کا مشاہدہ اب ہم کر چکے ہیں، نیز علمائے کرام کا فکر معاش سے آزاد ہونا ملک و ملت کی اوّلین ضرورت ہے۔

اس جہاں میں اک معیشت اور سو افتاد ہے
روح کیا اس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے

فقرا و مساکین اور بے روزگاروں کے لئے گزارہ الاؤنس

اسلامی نظام نے فقرا، مساکین اور بے کاروں کے ماہانہ وظائف مقرر کیے ہیں، اس میں نادار، بے روزگار، مریض، بوڑھے معذور، یتیم اور بیوگان سب شامل ہیں، حکومت اسلامیہ کا بیت المال سب کی ضروریات زندگی کا حدِ ضرورت تک کفیل ہوتا ہے۔ فتوح البلدان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنہ نے ان مستحقین کی خوراک کی مقدار مقرر کرنے کے لئے اچھی خوراک کھانے والے چند آدمیوں کو بلا کر انہیں دو وقت کا کھانا کھلایا اور اسی حساب سے ہر شخص کی خوراک بیت المال سے ماہانہ طور پر مقرر کر دی۔ کتاب الاموال میں سفیان بن وہب سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں مدی اور قسط دو پیمانے لے کر فرمایا:

"میں نے ہر شخص کے لئے ماہانہ ایک مدی (ایک من چھتیس سیر) گندم دو قسط (سوا چار سیر) زیتون کا تیل مقرر کر دیا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ غلاموں کا بھی؟ فرمایا ہاں غلاموں کا بھی (ج ا صہ ۱۴۱)

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو مشورہ دینا

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا: فاجزل لہم فی العطاء والرزق لا یحتاجون صہ ۱۱۳ کہ علماء کے وظائف بھاری مقرر کیجیئے تاکہ وہ معاشی فکر و احتیاج سے بالاتر ہو کر ملک و ملت کی خدمت کریں۔ چنانچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا اور علماء کے بھاری مشاہرے مقرر کر کے انہیں فکرِ معاشی سے مستغنی کر دیا۔

قرآن مجید پڑھنے پر وظیفہ

سعید بن ابراہیم سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو فرمان بھیجا کہ "لوگوں کو قرآن مجید سیکھنے پر وظیفے دو" گورنروں نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی ہے اور کچھ ایسے لوگوں نے بھی قرآن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجید سیکھنا شروع کر دیا جنہیں سوائے وظیفہ کے اور کوئی کشش تعلیم قرآن کے حصول میں نہیں ہے (اور یہ اچھی بات ہے کہ کسی طرح قرآن تو سیکھ لیں گے) آپ نے پھر لکھا کہ لوگوں کو شرافت و مروت اور نیک صحبت کی بنا پر بھی وظیفے دو۔ (کتاب الاموال ج ۱ صہ ۴۶۸)

اسید بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ ایک گورنر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو قرآن مجید پڑھے گا" میں اس کا نام دو ہزار وظیفہ پانے والوں میں درج کر دوں گا، تو انہوں نے کہا کہ اُف کیا (یہ زمانہ بھی ہمیں دیکھنا پڑا کہ) کتاب اللہ (کے علم کو اسلامی جذبے سے نہیں) محض وظیفے کے طمع سے (پڑھنے پر (بھی) وظائف دیے جائیں گے۔ (کتاب الاموال ج ۱- صہ ۴۲۸)

تعلیم قرآن پر تنخواہ

ابو غیلان سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یحمد اشعری کو دیہاتی لوگوں کو دینی تعلیم دینے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے تنخواہ مقرر کر دی، مگر حارث نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اطلاع دی گئی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ یزید نے جو کچھ کیا (کہ تعلیم قرآن پر تنخواہ قبول کر لی) اس میں کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی اور ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے اندر حارث جیسے بے غرض خدمت کرنے والے لوگوں کی کثرت کرے۔ (کتاب الاموال ج ۱ ص ۲۲۸)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

تعلیم حدیث پر معاوضہ

جس طرح دوسرے علوم کی تعلیم و تدریس پر اجرت لینا جائز ہے اسی طرح تعلیم و تحدیث حدیث پر بھی معاوضہ و اجرت لینا جائز ہے۔ چنانچہ صاحب المجتبیٰ امام عبدالرحمٰن نسائی علیہ الرحمۃ کے شیخ یعقوب بن ابراہیم علیہ الرحمۃ حدیث کی روایت پر اجرت لیتے تھے۔ المجتبیٰ یعنی سنن امام نسائی میں ہے:

كان يعقوب لا يحدث بهذا الحديث الا بدينار
(سنن نسائی ج ۱ ص ...)

یعنی شیخ یعقوب بن ابراہیم علیہ الرحمۃ ایک دینار لے کر ہی اس حدیث کی روایت کرتے تھے۔

اور وہ حدیث جسے یعقوب بن ابراہیم علیہ الرحمۃ دینار لے کر روایت فرماتے تھے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبولن احدكم في الماء الدائم ثم يغتسل منه
(نسائی۔ ج ۱ ص ۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رکے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب کرے کہ اس میں نہانا پڑے گا۔

جو علماء قومی و دینی کاموں پر مامور ہیں انکی معاشی کفالت حکومت کے ذمہ ہے

جو علماء قومی اور دینی کاموں پر مامور ہیں اُن کی معاشی

https://ataunnabi.blogspot.com/

کفالت حکومت کے ذمہ ہے۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن میں کسی کام کے لئے بھیجا، جب واپس آئے تو حضور نے انہیں اس خدمت کا صلہ دیا۔ کما فی النسائی

اسی طرح بیہقی میں امام زہری سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے حضرت عتاب بن اسید کو مکہ مکرمہ کا عامل بنایا تو ان کے لئے چالیس اوقیہ سالانہ مقرر فرمائے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کی ہوتی ہے (عنایہ شرح ہدایہ ج ۱۰ صہ ۷۰ طبع مصر)

الاختیار اور الہدایہ میں ہے:

ويجوز الاجارة على التعليم والامامة في زماننا وعليه الفتوى لحاجة الناس اليه۔ (الاختيار ج ۲ صہ ۶۰ والهدايه ج ۳ صہ ۳۰۱)	کہ تعلیم قرآن وحدیث وغیرہ و امامت (اذان ایسے نیک کاموں کی پابندی اوقات) کا معاوضہ جائز ہے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے۔

معلوم ہوا کہ علماء کا درس وتدریس پر وظیفہ لینا بلا شبہ جائز ہے اور یہ دراصل پابندی اوقات کا وظیفہ ہوتا ہے جس میں یہ درس وتدریس ایسی دینی خدمت انجام دیتے ہیں اس پر علم فروشی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ علم فروشی کے معنی یہ ہیں کہ کسی لالچ میں دیدہ دانستہ غلط بیانی کی جائے یا علم کی بات چھپائی جائے [illegible] کے اظہار کا بھی وقت اور ضرورت ہو اجرت لے کر فتوے [illegible] کی پابندی کرانا قابل معاوضہ چیز ہے بس اسی کی اجرت [illegible] نہ یہ علم وفتوی فروشی ہے اور نہ ہی رشوت یہ بلا شبہ جائز اور رشوت بلا شبہ حرام ناجائز اس کا [illegible] جواز [illegible] رشوت لینے کی مذمت [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک امر مسلّم ہے۔

رشوت کی ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی اور اس پر بھی جو رشوت کا دلال ہے (ابو داؤد و ابن ماجہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و ترمذی عنہ و عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ و احمد و بیہقی عن ثوبان رضی اللہ عنہ)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کی سفارش کرے اور وہ اسے کچھ ہدیہ دے اور یہ قبول کرے، تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے پر آگیا۔ (ابو داؤد عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ) حکام کا معاملہ علماء کے معاملہ سے مختلف ہے اور وہ یہ کہ۔

ہدیہ علماء کے لئے جائز اور حکام کے لئے ناجائز

حاکم اور افسر کو ہدیہ وصول کرنا جائز نہیں بلکہ یہ رشوت ہے جیسا کہ اکثر لوگ حکام کو ڈالی یا تحفہ اور گفٹ کے نام سے دیتے ہیں اور اس سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی معاملہ ہوگا، تو ہماری رعایت کریں گے۔ اگر اس کی چیز واپس کر دی، تو اسے تکلیف ہوگی، تو وہ اس کی چیز کو لے کر اس کی مناسب قیمت دے دے۔ کم قیمت دے کر لینا بھی جائز نہیں اور اگر کوئی اس چیز کو رکھ کر چلا گیا، اسے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون تھا، تو اس چیز کو بیت المال (قومی خزانے) میں بطور امانت داخل کر دے خود نہ رکھے، جب دینے والا معلوم ہو جائے، تو اسے واپس کر دے۔ اسی طرح حاکم کو رعیت سے قرض و عاریت لینا اور منت کام کرانا بھی جائز نہیں۔ (درمختار مع الشامی ج ۵ ص ۳۷۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واعظ و مفتی و مدرس و امام و خطیب مسجد قبول کر سکتے ہیں (جبکہ یہ کسی محکمہ کے افسر نہ بنے ہوں ورنہ ان کے لئے بھی وہی مسئلہ ہے جو حاکم و افسر کے بارے میں گزرا) کہ انہیں جو کچھ دیا جاتا ہے' وہ ان کے علم و دین کا اعزاز ہے کسی چیز کی رشوت نہیں ہے۔ اگر مفتی کو فتوے کی رعایت کے لئے ہدیہ دیا کہ وہ اس کے حسب خواہش ہی فتویٰ دے خواہ غلط ہی کیوں نہ ہو' تو دینا لینا دونوں حرام اور فتویٰ بتانے کی اجرت بھی حلال نہیں' ہاں لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے' فتاویٰ شامی میں ہے۔

وانما یحل علی الکتابة لانها غیر واجبة علیه۔ (شامی ج ۵ ص ۳۷۴)	اور فتویٰ لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے کہ لکھنا اس پر شرعاً واجب نہیں

اور یہ جو گزرا کہ شیخ یعقوب بن ابراہیم حدیث کی روایت پر ہدیہ نہ اجرت لیتے تھے' اس کا محمل یہ بھی ہو سکتا ہے یعنی کان رضی اللہ عنه یاخذ الدنیا حتی تحدیث ذالك الحدیث کتابة لا علی نفس روایة الحدیث واللہ تعالیٰ اعلم۔ نیز حکام و افسران کو ان کے جو رشتہ دار احباب ان کے عہدے سے پہلے ہدیہ کرتے تھے وہ اب بھی لے سکتے ہیں' مگر معمول سابق سے زیادہ نہیں۔ ہاں اگر ہدیہ دینے والا مال کے اعتبار سے ترقی کر گیا ہے' اور ہدیہ میں اضافہ اسی مالداری کی بنا پر ہے تو حاکم کو قبول کرنے میں حرج نہیں ہے کہ مقصود اخلاص ہے طمع نہیں۔

اخلاص عمل مانگ نیاگان کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

رشوت کی تعریف و حکم

رشوت اس مال کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص اس شرط پر کسی حاکم کو دے [illegible] لے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو نہیں فیصلہ دے یا کسی ایسے شخص کو اس شرط پر دے جو حاکم سے اس کا کام کرا دے گا (شامی ج ۵ صہ ۳۶۲)

اور اگر ایک شخص کسی کا کام بلا طمع کر دے پھر وہ اسے کچھ دے، تو اس کے لینے میں حرج نہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو کراہت منقول ہے وہ ان کے تقویٰ پر مبنی ہے (شامی ج ۵ صہ ۳۶۱) یعنی یہ اگرچہ جائز ہے تاہم لینے والے کو اس سے پرہیز بہتر ہے۔

مجبوری و بے بسی میں رشوت کا مسئلہ

فقہاء اسلام نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ ظالم و جابر آدمی سے اپنی جان و عزت بچانے یا اپنا حق وصول کرنے کے لئے بے بس و مجبور انسان رشوت دینے پر گنہ گار نہ ہوگا، بلکہ اس کی بجائے رشوت لینے والا ظالم ہی دوہرے گناہ میں ملوث اور عذاب کا مستحق ہوگا۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۷ صہ ۲۵۵)

ایک شبہہ کا ازالہ

جب حاکم کو ہدیہ لینا جائز نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت حاکم اعلیٰ کی بھی تھی، تو آپ ہدیے اور تحفے کیوں قبول فرما لیتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنا رعصمت وعدالت یہ آپ کی خصوصیت ہے چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

ومن خصوصیته علیه الصلوٰة والسلام ان هدایاه له مفاده انه لیس للامام قبول الهدیة - والا لم تکن خصوصیة - (در مختار)	کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے لئے حاکم ہونے کے باوجود ہدیے جائز تھے دوسرے حاکم کے لئے نہیں ورنہ یہ خصوصیت نہ رہے گی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مع الشامی ج ۵ صـ ۲۷۲)

غرضیکہ علماء کے وظائف بیت المال سے مقرر کیے جائیں گے اور سب مستحقین کو کہ جن کے وظائف مقرر ہیں دینے کے بعد فاضل سرمایہ بحضرت مندوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ کہیں قرض خواہ کو قرض کے طور پر اور کہیں مقروضوں کے قرض اتارتے ہیں۔ رفتر، علی ھذا کیونکہ سرمایہ کے ویسے پڑے رہنے سے اس کا ضرورت مندوں پر خرچ ہونا بہتر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

حضرت انس بن محمد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس آنے والے مال پر دوپہر گزرنے دیتے تھے نہ رات۔ کتاب الاموال ج ۱ صـ ۲۱۴ ء

دل بے نیاز تجھ در سینہ دارم!!
گدارا دہد شیوہ بادشاہے۔

کتاب الاموال صـ ۲۱۴ میں اس روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال کو تقسیم فرمانے اور مستحقین تک پہنچانے میں عجلت سے کام لیتے تھے۔ اگر آپ کے پاس مال صبح پہنچتا تو آپ اسے دوپہر تک اپنے پاس نہ رہنے دیتے۔ اسی طرح اگر مال شام کے وقت آتا تو آپ رات سے پہلے اسے تقسیم فرما دیتے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ تین راتیں گزرنے سے پہلے پہلے اس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی نہ رہے مگر یہ کہ مجھ پر قرض ہو اور اسے ادا کرنے کے لیے کچھ بچا لیا ہو ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہاں سے تو نے لے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ حنین سے واپسی پر میں بھی اور لوگوں کے ساتھ آپ کے ساتھ جا رہا تھا کہ کچھ دیہاتی عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگ گئے اور آپ سے مانگنے لگے۔ ایک کیکر کے درخت کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ کی چادر اس میں الجھ گئی۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے میری چادر چھوڑ دو' فرمایا اگر ان کیکر کے درختوں کے پتوں کے برابر بھی اونٹ یا مویشی ہوتے تو میں وہ بھی تم میں تقسیم کر دیتا اور تم دیکھ لیتے کہ میں نہ تو بخیل ہوں اور نہ دروغ گو اور نہ ہی بزدل۔

(کتاب الاموال ج ۱ ص ۴۱۳)

سب مال ضرورت مندوں میں بانٹ دیا'

صحیح ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے کچھ حاجت مند لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے مالی امداد کا سوال کیا' آپ نے انہیں حسب ضرورت عطا فرمایا۔ انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے عطا فرمایا۔ صحیحین میں ہے کہ یہاں تک کہ جو مال جمع تھا' دے دیا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا فرمایا مایکون عندی من خیر فلن ادخرہ عنکم یعنی جو مال میرے پاس ہوتا ہے' اسے تم میں سے روک کر جمع کر کے نہیں رکھتا (ترمذی ج ۲ ص ۲۳)۔

اس حدیث کی شرح میں امام عینی لکھتے ہیں۔ اَنَّ السلطان اذا علم حاجۃ ... المال لا یحل لہ ان یدخر منہ شیئا (عمدۃ القاری شرح بخاری ج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۶۲) یعنی حاکم کو جب یہ ہے تو اسے جائز نہیں کہ وہ مال کو اس سے روک رکھے بلکہ قومی
خزانے سے اس کی حاجت رفع کرنا اس کا فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول و فعل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح
واضح ہو گئی کہ بیت المال (سرکاری خزانہ) ملک و قوم کی امانت ہے۔ عمدۃ القاری میں
ہے۔ ان للمسلمین حصا فی بیت المال یعنی بیت قومی خزانہ میں عوام کا حق ہے جسے
وہ ضرورت کے وقت حکومت سے لے سکتے ہیں (عمدۃ القاری ج۔ ۹۔ ص ۵۲)۔
مملکت کا سربراہ اور امیر ملک اسے مفاد عامہ کے لئے ہی مصرف میں لانے کا ذمہ دار ہے
اسے اس بات کی اجازت ہرگز نہیں کہ بیت المال یا قومی خزانے کو نفس پرستی اور اقربا
پروری کا ذریعہ بنالے اس سلسلے میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ملاحظہ
فرمایئے جو آپ نے درس عبرت کے طور پر ہمارے لئے چھوڑی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے ایک قریبی رشتہ دار سے برتاؤ

امام ابن جریر طبری
اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک قریبی رشتہ دار آپ کی خدمت
میں حاضر ہوا اور کچھ مانگا۔ آپ نے اسے ڈانٹ ڈپٹ کر کے نکال دیا۔ کسی نے آپ سے عرض کی۔

یا امیر المومنین فلانٌ سَالَکَ	کہ یا امیر المومنین آپ کے فلاں قریبی رشتہ دار
فَزَبَرتَهٗ وَاَخْرَجْتَهٗ فَقَالَ	نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے اسے جھڑک دیا۔ آپ نے
اِنَّهٗ سَئَلَنِیْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ فَمَا	فرمایا اس نے مجھ سے خدا کے مال (قومی سرکاری
مَعذِرَتِیْ اِنْ لَقِیْتُهٗ مَلِکًا۔	خزانے) سے مانگا تھا تو اگر میں خیانت پسند
خَائِنًا فَلَوْلَا سَئَلَنِیْ مِنْ مَالِیْ	حکمران خدا کے حضور پیش ہوا تو میرے پاس کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فَقَالَ فَارْسَلَ اِلَيْهِ بِعَشَرَةِ اٰلَافٍ
(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۱۹)

عذر ہوگا؟ ہاں! وہ میرے ذاتی مال سے سوال کرتا تو میں اسے کچھ ضرور دیتا۔ پھر آپ نے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار کی رقم اس کے پاس بھیج دی۔

اس واقعہ و روایت میں تین باتیں قابلِ تقلید ہیں، ایک کہ سربراہ مملکت ایک ایسی شخصیت ہی ہونی چاہیئے جس کا دل و دماغ قرآن و سنت اور فقہ اسلام کے نور سے منور اور خوفِ خدا سے بھرپور ہو تا کہ امور مملکت میں اس کا ہر اقدام و تصرف خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور دیانت و امانت پر مبنی ہو، دوسری یہ کہ وہ بخل و کنجوسی کی وصف مذموم سے بھی منزہ و پاک ہو، تیسری یہ کہ قومی اور ملی مفاد کے تحفظ کے لئے اپنے اور پرائے سب کے لئے سختی اور درشتی کی ضرورت ہے ۔

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو خوئے حریری

قومی خزانہ جسے اسلامی فقہ میں بیت المال کہنا چاہیئے قوم کے لئے ہے۔ سربراہ مملکت کو نہ صرف اس حقیقت کا علم ہونا ضروری ہے، بلکہ اسے اس بات کا فکر بھی دامن گیر ہونا چاہیئے کہ ملک کے عوام اس کے ہوتے ہوئے معاشی مصائب میں مبتلا نہ ہونے پائیں اس سلسلے میں سیرت فاروقی کی ایک اور روایت قابلِ تقلید ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مسافر عورت کی امداد کو پہنچنا

امام ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رات کے وقت حسبِ معمول گشت پر تھے اور حضرت اسلم رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے کچھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دور آگ جلتی دیکھی حضرت اسلم سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ رات اور سردی کی وجہ سے وہاں کوئی مسافر ٹھہرنے پر مجبور ہوا ہے۔ آیئے چل کر اس کی خبر لیں، چنانچہ ہم تیز تیز چلتے ہوئے وہاں جا پہنچا، تو وہ ایک عورت تھی جس نے ایک خیمہ میں پناہ لے رکھی تھی اس کے ہمراہ کچھ بچے تھے۔ اس نے ہانڈی آگ پر چڑھا رکھی تھی اور بچے بھوک سے بلک رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الضَّوْءِ یا اصحاب النار کہنا پسند نہ فرمایا کیونکہ قرآن میں اصحاب النار دوزخیوں کو کہا گیا ہے۔ عورت نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں قریب آسکتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں بھلائی کا ارادہ ہے تو آسکتے ہو۔ ورنہ نہیں۔ آپ قریب ہو کر پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا رات کو سردی سے مجبور ہو کر ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ بچے کیوں بلک رہے ہیں؟ کہنے لگی بھوک سے۔ آپ نے پوچھا اَیُّ شَیْئٍ فِیْ ھٰذِہِ الْقِدْرِ کہ اس ہانڈی میں کیا ہے؟ قَالَتْ مَاءٌ اُسْکِتُھُمْ بِہٖ حَتّٰی یَنَامُوْا اللہُ بَیْنَنَا وَبَیْنَ عُمَرَ بولی کہ اس میں پانی ہے اس بہانے میں بچوں کو بہلا کر انہیں خاموش کر رہی ہوں تاکہ وہ سو جائیں اور ہمارے اور عمر کے درمیان اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ عمر کو تمہارا کیا علم؟ بولی کہ وہ ہمارا والی ہو کر ہم سے بے خبر ہے۔ آپ وہاں سے جلدی سے اٹھے اور اسلم کو ساتھ لیکر بیت المال تشریف لائے اور وہاں سے آٹے کی بوری گھی کا ٹین اور دوسری ضروریات کی چیزیں لیں اور اسلم کہتے ہیں مجھے فرمایا کہ یہ سامان میری پیٹھ پر رکھ دو۔ میں نے اصرار کیا کہ نہیں میں اٹھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اَنْتَ تَحْمِلُ عَنِّیْ وِزْرِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کہ روز قیامت میری کوتاہی کا بوجھ تم ہی اٹھاؤ گے۔ آخر میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ سامان آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا اور ہم تیز تیز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چلتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ نے اس بوری وغیرہ کو عورت کے پاس جاکر اتار دیا اور کچھ آٹا نکال کر اسے گوندھ دیا اور عورت سے فرمایا کہ تم مجھے آٹے کے پیڑے بنا بنا کر دیتی جاؤ اور میں روٹی پکاتا جاؤں۔ چنانچہ روٹی پک گئی۔ پھر آپ نے ہانڈی آگ پر رکھ دی۔

وجعل ینفخ تحت القدر وله لحية عظيمة فجعلت انظر الى الدخان من خلال لحيته تاريخ الطبري ج ۵ ص ۲۰

اور ہانڈی کے نیچے خود ہی آگ کو پھونکنے لگے۔ آپ کی داڑھی بہت بھاری اور گھنی تھی میں دھوئیں کو آپ کی داڑھی کے بیچ سے نکلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

جب سالن تیار ہو گیا تو آپ نے ہانڈی نیچے اتار لی اور عورت سے فرمایا پیالے دو اس نے پیالے دیئے۔ آپ نے پیالوں میں سالن ڈال کر عورت کو اور اس کے بچوں کو دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور آپ نے ان کے لئے بستر لگا دیئے پھر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ عورت آپ کو بے ساختہ دعائیں دینے اور کہنے لگی۔

جزاك الله خيرا انت اولى بهذا الامر من امير المؤمنين۔ تاريخ الطبري ج ۵ ص ۲۱

خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین کی بہ نسبت آپ ہی خلافت کے زیادہ لائق ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ دعا دیجئے تم جب امیر المومنین کے پاس آؤ گی تو انشاء اللہ تم مجھے وہاں دیکھو گی۔ حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کہتا تھا کہ آپ کی بڑی شان ہے آپ مجھ سے کوئی بات نہ فرماتے اور خاموشی سے بیٹھے رہے پھر اس عورت کے بچے آپس میں کشتی کرنے لگے اور ہنسنے لگے اور پھر آرام سے سو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مجھ سے فرمایا کہ اے اسلم بچے بھوک سے بیدار تھے اور روتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھے مجھے انہیں اس طرح آرام و سکون اور خوشی میں دیکھے بغیر جانا پسند نہ تھا۔ پھر ہم وہاں سے رخصت ہوئے اور واپس آ گئے۔

حدیث بندۂ مومن دل آویز
جگر پُر خوں، نفس روشن، نگہ تیز

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس طرح کے کئی ایک مثالی واقعات و روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی مملکت کے سربراہ کی ذمہ داری کس قدر ہے اور اسے عوام کی معاشی تکلیف کا احساس کس قدر ہونا چاہیئے اور یہ کہ قومی خزانے میں عوام کا کس قدر حق ہے۔ افسوس کہ آج کے حکمران آنکھیں کھولیں اور زبانی ہمدردی کے اظہار کی بجائے عوام کی صحیح خدمت کریں اور اس احساس و ادراک کو اپنے اندر پھر سے پیدا کریں جو ہمارے اسلاف میں کارفرما تھا۔

آتی ہے صبح دم صدا عرش بریں سے
کھو یا گیا کس طرح تیرا جوہر ادراک ؟

فرات کے کنارے پر اگر کوئی اونٹ بھوک سے مرجائے تو عمر اس کا بھی جوابدہ ہوگا

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۰ھ اپنی مشہور تاریخ "تاریخ الطبری" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ

وَاللّٰہِ الَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَوْ اَنَّ جَمَلًا ھَلَکَ ضِیَاعًا بِشَطِّ الْفُرَاتِ خَشِیْتُ اَنْ یَّسْاَلَ اللّٰہُ

اس خدائے برتر کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا، اگر ایک اونٹ دریائے فرات کے کنارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عنہ' ال الخطاب (تاریخ الطبری ج ۵ صہ ۲۳) طبع حسینیہ مصریہ ج ۴ صہ ۱۸

پر (بھوک سے) مرجائے، تو مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ روزِ قیامت مجھے اس کا جوابدہ ہونا ہوگا۔

یہ ہے سربراہانِ اسلام کا احساس ذمّہ داری کہ انسان تو بڑی چیز ہے وہ جانوروں تک کی معاشی کفالت کا اپنے آپ کو ذمّہ دار سمجھتے تھے۔

اسلامی ریاست کا نصب العین کیا ہوتا ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ' جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، تو انہوں نے حکومت کا نقطۂ نظر بدل کر اسے صحیح سمت کی طرف پھیر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ' کے بعد بنوامیہ کے حکمرانوں نے حکومت کو ایک طرح سے محاصل و خراج وصول کرنے کا انتظامی ادارہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ جسے مسلمانوں کے اخلاق و عقائد، سیرت و تربیت اور ان کی اقتصادی و معاشی ترقی و تنزلی سے کوئی غرض نہ تھی، لیکن جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ' نے عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وقت آپ نے حکومت کے نصب العین میں اپنے اس تاریخی فقرے سے حکومت کے مزاج و نقطۂ نظر میں ہی انقلاب برپا کر دیا کہ :

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے تحصیلدار (مال کی وصولی کرنے والے) بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ صہ ۴۹ بحوالہ کتاب الخراج صہ ۷۵)

جس کے بعد وہ دنیوی حکومت کی بجائے خلافتِ نبویہ بن گئی، ان کی ساری مدت خلافت اسی جملہ کی عملی تفسیر تھی، اس لئے آپ کی خلافت بھی خلافتِ راشدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(خلافت بر طریقۂ نبوت) قرار پائی۔ ان کے زمانۂ خلافت میں اسلامی حکومت و سلطنت کے غیر مسلم باشندے (اقلیتی فرقے) بڑی تعداد میں مسلمان ہو رہے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جزیہ کی آمدنی و مالی حالت جو حکومت کی آمدنی کا اہم عنصر تھا، روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی۔ اس سے اسلامی سلطنت کی معیشت و ترقی پر بھی زبردست اثر پڑ رہا تھا۔ اہل کاران سلطنت نے آپ کو اس طرف متوجہ کیا اور تشویش ظاہر کی، آپ نے فرمایا اس میں بہتری ہے کہ یہ (غیر مسلموں کا مسلمان ہونا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (تشریف آوری) کا عین مقصد ہے۔ ایک دوسرے عہدے دار کو لکھا کہ مجھے اس سے بڑی خوشی ہو گی کہ سب غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور (جزیہ کی آمدنی بند ہونے کی وجہ سے) ہم اور تم دونوں کھیتی کر کے اور ہل چلا کر اپنا پیٹ بھریں۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۴۹) ۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

حضرت عمر کا رونا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھے بلوایا، تقریباً ظہر کا وقت تھا، میں ان کے پاس پہنچا۔ جب میں ان کے مکان میں داخل ہونے لگا، تو مجھے ان کے بآواز بلند رونے کی آواز آئی۔ میں نے کہا اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، واللہ! امیر المومنین کوئی بات نہیں۔ پریشان نہ ہوجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! تم کس خوش خیالی میں ہو ؎

ہر درد دل کو رونا میرا رُلا دے ۔ بیہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واقعی میں سخت مشکل میں ہوں، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر لے گئے جہاں میں نے اوپر تلے بہت سی تھیلیاں رکھی دیکھیں۔ پھر آپ نے فرمایا یہ ہے وہ مقام جہاں اللہ کی نظر میں آل خطاب کو آزمایا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم اگر ہم سخاوت کرتے ہوئے اسے تقسیم کر دیں، تو میرے سامنے میرے دو پیشرو بزرگوں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی مثال ہے جنہوں نے میرے لئے اس طرح کا قابلِ تقلید نمونہ چھوڑا ہے۔ میں نے عرض کی، آیئے امیر المومنین ہم مل کر اس مسئلہ پر غور کریں۔ چنانچہ ہم بیٹھ گئے اور ہم نے ضرورت مندوں اور مستحقوں کی فہرستیں تیار کیں جس میں مدینہ والوں کے نام لکھے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالوں کے نام لکھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے نام لکھے، پھر دوسرے لوگوں کی فہرستیں بنائیں، اسی طرح ہم نے حساب لگایا تو لوگوں کے لئے دو دو دینار آئے۔ پھر ہم نے وُہ سب کچھ ان فہرستوں کے مطابق تقسیم کر دیا (کتاب الاموال ج ۱ صہ ۴۱۳/۴۱۴) ۔

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

سونے کے ڈھیر بلا تاخیر تقسیم کر دیئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلوایا، جب میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے سامنے بھوسہ کی طرح سونے کے ڈھیر بکھرے دیکھے۔ آپ نے فرمایا "آؤ اسے اپنی قوم (مسلمان بھائیوں) میں تقسیم کر دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے یہ دولت اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روک کر مجھے کیوں دی معلوم نہیں کہ اس میں میرے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیے کوئی بھلائی ہے یا بُرائی" پھر میں (نے فہرست کے مطابق لوگوں کو بلایا اور اس سونے کے) تقسیم کرنے میں منہمک ہو گیا تو مجھے بر آواز بلند رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں "قسم بخدا جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا یہ ناممکن ہے کہ اس نے یہ دولت اپنے نبی اور ابو بکر سے تو کسی بُرائی کے قصد سے روک لی ہو اور عمر کو یہ دولت کسی بھلائی کے لئے دے دی ہو۔" (کتاب الاموال ج ۱ صہ ۴۱۴)

حضرت علی کا بیت المال میں جھاڑو پھیرنا

امام ابن المدائنی مجمع سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا۔

اِنَّ عَلِیًّا کَانَ یَکْنُسُ بَیْتَ الْمَالِ ثُمَّ یُصَلِّیْ فِیْهِ رَجَاءَ اَنْ یَّشْهَدَ لَهٗ اَنَّهٗ لَمْ یَحْبِسْ فِیْهِ الْمَالَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(الصواعق المحرقہ) صہ ۱۲۹

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال میں موجود سارا مال مستحقین میں تقسیم کرنے کے بعد وہاں جھاڑو پھیرتے پھر اس میں اس اُمید پر نماز پڑھتے کہ یہ جگہ روزِ قیامت اس بات کی گواہی دے کہ میں نے اس میں مسلمانوں کی ضروریات سے روک کر کوئی مال نہیں رکھا ہوا۔

بیت المال کی فاضل دولت حضرت معاویہ نے تقسیم کر دی

عطیہ بن قیس سے مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے ہمارے سامنے تقریر فرمائی (اور وہ مال تقسیم کر رہے تھے) تمہارے بیت المال میں ان وظائف کے بعد (جو وظیفہ خوروں کو دیکر) بچ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہتا ہے جو تم کو دبا جا رہا ہے۔ میں اس بچے ہوئے مال کو تمہارے سامنے تقسیم کر رہا ہوں، لیکن یاد رکھو۔ اگر آئندہ سال بچ گیا، تو وہ تم میں تقسیم ہو گا، نہ بچا، تو اس بارے میں ہم سے ناراض نہ ہونا، کیونکہ یہ مال ہمارا تو ہے نہیں، یہ تو وہ مُلکی دولت امانت ہے جو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (ہمارے پاس) بھیجتا ہے (کتاب الاموال ج ا صہ ۴۱۴) ہے

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

بیت المال کی فاضل دولت کے مصارف

حضرت عمر بن عبد العزیز نے حضرت عبد الحمید بن عبد الرحمٰن کو جو عراق کے گورنر تھے، لکھا کہ لوگوں کو ان کے وظائف دے دو، اس کے جواب میں عبد الحمید نے لکھا "کہ میں لوگوں کو ان کے وظائف دے چکا ہوں اور اس کے بعد بھی بیت المال میں مال بچا ہوا ہے"۔ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز نے انہیں لکھا "اب ایسے لوگوں کو دیکھو جو مقروض ہوں، لیکن انہوں نے یہ قرضہ کسی فضول خرچی یا بے راہ روی کے سلسلے میں نہ لیا ہو اور ان کے قرضہ جات (بیت المال میں بچی ہوئی رقم سے) ادا کر دو"۔ اس پر انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ میں نے ایسے مقروض افراد کے قرضے بھی ادا کر دیے ہیں، بایں ہمہ بیت المال میں رقم بچی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ "اب ایسے کنواروں کو تلاش کرو جو نادار ہوں اور شادی کرنا چاہتے ہوں، تو تم ان کی شادی کرا دو اور ان کے حق مہر بیت المال سے ادا کر دو"۔ عبد الحمید نے لکھا کہ "میں یہ بھی کر چکا ہوں"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پھر بھی بیت المال میں رقم بچ رہی ہے"۔ آپ نے لکھا "کہ اب ایسے ذمیوں (غیر مسلموں کو) تلاش کرو، جن پر جزیہ (ٹیکس) مقرر ہے اور وہ اپنی زمین کا انتظام کر سکیں، کیونکہ وہ مستقل ہمارے ملک کے باشندے ہیں، اس لئے ہمیں ان کی امداد و اعانت کا خیال رکھنا چاہیئے (کتاب الاموال ج ۱ ص ۲۱۵)۔

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوزِ پنہاں سے!
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں مستحقین کے جو وظائف مقرر فرمائے تھے، ان میں کمی نہ ہوگی، بلکہ حالات کے تحت جو کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں ان میں اضافہ کیا جائے گا، مگر کمی کا تو سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ اس سلسلے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ملاحظہ ہو:

کم دینے والے کو بد دعا

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"ہم نے تمہارے لیے (خوراک سے متعلقہ) ماہانہ وظائف مقرر کر دیے ہیں، پھر انہوں نے مدی اور قسط دو پیمانے ہاتھ میں لے کر انہیں نمایاں کرتے ہوئے ہلایا اور فرمایا جو مستحقین لوگوں کو اس مقررہ مقدار سے کم دے۔ خدا اسے ایسا اور ایسا کرے"، یعنی کم دینے والے کو بد دعا دی" (کتاب الاموال ج ۱ ص ۲۱۰)

اسلامی مملکت کے سربراہ کو جو عوام سے ہمدردی ہونی چاہیے۔ اس روایت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے اس کا اندازہ لگانا کوئی چنداں مشکل نہیں، ان کی ہمدردی محض لفظی یا نمائشی نہیں، عملی ہوا کرتی تھی اور ان کی شفقتِ عامہ کا یہ عالم کہ جیسے باپ اپنی اولاد کے بیجا تنگ کرنے والوں کو بد دعا دینے پر طبعی لحاظ سے مجبور ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ کی زبان سے بھی بہ تقاضائے طبیعت بد دعا سرزد ہو رہی ہے ؎

یہ آگہی میری مجھے رکھتی ہے بے قرار
خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتشکدے ہزار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام کے نظامِ معیشت میں اراضی و زراعت پر نظر

اراضی کی دو قسمیں ہیں

جب کوئی ملک فتح ہو تو ابتداءً اس کی اراضی دو قسموں میں پائی جاتی ہے:

۱۔ ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو، اسے اسلامی فقہ میں ارضِ مباحہ کہتے ہیں۔

۲۔ ایسی زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک و متصرّف ہو۔

اب ہم اوّل الذکر اراضی پر کچھ فقہی بحث کرتے ہیں تاکہ اسلام کے نظامِ معیشت میں اراضی سے متعلقہ مسائل خوب واضح ہو جائیں۔

ارضِ مباحہ کی قسمیں

۱۔ وہ زمینیں ہیں جو آبادی کے قرب میں واقع ہوں اور آبادی کی ضروریات کے لئے ہوں جن سے متعلّقہ آبادی کے لوگ مشترکہ مفادات اٹھاتے ہیں جیسے سڑکیں، گلی کوچے، قبرستان، عیدگاہ و چراگاہ و تیراندازی و گھوڑ دوڑ یا فوجی مشق کے میدان

۲۔ وہ زمینیں جو آبادی کی ضروریاتِ مشترکہ میں مصروف نہیں، مگر قابلِ زراعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتفاع ہیں، انہیں اراضی بیت المال کہتے ہیں۔

۳- پہاڑی اور سنگلاخ اور غیر آباد جنگلات کی زمینیں جو نہ تو کسی آبادی کی ضروریات میں مصرف ہوں اور نہ ہی سردست انتفاع و کاشت کے قابل ہوں البتہ محنت و مشقت کے بعد اس قابل ہو سکتی ہوں۔ ایسی زمینوں کو فقہ کی اصطلاح میں ارضِ موات (غیر آباد) زمینیں کہتے ہیں۔ اوّل الذکر یعنی مباحہ زمینوں کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں امیر المومنین ایک سربراہِ مملکت سے لے کر ایک عام آدمی تک کوئی بھی ان میں مالکانہ تصرّف نہیں کر سکتا، وہ جوں کی توں مفادِ مشترکہ عامّہ کے لئے وقف کی طرح مصرف ہیں گی۔

نمک وغیرہ کی کانوں اور تیل کے چشموں کا حکم

نمک وغیرہ کی کانوں اور تیل

یا پٹرول کے چشموں کا حکم شرعی بھی یہی ہے کہ وہ کسی کے تصرّف مالکانہ کے متحمّل نہیں بلکہ وہ رفاہِ عامہ کے لئے حکومت کی زیر نگرانی کام آئیں گے اور ان کی آمدنی ملکی مصارف و اخراجات میں صرف ہوگی۔ اور امام ابو عبید کتاب الاموال میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیض بن حمال مازنی کی خواہش پر انہیں مارب کی زمینیں عطا فرمائیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نمک کی کانیں اور مفادِ عامہ کی چیزیں ہیں تو آپ نے وہ واپس لے لیں کہ فرد کے مفاد سے مقدم ہے۔ یہ اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی معیشت کا اس وقت کا نظام ہے جب پوری دنیا پر نفسی نفسی کا عالم طاری تھا اور قومی و اجتماعی مفاد کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا اور نہ ہی آج نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس کا صحیح تصوّر مل سکتا ہے ہاں اہلِ مغرب کی عقلِ عیار کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایسے بلند بانگ دعوے ضرور سننے میں آتے ہیں جن کے پس پردہ حقوقِ انسانی کا خون بہتا ہوا دکھائی دیتا ہے ؎

جہاں مغرب کے تبکدوں میں کلیساؤں میں، مدرسوں میں
ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیّار

ثانی الذکر یعنی اراضی مباحہ کا قسم ثانی جنہیں بیت المال کہا جاتا ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:-

ا- وہ زمینیں جو کسی علاقے کے فتح کے وقت کسی کی مملوک نہ تھیں۔

ب- وہ زمینیں جو اگرچہ شروع میں کسی کی مملوک تھیں، مگر مالک لاوارث مرگیا۔

ج مملوکہ مفتوحہ اراضی دیگر مالِ غنیمت کی طرح پانچ حصّوں میں منقسم ہونگی اس کا پانچواں حصّہ بیت المال کا ہوتا ہے۔

د کفار کی مملوکہ زمین جو جنگ کے ذریعے حاصل کی گئی جسے سربراہِ مملکت غانمین میں تقسیم کرنے کی بجائے ساری کی ساری بیت المال کے لئے چھوڑ دی۔

ھ- یا امام اس میں سے خاص خاص زمینوں کو بیت المال کے لئے مخصوص کر دے۔

و- زمین کا مالک زمین چھوڑ کر بھاگ گیا اور غائب اور لاپتہ ہو گیا جس کا پیچھے کوئی وارث نہیں۔

ز- معرکۂ جنگ میں قتل ہونے والے لاوارثوں کی ایسی اراضی بیت المال کی قرار پائے گی۔

افتاوی شامی وکتاب الاموال و بدائع صنائع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیت المال کی اراضی کی آمدنی کا مصرف

وہی لوگ ہیں جن کے حقوق کا بیت المال کفیل ہے مثلاً یتیم، نادار، بیوائیں، مسافر، مریض، معذور، فوج، پولیس، علماء، عدلیہ و انتظامیہ، رفاہِ عامہ مثلاً دریاؤں، نہروں کے پل مساجد و مدارس شفاخانوں اور خانقاہوں کی تعمیرات وغیرہ،

بیت المال کی اراضی میں سربراہ کے اختیارات

بیت المال کی اراضی دیگر اموال بیت المال کی طرح سربراہِ مملکت یعنی امام المسلمین یا امیرالمومنین کی نگرانی اور ذمہ داری میں رہے گی، انہیں امام المسلمین شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں اپنی صوابدید کے مطابق کام میں لانے کے احکام نافذ کرے گا۔

منافع اٹھانے کی صورتیں

بیت المال کی زمینوں سے مندرجہ ذیل صورتوں میں فوائد اٹھائے جائیں گے۔

۱۔ قابلِ زراعت اراضی میں کھیتی باڑی کرائی جائے، خواہ حکومت اپنے وسائل سے کھیتی باڑی کرائے یا کاشتکاروں کو بٹائی وغیرہ پر دے اور اس کی آمدنی بیت المال میں جمع کرائے اور اس کا باقاعدہ حساب ہو جسے مملکت کا کوئی بھی ذمہ دار فرد چیک کر سکے۔

۲۔ سکنی جائدادوں کو کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی بھی باضابطہ طور پر بیت المال میں جمع کرائی جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۳۔ اگر ضرورت پڑ جائے، تو ان اراضی یا جائدادوں کو فروخت کر کے اور ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرائی جائے۔

۴۔ امام کی طرف سے ان کی اراضی یا جائدادوں میں کچھ حسب ضرورت وصوابدید کسی ایسے شخص کو بخشش کی جاسکتی ہیں جس نے ملک و ملت اور اسلام کے لئے کوئی قابل قدر خدمات انجام دی ہوں یا ایسے شخص کو جو فقر و فاقہ یا معذوری رکھتا ہو (ان مسائل کی مزید تفاصیل کتاب الاموال کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہے)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک زمین بیت المال کے بمنزلے ہے امام المسلمین کو حق ہے کہ وہ اس میں سے حسب صوابدید کسی ایسے شخص کو جس کی اسلام کو ضرورت ہو زمین کا ٹکڑا بخش دے، جب کہ وہ یہ سمجھے کہ ایسا کرنا اسلام و مسلمانوں کے حق میں مفید ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

ولا اری ان یترک ارضا لا	کہ میں جائز نہیں سمجھتا کہ غیر مملوکہ
ملک لاحد فیھا ولا عمارۃ حتی	غیر آباد زمینوں کو یوں ہی چھوڑے رکھے
یقطعھا الامام فان ذالک اعمر	بلکہ کسی آباد کار کو جاگیر کے طور پر دے دے
للبلاد واکثر للخراج۔	کہ اس سے خدا کی زمین آباد ہوگی اور
(کتاب الاموال ج ا ص ۶۱)	آمدنی بکثرت ہوگی۔

ہمارے ملک کا وسیع و عریض معتد بہ حصہ ویران پڑا ہے اس کی آبادی کی طرف توجہ کرنے کی شدید ضرورت ہے، اسے آباد کرنے سے انشاء اللہ ہماری معاشی تکالیف کا کافی حد تک ازالہ ہو جائے گا

وسعت عالم میں رہ پیما ہو مثل آفتاب دامن گردوں سے ناپید ہوں یہ داغ سحاب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ارضِ موات (غیر آباد) کا مسئلہ

اراضی مباحہ غیر مملوکہ کے تیسرے قسم کو ارضِ موات (یعنی غیر آباد زمین) کہتے ہیں اس کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ سربراہِ مملکت یعنی (حکومت) سے اجازت لے کر جو چاہے آباد کرے وہ اس کا مالک سمجھا جائیگا۔

جو زمین آباد کرے وہی اس کا مالک ہے

کا یہی مطلب ہے کہ جو شخص سرکاری (یعنی بیت المال کی) غیر آباد زمینوں کو سربراہِ مملکت (حکومت) سے اجازت لے کر آباد کرے وہ اس کا مالک ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ اَحْیٰ اَرضًا مَیْتَةً فَہِیَ لَہٗ — یعنی جس نے غیر مملوکہ غیر آباد زمین کو آباد کیا، وہ اس کی ہوگی۔ (الجامع الصغیر سیوطی ج ۲ صـ ۱۶)

اور آباد کاری کے لئے تین سال کی اجازت دی جاتی ہے گی۔ اگر اس مدت میں آباد نہ کرسکا، تو اس سے واپس لے کر اسے دی جاتی ہے گی جو اسے آباد کریگا اور اگر کچھ آباد کرسکا اور کچھ نہیں تو آباد کو اس کے پاس رہنے دیا جاتے گا اور غیر آباد کو واپس لے کر دوسرے بے زمین خواہش مند کو دی جاتے گی، چنانچہ کتاب الخراج میں مروی ہے:

مَنْ کَانَتْ لَہٗ اَرْضٌ ثُمَّ تَرَکَہَا ثَلٰثَ سِنِیْنَ فَلَمْ یَعْمُرْہَا فَعَمَرَہَا قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَہُمْ اَحَقُّ بِہَا وَفِیْ رِوَایَةٍ لَیْسَ لِمُتَحَجِّرٍ حَقٌّ

کہ جس کو زمین دی گئی، پھر اس نے اسے تین سال تک غیر آباد چھوڑا آباد نہ کیا تو دوسرے لوگوں نے (امام کے اذن سے) اُسے آباد کیا، تو وہی اس کے حق دار ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِيْنَ (صہ ۶۱، ۶۵) اور تین سال کے بعد زمین کو غیر آباد حالت میں روک کر رکھنے والے کا کوئی حق نہیں (یعنی اسے تین سال سے زائد مہلت نہیں دی جائے گی۔

زمین کو آباد کرانا ضروری ہے۔

زمین کو آباد کرنا ضروری ہے خود کرے یا کرائے

خود کرے یا کسی دوسرے سے آباد کرائے چنانچہ کتاب الخراج میں ہے۔ یَزْرَعُهَا اَوْ یَزْرَعُهَا وَیُوَاجِرُهَا (صہ ۶۵) کہ خود کاشت کرے یا مزارعت پر کاشت کو دے (وایضا رواہ النسائی وغیرہ) زمین جب تک آباد کی جارہی ہے، اسے واپس نہیں لیا جاسکتا جب کہ امام المسلمین نے زمین ہی کی تملیک کردی ہو۔ صرف منافع کی نہیں، یعنی صرف تمتیعاً نہ دی، بلکہ تملیکاً دی ہو۔ پھر مالکِ زمین اس میں ہر طرح کے تصرّف کا مجاز ہوگا۔ ہبہ، بیع وغیرہ اور اس میں وراثت بھی جاری ہوگی اور اگر زمین کی بجائے صرف زمین سے منافع اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی تو یہ اجازت بوقتِ ضرورت و مصلحت منسوخ کرکے اس سے زمین واپس لی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حکومت پر متمکن ہوکر کیا تھا۔

ذاتی ملکیّت کا مسئلہ

اسلامی نظامِ معیشت ایک ایسا نظام ہے جو ہر طرح کے افراط و تفریط سے پاک ہے

یہ ایک معتدل راستہ ہے اسلام شخصی اور ذاتی ملکیّت کو حقوقِ انسانی میں سے ایک اہم حق تصور کرتا ہے اور کسی شخص یا پارٹی اور حکومت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر تصرّف کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یاَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ (الاٰیۃ)

اے مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، مگر جو سودا تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔

اسلام میں جائز طریقے سے تجارت اور سرمایہ کاری کی اجازت ہے

اسلام جائز طریقے سے تجارت و سرمایہ کاری کی اجازت

دیتا ہے، یعنی اسلام کے نظامِ معیشت میں ہر شخص اسلام کے اصولِ تجارت کے مطابق تجارت میں ترقی کر کے سرمایہ حاصل کر سکتا ہے مگر اس اندیشے سے کہیں لامحدود سرمایہ کسی شخصِ واحد کے ہاتھوں میں مرتکز ہو کر عوام الناس کے مفادِ عامہ کو متاثر نہ کرے اس پر زکوٰۃ و صدقات ایسے عوامی حقوق عائد کر دیئے جن کی ادائیگی کے بعد ایک فرد یا چند افراد کے ہاتھوں میں لامحدود سرمایہ و دولت جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مطلق العنان سرمایہ داری کی نوبت آتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں باہمی رضامندی کے سوا ایک دوسرے کے مال کی ممانعت کر دی گئی ہے اور ممانعت میں چوری، خیانت، غصب (زبردستی چھین لینا) جوا اور سود وغیرہ سب شامل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۱۳۲)

بلکہ ان حقوق کی ادائیگی سے دولت میں تحریک و گردش کا عمل جاری رہتا ہے جس سے امیر ہوں یا غریب سب مستفید ہوتے رہتے ہیں، اس لئے تاجرین کو بیرونِ ملک سے مال درآمد کرنے اور اندرونِ ملک سے بیرونِ ملک مال برآمد کرنے کی بھی عام اجازت ہے۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیے اسلام میں لائسنس پر کسی پارٹی یا فرد کی اجارہ داری قابل برداشت نہیں، مگر ملک سے باہر مال برآمد کرنے کی اجازت اس وقت نہ دی جائے گی جب کہ ملک کے صارفین ضرورت مندوں پر مہنگائی کے مسلط ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ ہی باہر سے مال درآمد کرنے کی کسی ایسی صورت کو برداشت کیا جا سکتا ہے جس سے ملک کا سرمایہ بیرون ملک چلا جائے اور ہم غیر ملکیوں کی امداد و اعانت کے محتاج ہو جائیں۔ آج یہ بات تجربہ میں آ چکی ہے کہ بڑی طاقتیں غریب ملکوں کو لین دین کے ذریعے اپنی غلامی میں جکڑ لیتی اور ان پر اپنے نظریات مسلط کیے بغیر نہیں رہتیں اور یہ صورت حال ایک مسلمان ملک کے لئے قابلِ برداشت نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس سے بالواسطہ اسلام کی عظمت و سربلندی پر بُرا اثر پڑ سکتا ہے ۔

وہی ناں ہے تیرے لئے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں سر بلند

غریبوں کا ہمدرد اسلام

غریبوں کا صحیح اور سچا ہمدرد اسلام ہی ہے غریبوں کی ہمدردی کے تقاضے پورے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ داروں اور دولت مندوں سے زکوٰۃ و صدقات اور عشر وغیرہ ایسے مالیے وصول کر کے معاشرہ کے مفلوک الحال اور غریب و مستحق افراد میں صرف کیے جائیں تاکہ معاشرہ میں خوشحالی کا دور دورہ ہو اور انشاء اللہ اس سے ہمارے ملک کا معاشرہ اضطراب و بے چینی کے بھنور سے بخوبی نکل آئے گا۔ نیز چھان بین اور صحیح تحقیق کی جائے اور پتہ چلایا جائے کہ تقسیمِ ہند سے قبل انگریزوں نے اپنے پاؤں جمانے اور اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے جن جن لوگوں کو جاگیریں بخشیں اور ان کی وفاداریاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاصل کیں اور انہیں اپنے مخصوص خطابات سے نوازا۔ پھر پاکستان بننے کے بعد انہوں نے رئیسوں اور وڈیروں کی حیثیت سے غریبوں کا استیصال کیا۔ ان کی وہ جاگیریں واپس لی جائیں اور مستحقین میں تقسیم کی جائیں، کیونکہ ایسے جاگیردار اب بھی نہ صرف غریبوں کو اپنا غلام بناتے ہوتے ہیں، بلکہ اسلام کے نظام کے نفاذ میں بھی حائل بنے ہوتے ہیں، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس کی زد میں ایسے لوگ نہ آنے پائیں جو اپنے جائز ذرائع سے کما کر یا آباؤ اجداد سے وراثت میں زمینوں کے مالک چلے آ رہے ہیں، کیونکہ ایسے لوگوں کی زمینوں پر ان کی مرضی کے بغیر قبضہ کرنا سخت ممنوع ہے۔

کسی کی جائز کمائی پر ناجائز قبضہ کا مسئلہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ ہتھیاؤ۔ حدیث شریف میں ہے؛

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنْ اَرْضٍ بِغَیْرِ حَقٍّ طُوِّقَہٗ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ (کتاب الخراج صد ۶۲)

جس نے کسی کی بالشت بھر زمین پر بھی ناجائز قبضہ کیا، وہاں سے ساتویں زمین تک کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

صحیح بخاری میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّہٖ خُسِفَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلٰی سَبْعِ

کہ جس نے کسی کی زمین ناحق قبضے میں لی اسے قیامت کے روز ساتویں زمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَرْضِیْنَ (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۶۰) تک دھنسا دیا جائے گا۔

اس کی شرح سراج منیر میں ہے:

اَیْ یُجْعَلُ کَالطَّوْقِ فِیْ عُنُقِہٖ حَقِیْقَۃً وَیُعَظَّمُ عُنُقُہٗ یَسَعُ ذَالِكَ اَوْ یُطَوَّقُ اِثْمُ ذَالِكَ وَیَلْزَمُہٗ لُزُوْمَ الطَّوْقِ۔

(سراج منیر ج ۳ ص ۳۲۲)

یعنی واقعی طور پر زمین کو طوق کی طرح کر کے اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اور اس کی گردن کو اس قدر لمبا کیا جائے گا کہ اس میں زمین کا طوق پڑ سکے یا زمین کے غصب کا گناہ طوق کی صورت میں اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

قومی ملکیت کی اصطلاح بے معنی ہے

اسلام کی نظر میں قومی ملکیت کی اصطلاح بے معنی ہے کیونکہ کسی شئی کا مجموعہ یا کل اس کے افراد و اجزا کے ہی تابع ہوتا ہے۔ جب تمام افراد کو حق ملکیت سے محروم کر دیا جائے تو ان کا مجموعہ کیا چیز ہے جو تمام املاک کا مالک کہلاتا ہے جب افراد محروم ہو گئے، تو ان کا مجموعہ بھی محروم ہو گیا اس اصطلاح میں فریب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کے برعکس سرکاری ملکیت ایک اصطلاح معقول ہے۔ قومی ملکیت سوشلسٹوں کی عجیب و غریب بے معنی اصطلاح ہے۔ سابقہ حکومت نے لوگوں کے نجی تجارتی ادارے ان سے چھین لئے۔ پھر کسی کو تو معاوضہ دینے کا اعلان کیا اور کہا گیا کہ چونکہ ان کے ادارے سرکاری تحویل میں لئے گئے ہیں۔ اس سے تمہیں معاوضہ ملے گا اور کسی کو معاوضہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا گیا کہ چونکہ ان کے ادارے قومی تحویل میں لئے گئے ہیں، اس لئے انہیں معاوضہ نہیں ملے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان اداروں کی نہ تو سرکار مالک قرار پائی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور نہ ہی سابقہ مالکان، تو کون مالک ہوا؟

اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں

تحدیدِ ملکیت

اسلام نہ تو سرمایہ داری کی طرح بے لگام ملکیّت کی اجازت دیتا ہے کہ جائز و ناجائز ہر ذریعے سے دولت کمائی جائے اور جہاں دل چاہے اسے خرچ کیا جائے، بلکہ اسلام سرمایہ جمع کرنے پر دو طرح کی پابندی عائد کرتا ہے ایک یہ کہ ذرائع اور وسائل آمدنی جائز ہوں جن سے کسی کا استیصال لازم نہ آئے اور خدا و مصطفےٰ جلّ وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق ہوں اور دوسرے یہ کہ اس سرمایہ کا مصرف صحیح ہو یعنی اس سرمایہ کو خدمتِ اسلام و اعانتِ مستحقین اور اپنی ضروریات میں صرف کیا جائے جس کی بحث گزر چکی اور نہ ہی اشتراکی اور سوشلسٹ نظام کی طرح شخصی و انفرادی ملکیت کو ممنوع قرار دیتا ہے اور اہل دولت کو زکوٰۃ وصدقات اور توریث ایسے احکام و قوانین کے نظامِ عمل کا پابند کرتا ہے جس سے معاشرہ ہمہ گیر سطح پر استیصال کا شکار ہونے کی بجائے مکمل طور پر خوشحال اور فارغ بالی کی نعمت سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ نظامِ زکوٰۃ اور نظامِ وراثت معاشرہ کی خوشحالی کی ضمانت اور تحدیدِ ملکیت کا قدرتی ذریعہ ہیں، بالخصوص نظامِ وراثت جب کسی سرمایہ دار کے مرنے کے بعد عمل میں آتا ہے، تو اس نظامِ عمل سے اس کی جائداد منقسم ہوکر متعدد ہاتھوں میں چلی جاتی ہے جس سے اس کے خاندان کے بہت سے مفلس محتاج خوشحال ہوجاتے ہیں۔ زکوٰۃ و توریث نظامِ عمل تحدیدِ ملکیت کا منطقی و قدرتی اور نہایت ہی کامیاب نظام ہے، اس کے مقابلے میں انسان کے بنائے ہوئے تحدیدی قوانین غیر منطقی اور غیر مؤثر ثابت ہوتے ہیں، لہٰذا اس کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باقی نہیں رہتی۔

نظامِ وراثت

ہمارے ملک کے تقریباً نوے فیصد مسلمان نظامِ وراثت سے گریزاں اور مستحق وارثوں کے استیصال کا عمل اختیار کیے ہوتے اور سب سے زیادہ استیصال بیچاری لڑکیوں کا ہو رہا ہے۔ لڑکی کے ماں باپ استیصال پر مبنی ظالمانہ رواج کی آڑ لے کر جہاں لڑکیوں کی حق تلفی کے مرتکب ہوتے ہیں، اور اُن کا دل دُکھاتے ہیں، وہاں مسلمان کہلانے کے باوجود عملی طور پر خداوندِ قدوس کے احکامِ وراثت سے کفر و انکار کر کے اپنی قبر میں آگ بھرتے ہیں ؎

آہ یہ قومِ نجیب چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

(المکافی کتاب الاموال) ؎

در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را بسوز!
گفتمت روشن حدیثے، گر توانی دار گوش

اور اگر وہ لوگ مسلمان نہ ہوتے ہوں، تو صلح نامہ میں فریقین کے درمیان ان مینوں کے بارے میں جو معاہدہ طے پائے گا اس پر عمل درآمد ضروری ہوگا اور دیگر صورتوں کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

محمد تقی امینی کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

مولوی محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ذاتی ملکیت کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

جن لوگوں نے اسلام کے نام پر موجود دور کی انفرادی ملکیت پر اصرار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا ہے وہ دراصل اس وقت کے اسلام کی نمائندگی کر رہے ہیں، جب کہ مسلمانوں میں ذاتی منفعت وحصولِ اقتدار خود مقصد بن گیا تھا، اس بناء پر ان کی بات زیادہ توجّہ کے لائق نہیں ہے۔ (احکام شرعیہ صہ ۲۱۳)

محمد تقی صاحب ذاتی ملکیّت ختم کرانے کے درپے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ذاتی ملکیّت کے خلاف پہلے سے ایک نظریہ قائم کر لیا ہے۔ پھر اس نظریے میں دلائل لاتے چلے گئے، چونکہ سرے سے ہی یہ نظریہ غلط اور سوشلسٹ واشتراکیّت نواز حضرات کا اثر ہے جو امینی صاحب پر چھایا ہوا ہے جس کی تائید میں انہیں صحیح دلائل میسّر نہ آسکے، اس لئے انہوں نے بعض اکابر کی عبارات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی

سر دیں اور اک میں آتا نہیں
کس طرح آئے قیامت کا یقین

اراضی مفتوحہ کی دوسری قسم

مفتوحہ زمینوں کی دوسری قسم وہ ہے جو فتح کے وقت کسی کی ملکیّت تصرّف میں ہو۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ:

وہ صلح وامن کے ساتھ فتح ہو اور ان کے باشندے مسلمان ہو جائیں تو وہ زمینیں بدستور ان کے تصرّف میں رہیں گی۔ امام المسلمین یا کوئی دوسرا کسی طرح کا ان میں دخل نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ	کہ مجھے حکم ہوا کہ میں لوگوں سے لڑوں،
حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا	یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشک محمد اللہ کے
وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ	رسول ہیں اور نماز پنجگانہ قائم کریں اور زکوٰۃ
فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا	دیں، جب وُہ یہ کریں، تو ان کے جان و
مِنِّیْ دِمَاءَ ھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ	مال میری طرف سے محفوظ ہو گئے، مگر اسلام
اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُھُمْ	کے حق (قصاص وحدود) میں (ان کا
عَلَی اللّٰہِ (متفق علیہ)	مواخذہ ہو گا) اور (ان کے باطن) کا
	حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

مدینہ منورہ کے انصار چونکہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اراضی کے ساتھ بھی یہی کیا کہ جو زمین جس کے پاس تھی، اس کے پاس رہی۔ البتہ انصار نے خوش دلی سے وُہ زمینیں حضور کے حوالے کر دیں۔ جہاں پانی نہیں پہنچتا تھا، تو آپ نے بعض صحابہ کو ان زمینوں کی جاگیر بخشش فرما دی تاکہ وُہ آباد کر کے ان سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور ان کے ذریعے سے دیگر مخلوق بھی۔

اس کتاب میں بہت سے غلط مفروضے قائم کئے گئے ہیں اور بعض مسائل میں مصنف زبردست غلط فہمیوں کا شکار ہوئے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ سر دست ہم ذاتی ملکیت کے بارے میں ان کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

"حکومت جس کی زمین وجائداد پر چاہے قبضہ کر کے اسے قومی و سرکاری تحویل میں لے سکتی ہے۔"

اس سلسلے میں موصوف کا وہی نظریہ ہے کہ جو زمانہ حال کے سوشلسٹوں اور اشتراکیوں کا ہے۔ اس سلسلے میں موصوف نے بعض موجودہ زمانے کے مصنفین کی عبارات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیش کی ہیں جن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وُہ کس نظریے کے لوگ ہیں، ممکن ہے کہ وُہ بھی سوشلسٹ ذہنیت کے لوگ ہوں' اس لئے ان کا حوالہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا اور علامہ ابن حزم ظاہری کے حوالہ جات بھی ہیں۔ ابن حزم چونکہ بہت سے نظریات میں منفرد اور جمہور سے الگ ہیں' یہاں تک کہ اجماع کے بھی خلاف کر جاتے ہیں' اس لیے ان کی بات میں بھی کوئی وزن نہیں ہے یا کہا جاسکتا ہے کہ موصوف نے ان کی عبادات کا مفہوم بھی اسی طرح غلط سمجھا ہو گا جس طرح انہوں نے دوسرے محققین کی ان عبارات کا مفہوم غلط سمجھا جنہیں ہم عنقریب پیش کرنے والے ہیں۔ چنانچہ موصوف علامہ عینی کے حوالہ سے عبارت درج کرتے ہیں۔

اِنَّ حکمَ الاراضِیَ اِلیَ	زمین کا معاملہ امام (حکومت) کے
الاُمامِ ۔	سپرد ہے (حکومت جو چاہے کرے)

موصوف نے عینی کی یہ عبارت قطع برید کر کے اس قدر لکھ دی ہے جس سے ان کے انفرادی ملکیت کو ختم کرنے کے خود ساختہ نظریے کو تقویت مل سکے' کیونکہ موصوف کا یہ نظریہ عام اراضی کے بارے میں ہے' اگرچہ وہ کسی کی ملکیت میں ہو' جب کہ علامہ عینی کی اس عبارت کا تعلق صرف ان اراضی سے ہے جو کسی کی مملوک نہیں ہیں جیسے دیو اور پہاڑوں وغیرہ کی غیر آباد اور غیر مملوکہ زمینیں۔ موصوف علامہ عینی کا مقصد سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ علامہ عینی کا مقصد یہ ہے کہ انہیں چراگاہ کے لئے مخصوص کرنے کا حق امام کو ہے یعنی ان زمینوں کا معاملہ بادشاہ یا حکومت کے سپرد ہے' وُہ جس قدر چاہے اسی قدر بیت المال کے جانوروں کے لیے چراگاہ میں توسیع کے لئے عوام الناس کو وہاں جانوروں کے چرانے سے روک سکتی ہے' اگرچہ لوگ پہلے وہاں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فائدہ اٹھاتے چلے آرہے ہوں۔

علامہ عینی کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

وَانما يحمي الامامُ ما ليس بملكٍ لاحد مثل بطون الاودية والجبال والموات وان كان ينتفع المسلمون بتلك المواضع فمنافعهم فى حماية الامام اكثر قلت حصر الحمى لله ورسوله يدل على ان حكم الاراضي الى الامام الخ۔ (عمدة القاری ج ۱۲ ص ۲۱۳)

یعنی امام اس زمین کو چراگاہ ایسی سرکاری ضروریات کے لیے لے سکتا ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو جیسے وادیوں کے بیچ کی زمین اور پہاڑوں کی اور غیر آباد غیر مملوک زمین اگرچہ ان مقامات سے عام مسلمین مشترکہ فائدے اٹھاتے ہوں، تو ان کے مشترکہ منافع امام کی چراگاہ بنانے میں زیادہ ہیں۔

ان كلا منهما لا يكون الا فيما لا مالك له (عمدة القاری ج ۱۲ ص ۲۱۴)

میں کہتا ہوں باب کے عنوان الحمی للہ ورسولہ کہ چراگاہ بنانا صرف خدا اور رسول کا حق ہے کا معاملہ امام (حکومت) کے سپرد ہے اور یہ کہ چراگاہ قرار دینا یا کسی کو آباد کرنے کے لئے دینا، دونوں حکم اس زمین سے متعلق ہیں جن کا کوئی مالک نہیں۔

اور امام قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں بھی یہی فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

وَانّما يحمي الامامُ ما ليس بمملوكٍ الخ (ج ۴ ص ۲۰۶)

کہ حکومت اس زمین میں تصرف کر سکتی ہے جو کسی کی ملکیت نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام نووی علیہ الرحمتہ کا سلطان مصر کو لوگوں کی زمینوں کو سرکاری تحویل میں لینے سے منع کرنا

ایک مرتبہ سلطان مصر نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی زمینوں کی ملکیت کے کاغذ پیش کرو، ورنہ ہم تمہاری اراضی کو بیت المال کے حق میں ضبط کر لیں گے۔ اس وقت کے بے نظیر عالم دین امام نووی علیہ الرحمتہ کو معلوم ہوا، تو آپ نے اس بادشاہ کے اس خیال کے خلاف آواز اٹھائی اور دلائل سے ثابت کیا کہ اگرچہ کسی کے پاس ملکیت نامے نہ ہوں، مگر وہ پشت در پشت قابض چلے آرہے ہوں، وہ مالک ہی ہیں، ان سے زمینیں چھیننا ظلم اور ناجائز ہے، تو بادشاہ اس خیال سے باز آگیا۔ (شامی ج ۴ ۔ صہ ۱۸۱)

یہ اس صورت میں ہے کہ جب مذکورہ قابضین کسی دوسرے کی مملوکہ زمین پر غاصبانہ طور پر قابض نہ ہوں جیسا کہ پہلے مدلل گزرا ہے۔ اگر کسی نے کسی دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہو تو اس سے وہ زمین لے کر اصلی مالک کو واپس دی جائے گی۔

تقی امینی کی ایک اور خیانت

افسوس کہ سوشلزم و اشتراکیت کے اہل قلم پاکستان ایسی سرزمین میں کہ جسے صرف پھیلانے کے لئے قلم جیسی مقدس دیانت کا خون کرنے اور اس عظیم امانت میں خیانت کرنے سے بھی باز نہیں آئے، چنانچہ کتاب مذکورہ میں حکومت کے حق میں ہر قسم کے بے پناہ اختیارات ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

غرض حکومت اپنے اختیارات میں کسی ایک طریق تنظیم و تقسیم کی پابند نہیں ہے بلکہ مفادِ عامہ کے پیش نظر اس کے اختیارات کافی وسیع ہیں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انفرادی اور اجتماعی ہر طریق کی اجازت ہے جیسا کہ قاضی ابو یوسف کہتے ہیں:

وَاَرْجُوْا اَنْ یَکُوْنَ مُتَوَسِّعًا عَلَیْہِ فَکَیْفَ مَا شَاءَ مِنْ ذٰالِکَ فَعَلَ (کتاب الخراج صہ ۶۰)	مجھے امید ہے کہ حکومت جو بھی مناسب سمجھ کر کرے گی، اس لئے وسعت اور گنجائش ہے۔

تقی امینی صاحب نے مندرجہ بالا حوالے سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حکومت جو چاہے کرے، اس کے لئے اسلام کے احکام و ہدایات اور قیود و ضوابط کچھ نہیں ہیں، یہ پابندیاں صرف عوام کے لئے ہیں۔ شریعت عوام کے لئے اُتری ہے۔ حکومت اس سے مستثنیٰ ہے۔ ایک عام آدمی اگر کسی کی کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف چھین لے، تو اس کے لئے ناجائز و حرام اور اگر حکومت قومیانے کے حیلے یا مفادِ عامہ کے ڈھونگ سے جس کی جائداد پر ہاتھ صاف کر ڈالے، اس کے لئے جائز ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

کرتے ہیں انسانوں کو غلامی پہ رضامند
تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

حالانکہ بات یوں نہیں یہاں امام ابو یوسف حکومت کو ایسے کلی اور مطلق العنان اختیارات نہیں سونپ رہے۔ یہ امینی صاحب ہی کی کوتاہ نظری یا خیانت کا کرشمہ ہے کہ ان کی عبارت کو اپنے خود ساختہ اشتراکیانہ نظریے پر فٹ کر گئے ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

لیجئے اب امام صاحب کی شروع کی عبارت ملاحظہ فرمائیے اور امینی صاحب کی دیانت و امانت کی داد دیجئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَكُلُّ اَرْضٍ اَقْطَعَهَا الامام مِمَّا فُتِحَتْ عَنْوَةً فَفِيهَا الْخَرَاج اِلَّا اَنْ يُصَيِّرَهَا الْاِمَامُ عُشْرِيَّةً وَ ذَالِكَ اِلَى الْاِمَامِ (الى ان قال) وَارْجُوْ اَنْ يَكُوْنَ ذَالِكَ مُوَسَّعًا عَلَيْهِ فَكَيْفَمَا شَاءَ مِنْ ذَالِكَ فَعَلَ۔

(کتاب الخراج ص ۶۰)

یعنی اہل حرب سے جنگ کے بعد فتح کی ہوئی زمین جب امام کسی کو جاگیر کے طور پر عنایت کرے تو جاگیر دار کو بیت المال میں عشر نہیں خراج جمع کرانا ہوگا۔ ہاں اگر امام اس زمین کو عشری قرار دے دے تو پھر عشر ہوگا، تو ایسی صورت میں میرا خیال ہے کہ زمین کو خراجی یا عشری قرار دینے کا معاملہ امام کی صوابدید پہ ہے جو چاہے کرے،

یہ تھی امام ابو یوسف کی پوری عبارت جس کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ امام المسلمین کو جنگ کے ذریعے مفتوحہ اراضی کو کسی کے لیے جاگیر قرار دینے کے بعد اسے عشری یا خراجی ٹھہرانے کا اختیار ہے، مگر امینی صاحب اسے کہاں سے کہاں کھینچ تان کر لے گئے۔ دراصل سوشلسٹوں کا طریقہ ہی یہی ہے کہ وہ اپنے من گھڑت نظریات کی تائید میں ایسے ایسے کرشمے دکھلاتے ہیں نیز ع

بریں قیاس کن زگلستان من بہار مرا

کے مطابق موصوف کی دوسری تحقیقات کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے اور جہاں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے بعض جاگیریں واپس لے کر بیت المال کو دے دیں، تو یہ وہ جاگیریں تھیں جنہیں آباد کرنے کے لئے دیا گیا تھا، مگر لینے والے انہیں آباد نہ کر سکے، تو آباد نہ کرنے کی وجہ سے وہ واپس لینا پڑیں، انہیں زمین کی بخشش نہ کی گئی تھی، بلکہ زمین بیت المال کی تھی اور منافع آباد کرنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

والوں کے لئے جاگیر کی بخشش کی یہ دونوں صورتیں کتاب الخراج و درِ مختار و شامی وغیرہ میں موجود ہیں اور آخر الذکر زمین کا چونکہ جاگیر دار مالک نہیں ہوتا، اس لئے امام اگر مناسب سمجھے تو اس سے واپس لے سکتا ہے، ملاحظہ ہو (شامی ج ۴ صہ ۱۹۴)

زمین کو مزارعت و بٹائی پر دینے کا مسئلہ

مزارعت کے جواز و عدم جواز دونوں کے حق میں مختلف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اس بنا پر صحابہ کرام و ائمہ عظام میں مزارعت کے بارے اختلاف واقع ہوا۔ خود احناف کے امام حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسے جائز نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں کہ زمین کا مالک کام کرنے والے کو ایک معین مدت تک تنخواہ مقررہ پر لے کر اس سے کام لے اس میں شرط یہ ہے اسے تنخواہ کے عوض اسے اتنی مالیت کی پیداوار دے دے۔ (ملاحظہ ہو فتاوی شامی ج ۶ صہ ۲۷۵)

لیکن صاحبین امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ مزارعت کو جائز سمجھتے ہیں اور صاحبین کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام نسائی کے بغیر اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے، چنانچہ بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے۔

اَنَّ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم عَامَلَ اَھْلَ خَیْبَرَ بِشَطْرِ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا مِنْ زَرْعٍ اَوْ ثَمَرٍ الخ (بخاری ج ۱ صہ ۳۱۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ زمین خیبر کی کچھ پیداوار یا پھل کے ایک حصے پر معاہدہ کیا۔

مزارعت میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے

مزارعت میں صاحبین رحمہما اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے قول پر فتویٰ ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

والفتوی علیٰ قولھما لحاجۃ الناس الیھا ولظھور تعامل الامۃ	یعنی لوگوں کی ضرورت اور امّت کے تعامل کے ظہور کی بنا پر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

(ھدایۃ ج ۴ صد ۴۲۳)

مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا مگر ایک ہے
ہر ایک ہے گو شرح معانی میں یگانہ

ان اختلاف میں امّت کے فائدے ملحوظ ہیں، اس مقصد میں سب ائمہ متفق ہیں؛ البتہ متاخرین نے اس قول کو ترجیح دی جس میں امّت کا فائدہ زیادہ ہے اور وہ مزارعت کا جواز ہے، یعنی کسی کو زمین اس طور پر دینا کہ کاشت سے جو پیداوار ہوگی، دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی یا دو تہائیوں میں تقسیم ہوگی، اسے اسلام کی اصطلاح میں مزارعت اور یہاں کے عرف میں اسے بٹائی پر زمین دینا کہتے ہیں۔

مسئلہ مزارعت

مزارعت کا مسئلہ فقہی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے جس کے دو پہلو غور طلب ہیں ایک مزارعت کا جواز یعنی کیا مزارعت (زمین کی بٹائی پر دینا) جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرا حق شفعہ ہے یعنی کیا مزارع کو شفعہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اس کے اولین پہلو پر کچھ حضرات اپنا نقطہ نظر پیش کر چکے ہیں اور وہ یہ کہ مزارعت خلاف اسلام ہے۔ دوسرا پہلو یعنی مزارع کو حق شفعہ ملنا چاہیئے یا نہیں؟ شوریٰ میں اس وقت سے زیر غور ہے جب سے اسلامی نظریاتی کونسل کا مسودہ قانونِ شفعہ توثیق کے لئے پیش کیا گیا ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس مسئلے کے دونوں پہلوؤں پر شرعی و فقہی حیثیت سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس میں شک نہیں اور نہ ہی یہ حقیقت اہل علم سے مخفی ہے کہ قرآن کریم میں بظاہر اس مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ یعنی دونوں میں بظاہر اس مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ یعنی دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے اس مسئلہ کا بظاہر قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں ملتا البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبین و شارح قرآن ہونے کی حیثیت سے اس مسئلہ کو بیان کر دیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسائل کی وضاحت و تشریح کی ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد فرمائی جو قرآن میں وضاحت طلب یا بظاہر مذکور نہ تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ہم نے تمہاری طرف ذکر یعنی قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لئے نازل کئے ہوئے کو واضح کرو۔"

(سورہ نحل آیت ۴۴)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

"اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔" (سورہ حشر آیت ۷)

لہٰذا اہلِ اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق چلا آرہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے رسول اور نبی ہونے کی حیثیت سے جو کچھ ارشاد فرمایا اور جو احکام صادر فرماتے وہ بھی خدا تعالیٰ کی وحی اور درحقیقت اسی کے نازل کردہ ارشادات و احکام ہیں اس حقیقت کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی واضح طور پر ہو جاتی ہے کہ

"اور وہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان کی بات تو خدا کی وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں بھیجی جاتی ہیں"

(سورہ النجم آیت ۴)

چنانچہ امام المفسرین امام قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت وجوبِ عمل میں خدا کی نازل کی ہوتی وحی کی طرح ہے"

(تفسیر قرطبی جلد ۲۷ صفحہ ۸۵)

امام قرطبیؒ نے حضرت مقدام بن معدی کربؓ کی حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے جو جلد اوّل کے صفحہ ۳۷ پر درج ہے۔

مزارعت کے بارے میں جو احادیثِ شریفہ وارد ہوئی ہیں وُہ ایک دوسری سے مختلف ہیں کچھ حدیثوں سے مزارعت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض سے عدم جواز اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے حضراتِ آئمہ وفقہا میں یہ مسئلہ مختلف رہا کچھ تو مزارعت کو جائز قرار دیتے رہے اور کچھ اسے ناجائز ٹھہراتے آتے چنانچہ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ علی مرتضیٰ، اور عبداللہ بن مسعودؓ و سعدؓ و زبیرؓ و اسامہؓ و ابن عمر و معاذؓ و حبابؓ اور ان کے بعد حضرات سعید بن مسیبؓ طاؤس و ابن ابی لیلیٰ و اوزاعی و ثوری و امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابویوسف و امام محمد رحمتہ اللہ علیہم اس کو جائز قرار دیتے جب کہ حضرت ابن عباسؓ (بہ روایت دیگر حضرت ابن عمرؓ) و عکرمہ و نخعی و امام مالکؒ امام ابوحنیفہ ولیث و ابوثور و امام شافعی رضی اللہ عنہم سے عدم جواز منقول ہے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اوّل ۱۲ صفحہ ۱۲۷) فقہ حنبلی کی مشہور کتاب الانصاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ہے۔

مزارعت جائز ہے اور یہی مذہب کسی شک و شبہ کے بغیر ہے اور یہی امام احمد بن حنبل کے تمام ساتھیوں (شاگردوں) کا مذہب ہے (جلد ۵ ص ۴۸۱) اور امام ابن قدامہ المغنی میں فرماتے ہیں: "بٹائی پر زمین دینا جائز ہے بہت سے اہل علم کی یہی رائے ہیں۔

اس کے بعد امام ابن قدامہؒ، امام بخاریؒ کے حوالے سے امام ابوجعفر کا قول نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

"مدینہ میں کوئی ایسا گھر نہیں جس کی طرف سے زمین کو چوتھائی یا تہائی حصّہ کے حساب سے بٹائی پر نہ دیا جاتا ہو۔"

پھر فرماتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ و حضرت علی و حضرت سعد و ابن مسعود و عمر بن العزیز و قاسم بن محمد بن ابی بکر وغیرہ اور حضرت صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰؓ دونوں کا خاندان و امام ابن سیرین و سعید بن مسیّب و طاؤس و عبدالرحمٰن بن اسود و موسیٰ طلحہؓ و زہری و عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، ان کے صاحب زادےؒ امام ابو یوسفؒ امام محمد سب مزارعت کو جائز قرار دیتے ہیں اور حضرت معاذ و حضرت حسن و عبدالرحمٰن بن یزید سے بھی جواز مروی ہے اور حضرت عمرؓ نے مزارعت پر زمین دیتے ہوئے مزارعین سے فرمایا کہ اگر بیج میری طرف سے ہوگا تو میرے لیے پیداوار کا آدھا ہوگا اور اگر بیج مزارعین کی طرف سے ہوگا تو ان کے لئے اس قدر (یعنی آدھے سے زیادہ ہوگا اور امام مجاہد و نخعیؒ ابوحنیفہ نے مزارعت کو پسند نہیں فرمایا اور حضرت ابن عباسؓ سے دو مختلف روایتیں ہیں۔

اور امام شافعی نے ایسی زمین بٹائی پر دینے کو جائز قرار دیا جس میں کھیت اور کھجور دونوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں۔ اس کے بعد کچھ آگے چل کر امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ :

"ہم جو مزارعت کو جائز قرار دیتے ہیں ہمارے لئے اس قدر سند کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو اپنی زمین بٹائی پر دی تھی پھر حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم بٹائی پر دیتے رہے۔ ان کے بعد ان کے خاندان کے افراد بھی اسی پر عمل پیرا رہے کہ اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار لیکر بٹائی پر دیتے رہے"۔

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث صحیح و مشہور ہے جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تادم وصال اس پر عمل فرماتے رہے پھر آپ کے بعد خلفائے راشدین عمر بھر یہ عمل کرتے رہے پھر ان کے بعد ان کے خاندان کے لوگ بھی زمینیں بٹائی پر دیتے رہے۔ (المغنی لابن قدامہ جلد ۵ صفحہ ۴۱۶ تا ۴۱۸)

جو حضرات مزارعت کو ناجائز قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مزارعت کا عمل ایک زمانہ میں جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا اور اس کی دلیل وہ حدیث قرار دیتے ہیں جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ "ہم زمین کا معاملہ بٹائی پر کیا کرتے اور اس کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو ہم نے مزارعت کا سلسلہ ترک کر دیا۔ کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزارعت شروع میں جائز تھی بعد میں منسوخ ہو گئی لہذا یہ ناجائز ہے۔ جمہور اہل اسلام جو اس عمل کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دلائل مقابلتاً وزنی ہیں ان میں سے ایک تو وہی حدیث ہے جسے امام بخاریؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین اہل خیبر کو بٹائی پر دی تھی (بخاری باب المزارعۃ) امام بدرالدین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

"مزارعت کو جائز قرار دینے والوں کے لیئے یہ حدیث عمدہ دلیل ہے"

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۷)

اور دوسری حدیث وہ ہے جسے امام بخاری، مسلم نے حضرت عمرو بن دینار سے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ مزارعت ترک دیتے تو اچھا تھا کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منع فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اے عمرو میں اس کے ذریعے لوگوں کو کچھ دیتا ہوں ان کی مدد کرتا ہوں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے بھائی کو زمین مفت دینا اس پر اجرت لینے سے بہتر ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ امام ابو جعفر صادق جنہیں امام باقر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں مہاجرین میں سے کوئی گھر ایسا نہیں جو تہائی یا چوتھائی پر زمین کی مزارعت کا معاملہ نہ کرتا ہو لہذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ زمین بٹائی کا معاملہ ابتدا میں جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلفائے راشدین و دیگر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ دین اس پر کیوں عمل کرتے۔ کیا ان کو منسوخ ہو جانے کا علم نہ ہو سکا تھا بلکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے وہ یہ کہ اگر مزارعت کو ناجائز اور جائز قرار دینے والی احادیث پر کچھ قیاس آرائی کرنے کے بغیر انہیں صحابہ و تابعین و ائمہ کرام کے عمل و قول کی رو سے دیکھا جاتے تو یہ کہنا بجا ہو گا کہ مزارعت بلاشبہ جائز ہے البتہ اس کی ممانعت کی توجیہہ و تاویل کرنا ضروری ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اوّل تو اس کی توجیہہ یہ ہوگی کہ حضرت رافع بن خدیج والی حدیث اضطراب کا شکار ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے اور اس میں اضطراب یہ ہے کہ کہیں تو اس کی سند میں عن بعض عمومتہ ہے اور کہیں عن ظہیر بن رافع کے الفاظ ہیں اور کہیں خود اس سماع کا ذکر ہے اس قسم کی سند قابلِ استدلال نہیں ہوتی اور اگر اس اضطراب سے قطع نظر کر لی جائے تو یہ اس لئے بھی قابلِ استدلال نہیں رہتی کہ اجماع کے خلاف پائی ہے کیونکہ ہر امام کسی نہ کسی صورت میں مزارعت کے جواز کا قائل ہے اگرچہ وُہ ہاں مروّجہ مزارعت سے مختلف ہو اور دوسری توجیہہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حدیث رافع بن خدیج میں مذکورہ ممانعت کسی خاص صورت پر محمول کی جائے اس کی کی تائید خود اس رافع بن خدیج کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ صحیح بخاری مسلم میں انہی سے روایت ہے کہ ہم سب لوگ مدینہ منوّرہ میں زمین کاشت کرا کراتے تھے اور کچھ لوگ زمین کو اس طرح کرایہ پر دیتے کہ اس کے فلاں حصّے میں پیداوار ہوگی اس کا مالک میں ہوں گا اور اس کے دوسرے ٹکڑے کی پیداوار ہوگی تو کبھی ایسا ہوتا کہ زمین کے کسی ایک حصّہ میں پیداوار ہوتی اور دوسرے ہوتی (جس سے ایک تو پیداوار اٹھا لیتا اور دوسرا محروم رہتا اور بسا اوقات جھگڑنے تک نوبت پہنچ جاتی۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع ممانعت کی یہی صورت ہو سکتی ہے اور اگر اس حدیث کو بالعموم مزارعت پر محمول کیا جائے تو یہی کہنا پڑے گا کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمین کو بٹائی پر دینا اس ممانعت والی حدیث کے ہونے کی دلیل ہوگی۔ امام ابن حزم ظاہری بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ ممانعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ت منسوخ ہے۔

"صحابہؓ کا بعد کا عمل پہلی ممانعت کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے"۔

(المحلّیٰ جلد ۵ صفحہ ۲۱۴)

امام ابن قدامہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ:

"مزارعت سے ممانعت والی حدیث کو منسوخ تصوّر کرنا ضروری ہے"۔

بعض تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن صحابہؓ کا جواز میں اختلاف تھا ۔ ں نے بعد میں حقیقت حال کے واضح ہونے پر رجوع کر لیا تھا اور مزارعت جائز ہونے پر سب کا اجماع عمل میں آ گیا تھا چنانچہ علامہ شوکانی و ابن حزم و امام ن قدامہ بھی یہی فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ (نیل الاوطار جلد ۵ صہ ۲۷۴ و المحلّیٰ جلد ۵ ۲۱۴ و المغنی جلد ۵ صہ ۴۲۱) اس کے باوجود بعض حضرات کا مزارعت کو یکسر ل خلافِ اسلام ٹھہرانا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو مزارع کے لئے حق شفعہ ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل ت کا ایک ایسا موقر ادارہ ہے جس کے اراکین جملہ مکاتب فکر کے مسلّم فاضل لوگ ں اور جن کی علمی وسعت اور فقہی بصیرت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کونسل میں بحث مسئلہ پر بڑی گہرائی اور بے لاگ تحقیق کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔ یہاں ت کہ ایک ایک لفظ پر تسلی بخش غور کیا جاتا ہے اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو خ دلی کے ساتھ سنا جاتا ہے۔ اگر اختلاف ہوا و متفق علیہ نقطۂ نظر نہ آ رہا ہو تو جس د ممکن ہوتا ہے اختلاف کے دائرہ کو کم از کم کرنے کے بعد اکثریت کی رائے پر فیصلہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دے دیا جاتا ہے اور اختلاف کرنے والے فضلاء کا نقطۂ اختلاف بھی ساتھ ہی نوٹ کیا جاتا ہے۔ ایسے اتفاقات یا مسائل کم ہیں ورنہ اکثر و بیشتر اچھی خاصی بحث کے بعد اتفاق رائے سے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ حق شفعہ جیسے اسلامی نظریاتی کونسل نے بہ اتفاق رائے مرتب کیا۔ اس میں کسی بھی فاضل نے مزارع کو حق شفعہ دینے پر رائے نہیں دی اور نہ ہی مذاہب مروجہ میں سے کسی مذہب میں مزارع کے لئے حق شفعہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔

خود حق شفعہ کی فقہی تعریف ہی مزارع کو یہ حق دینے سے مانع ہے کیونکہ اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"کسی ایک شریک کے حصے کا جو ایک اجنبی کی طرف منتقل ہو چکا تھا، طے کردہ معاوضہ پر دوسرے شریک کی طرف منتقل ہونا۔"

(نیل الاوطار جلد ۵ صفحہ ۳۳۱)

امام ابن قدامہ المغنی میں شفعہ کی تعریف لکھتے ہیں۔

"ایک شریک کا اپنے شریک کے حصہ کو اس اجنبی کے ہاتھ سے چھڑانا جس کی طرف وہ حصہ منتقل ہو گیا تھا۔"

(المغنی جلد ۵ صفحہ ۳۰۷)

احناف فقہاء کے نزدیک حق شفعہ تین اشخاص کے لئے ہی ہے جن میں مزارع کے نام کا کوئی شخص نہیں ہے۔ ایک خلیط دوسرا شریک، تیسرا جار ملاصق۔ خلیط وہ ہے جو فروخت شدہ جائیداد میں حصہ دار ہے جیسے ایک مشترکہ جائیداد کا ایک شریک اپنا حصہ فروخت کرتا ہے تو دوسرے شریک کو شفعہ کا حق حاصل ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسرا خلیط وہ شخص ہے جو فروخت شدہ چیز میں تو حصّہ دار نہیں ہے البتہ اس چیز سے متعلقہ حقوق میں حصّہ دار ہے مثلاً دونوں کے مکان یا جائیداد تو الگ الگ ہے لیکن دونوں کی گزرگاہ اور راستہ دونوں میں مشترک ہے یا دونوں ایک ہی نالی سے اپنے اپنے کھیت کو سیراب کرتے ہیں اور تیسرا اور جار ملاصق وہ ہے کہ دونوں کے مکان تو الگ ہیں لیکن دونوں کے مکان کی چھتیں باہم پیوست اور متصل ہیں شفعہ کا معاملہ چونکہ حقوق عباد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے صحابہ کرام اور ان کے بعد کے آئمہ دین نے اس میں ازحد احتیاط برتی ہے تاکہ کسی حقدار کا حصّہ غیر حقدار کو نہ پہنچ جائے۔ جس سے انہیں خدا کے روبرو جواب دہ ہونا پڑے۔

اس میں احتیاط کا عالم یہ ہے کہ صحابہ کرام رض و ائمہ عظام نے جار ملاصق کے لئے بھی اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، چنانچہ امام ابن قدامہ المغنی میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمر و عثمان و عمر بن عبدالعزیز و سعید بن مسیب و سلیمان بن یسار و زہری و یحییٰ انصاری و ابوالزناد و ربیعہ و مغیرہ بن عبدالرحمٰن و مالک و اوزاعی و شافعی و ابوثور و ابن منذر (و احمد بن حنبل) رضی اللہ عنہم صرف دو اشخاص کے لئے حق شفعہ تسلیم کرتے ہیں اور تیسرے یعنی جار ملاصق کے لئے اس حق کو نہیں مانتے جب کہ امام ابن شبرمہ و امام سفیان ثوری و ابن ابی لیلیٰ و اصحاب رائے (احناف) جار ملاصق کے حق شفعہ کو تسلیم کرتے ہیں۔" (المغنی جلد ۵ صفحہ ۳۰۸/ ۳۰۹)

حالانکہ احناف کے نزدیک جار ملاصق کے حق میں کئی احادیث بھی بطور دلیل موجود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں لیکن وہ آئمہ ان احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں یا انہیں مبہم اور غیر واضح ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ٹھہراتے ہیں اور یا ان میں وارد لفظ جار سے مراد شریک سے لیتے ہیں۔ اگرچہ احناف نے ان آئمہ کے ان شکوک و توجیہات کے اپنے طور پر جوابات بھی دیئے ہیں۔ جن کی تفصیل عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی جلد ۱۲ صفحہ ۷۲ تا ۷۱ پر موجود ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے جار ملاصق کے حق شفع میں احادیث موجود ہونے کے باوجود بھی ان آئمہ کرام نے اپنے نزدیک اس کے بارے میں غیر واضح صورت حال ہونے کی وجہ سے اسے حق شفعہ کا مستحق نہیں ٹھہرایا۔ تاکہ ایک ایسے شخص کا حق جس کا صاحب حق ہونا یقینی نہیں بلکہ مشکوک ہے اس میں ارباب اختیار و ارباب شوریٰ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ مزارع کو شفعہ کا حق کسی شرعی بنیاد پر دینا گوارا کریں گے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ ارباب اقتدار و ارباب شوریٰ کو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ دیکھنا ہے کہ فلاں بات کہیں خلاف شریعت اور اسلامی تقاضوں کے منافی تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو اسے دلائل شرعیہ کی روشنی میں اسلام و شریعت کے مطابق بدل ڈالیں لیکن وہ اس بات کے مجاز نہیں کہ اسلام کے ایک متفق علیہ حکم کو اپنی مرضی یا خواہشات کے تابع کر ڈالیں۔ فقہا فرماتے ہیں کہ حق شفع ایک غیر قیاسی حکم ہے کیونکہ قیاس تو یہ ہے کہ ایک شخص اب اس کا مالک ہو گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی تیسرا اس چیز کو اس سے حاصل کرنے کا مجاز نہیں لیکن چونکہ شریعت میں حق شفعہ سے متعلق یہ حکم خلاف قیاس آگیا لہذا اسے اسی حد تک ہی تسلیم کیا جائے گا اور جن کو شریعت نے یہ حق دیا ان سے آگے کسی اور شخص کے لئے اس حق کو منتجاوز کرنا نہ صرف شریعت سے تجاوز اور حقوق عباد سے کھیلنا ہے بلکہ عقل و قیاس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے تقاضوں سے اعراض وانحراف بھی ہے۔

اسلام نے کسی کے حق کو ثابت کرنے کے لئے چار راستے متعین کر دیئے ہیں۔ قرآن حکیم سنت رسولؐ اجماع اور قیاس شرعی۔ مزارع کے لئے حق شفعہ کو ثابت کرنے کے ان چار راستوں میں سے کسی ایک راستہ کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں ہے ہی نہیں بلکہ یہ مسئلہ ہی خلاف قیاس ہے چنانچہ المغنی اور ہدایہ میں ہے:

"شفعہ اصل وبنیاد (قیاس) کے خلاف ثابت ہو رہا ہے لہٰذا اسے ان اشخاص کے سوا جنہیں شریعت نے یہ حق دیا کسی اور کے لئے ثابت نہیں کیا جا سکتا" ——— "حق شفعہ قیاس کے طور طریقوں سے ہٹ کر ہے۔ لہٰذا یہ حق کسی ایسے شخص کو نہیں دیا جا سکتا جس کا کتاب یا سنت میں کوئی ذکر نہیں"

(المغنی جلد ۵ صفحہ ۳۸ وہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۷)

آخر میں گزارش ہے کہ شوریٰ کو ایک اسلامی ریاست سے منسوب ہونے کی بنا پر کسی ایسے قانون کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیئے جو شرعی وفقہی دلائل سے عاری ہو اور کسی ایسے قانون پر صاد کرنے میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیئے جو قرآن وسنت یا اجماع وقیاس شرعی ایسے دلائل سے آراستہ ہو۔

مزارعت کی شرطیں

ایجاب وقبول کے بعد مزارعت کے رکن چار اور اس کے جواز کی شرطیں آٹھ ہیں۔

نمبر۱ زمین، نمبر۲ بیج، نمبر۳ کام، نمبر۴ بیل (یا ٹریکٹر) اور آٹھ شرطیں یہ ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمبر ۱ زمین زراعت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ نمبر ۲ عاقدین کا اہل ہونا کہ معاملہ کرنے والے آزاد اور بالغ ہوں، ہاں اگر غلام یا لڑکا ہو تو وہ اپنے آقا و سرپرست سے اجازت یافتہ ہوں۔ نمبر ۳ مدت مزارعت متعین کرلی جائے نمبر ۴ بیج کس کی طرف سے ہوگا نمبر ۵ جنس کا ذکر آ جائے کہ کیا بوتے گا نمبر ۶ حصہ مقرر ہو کہ ہر ایک کو کس قدر ملے گا۔ نمبر ۷ مالک زمین کو کاشت کار کے سپرد کردے۔ صاحب دُرِّ مختار نے آٹھویں شرط کو شرکت فی الخارج (پیداوار میں مالک زمین اور مزارع دونوں کا شریک ہونا) قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بعینہٖ چھٹی شرط کا اعادہ ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

اِنَّ هٰذَا الشَّرْطَ مُسْتَدْرَكٌ لِلْاِسْتِغْنَاءِ عَنْهُ بِاشْتِرَاطِ ذِكْرِ قِسْطِ الْعَامِلِ (ج ۶ صد ۲۷۰)

یعنی یہ آٹھویں شرط بے فائدہ ہے کہ عامل کے حصہ کی شرط سے اس کی حاجت نہیں رہتی۔

نو آٹھویں شرط زمین کا معلوم و متعین ہونا ہے کہ یہاں سے وہاں اور ادھر سے اُدھر تک جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے (ج ۱ صد ۲۳۶ طبع مصر) اور حکیم الامت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بہار شریعت میں بھی اسی شرط کا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو بہار شریعت ج ۱۵ صد ۹۴) نیز علامہ شامی نے اس شرط کا ذکر کر دیا ہے اِنَّ مَعْرِفَةَ الْاَرْضِ شَرْطٌ (ج ۶ صد ۲۷۶) کہ زمین کا معلوم ہونا شرط ہے۔

افادات و مسائل

اگر بیج مالک زمین کی طرف سے طے پایا تو پانچویں شرط ساقط ہو جائے گی کہ جس جنس کا بیج

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مالک زمین دے گا مزارع اس کو بوئے گا۔

یا مالک مزارع سے کہہ دے کہ جو مرضی آئے بوئے تو بھی جنس کا تعین ضروری نہیں اور شرط یہ جائز نہیں کہ بیج والا پیداوار میں سے بیج اٹھائے گا اور بقیہ پیداوار کی تقسیم کی جائیگی، ہاں یہ جائز ہے کہ پیداوار میں سے پہلے عشر یا نصف عشر نکالا جائے گا اور یہ بھی جائز ہے کہ غلہ تقسیم ہوگا اور بھوسہ غلہ کے حصہ کے برابر کیا جائے گا یا جس کا بیج اس کا بھوسہ یہ بھی جائز کہ زمین مالک کی اور بیج اور کام اور بیل وغیرہ مزارع کے یا زمین اور بیج مالک کے کام اور بیل (یا ٹریکٹر) مزارع کے۔

اسلام کے نظامِ معیشت میں زراعت کی اہمیت

اشتراکی اور سوشلسٹ نظام میں تو ہوسِ نفسانی کے مخصوص عزائم کو پروان چڑھانے کے لئے مالک و مزارع زمیندار و کسان وغیرہم کے درمیان طبقاتی منافرت پھیلا کر انسانی قدروں کو پامال اور بنی آدم کے خون کو انتہائی ارزاں کیا جاتا ہے، لیکن اسلام ایک ایسا عادلانہ نظامِ معیشت ہے جس کی بنا مخلوقِ خدا کے درمیان ہر طرح کی باہمی منافرت و طبقاتیت کو ختم کر کے ان میں اخوت و الفت پیدا کرنے پر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھیتی کو اگانے کی نسبت اپنی طرف کر کے جہاں زراعت کے پیشہ کو نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت میں بڑی اہمیت بخشتی ہے وہاں ضمنی طور پر کاشتکار کی عزت افزائی بھی فرمائی۔ ارشاد ہے:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ	تم جو بوتے ہو کیا اسے تم نے دیکھا کیا
تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (واقعہ)	تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کاشت کاری پیشہ حضرت آدم علیہ السّلام

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مستدرک امام حاکم میں مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کا پیشہ کاشت کاری، حضرت نوح کا بڑھئی حضرت ادریس کا درزی، اور حضرت موسیٰ کا بکریاں چرانا تھا (ج ۴ صد ۲۵۹)

اس حدیث سے ایک تو دستکاری (ہاتھ کی کمائی) کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ کاشت کاری ایک ایسا مقدس پیشہ ہے جسے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اختیار فرمایا اور اسی اہمیّت کو واضح کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسے امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام زین العابدین سے روایت کیا ہے۔

اِحرِثوا فاِنَّ الحَرثَ مُبارِکٌ — یعنی زمین میں کھیتی باڑی کے لیے

وَاَکثِرُوا فِیہِ مِنَ الجَماجِم۔ — ہل چلاؤ کہ ہل چلانا بابرکت ہے اور

(الجامع الصغیر ج ۱ صد ۶۳) — بیج خوب ڈالو۔

اس میں فرمایا گیا ہے کہ کھیتی باڑی کرو اور ہل چلاؤ کیونکہ کھیتی باڑی کا کام بابرکت ہے اور اس میں بیج بکثرت ڈالو، ہلکا بیج مت ڈالو یا مراد یہ ہے کہ نظر بد اور پرندوں سے حفاظت کے لیے کھیتی باڑی پر بکثرت ہنڈیاں لٹکاؤ، ہنڈیاں لٹکانے کا یہ امر تکلیفی نہیں، بلکہ امر ارشادی ہے (ملاحظہ ہو سراج منیر شرح الجامع الصغیر ج ۱ صد ۶۳)

صحیح بخاری کے باب فضل الزرع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"جو شخص درخت بوتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اور اس سے پرندو، انسان اور جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں، تو یہ عمل اس کے حق میں صدقہ بنتا ہے یعنی اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے (بخاری ج ۱ صد نمبر ۳۱۲ مجتبائی)

اس کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے درخت لگائے، اگرچہ حصولِ ثواب کی نیت اس کے دل و دماغ میں مستحضر نہ تھی، یہاں تک کہ اگر اس نے درخت لگا کر اسے فروخت کر دیا یا اس نے کاشت کی اور اسے فروخت کر دیا، پھر بھی اس کا یہ عمل اس کے لئے صدقہ ہو گا کہ اس کا یہ عمل مخلوقِ خدا کی روزی میں اضافہ کا باعث بنا (عمدۃ القاری ج ۱۲ صہ ۱۵۵)

نیز فرماتے ہیں۔

فِيهِ الحَضُّ عَلىٰ عِمَارَةِ الأَرْضِ لِنَفْسِهِ وَلِمَنْ يَأْتِي بَعْدَهُ۔ عمدۃ القاری ج ۱۲ صہ ۱۵۶

کہ اس حدیث میں زمین کو اپنے اور بعد میں آنے والوں کے لیے (درختوں اور کھیتوں سے) آباد کرنے کی ترغیب ہے۔

سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا تم میں نے
غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہل چلایا

کھیتی باڑی کرنا اور ہل چلانا ایک ایسا بابرکت کام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہ نفسِ نفیس شرف بخشا چنانچہ امام شمس الدین سرخسی المعروف بہ شمس الائمہ علیہ الرحمتہ کتاب المبسوط میں فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَوّلُ مَنْ فَعَلَهٗ آدمُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْہِ عَلٰی مَا رُوِیَ اَنَّهٗ لَمَّا اُهْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ اَتَاهُ جِبْرِیْلُ بِحِنْطَةٍ وَاَمَرَهٗ بِالزِّرَاعَةِ وَازْدَرَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجُرْفِ وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْمُزَارِعُ یُتَاجِرُ رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ (المبسوط ج۲۳ ص۲)

کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کھیتی باڑی کا کام کیا۔ بنابرآں کہ مروی ہے کہ آپ جب زمین پر اتارے گئے تو حضرت جبریل آپکی خدمت میں گندم لائے اور اسے زمین میں بونے کا امر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام جرف میں بہ نفسِ نفیس کاشت فرمائی اور فرمایا کہ کاشت کار خدا سے تجارت کرتا ہے۔

کمائی کے تین اصول

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فتح الباری میں امام الماوردی سے ناقل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کمائی کے تین اصول ہیں:

زراعت، تجارت اور صنعت (ملاحظہ ہو ج ۴ ص ۲۵۷) امام الماوردی علیہ الرحمۃ نے تینوں میں زراعت کو اولیت دیکر اسے سرِفہرست رکھا ہے۔

مفکّرِ اسلام مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ معاشیات کے بنیادی مسائل میں زراعت کو بہت ہی اہمیت دیتے ہوئے اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اجْتَمَعَ عَشَرَةُ آلَافِ اِنْسَانٍ مَثَلًا فِیْ بَلْدَةٍ فَالسِّیَاسَةُ الْمَدَنِیَّةُ تَبْحَثُ

یعنی جب کسی شہر میں مثلاً دس ہزار لوگ بستے ہوں تو سیاست مدینہ ان کے اسباب معاش سے بحث کرتی ہے تو اگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عَنْ مَكَاسِبِهِمْ فَاِنْ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُكْتَسِبِيْنَ بِالصِّنَاعَاتِ وَسِيَاسَةِ الْبَلْدَةِ وَالْقَلِيْلُ مِنْهُمْ مُكْتَسِبِيْنَ بِالرَّعِيِّ وَالزِّرَاعَةِ فَسَدَ حَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا - (ج ۲ ص ۱۰۵)

ان میں سے اکثر صنعت کاری اور شہری سیاست میں مصروف اور ان میں سے تھوڑے زراعت و جانوروں کی حفاظت میں مشغول ہوں، تو دنیا میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

یعنی زراعت ملکی معیشت میں ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر یہ کمزور ہے اور متبادل وسائل کی فراوانی بھی نہیں کہ ان سے تلافی و تدارک ہو سکے تو وہاں کے لوگ ترقی کی بجائے رو بہ انحطاط و زوال ہوں گے اور ان کی حالت نہیں سدھر سکے گی اگر ملک کے اکثر باشندے زراعت پیشہ ہوں اور تمام زرعی سہولتوں سے مالا مال ہو کر محنت شاقہ سے کام لیں تو زمین سے وہ برکتیں ظاہر ہوں کہ ہمارے زراعت پیشہ بھائی ان کا تصوّر بھی نہ کر سکیں ؎

دہقاں اگر نہ ہو تن آساں
ہر دانہ ہے صد ہزار دانہ
غافل منشیں نہ وقت بازی ست
وقتِ ہنر ست و کارسازی ست

اس حدیث کی توجیہ کہ ہل ذلّت کا باعث ہے

گزشتہ تقریر سے ثابت ہوا کہ اسلام کے نظامِ معیشت میں زراعت کو نہایت ہی اہمیت حاصل ہے لیکن صحیح بخاری کی کتاب المزارعۃ میں حضرت ابو امامہ سے مروی ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ فَلَا یَدْخُلُ ھٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللہُ الذُّلَّ (صحیح بخاری ج ۱ صد ۳۱۲)

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ آپ نے ہل اور کھیتی کے دوسرے آلات کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جس گھر میں یہ داخل ہوا اس گھر میں خدا ذلّت کو داخل کرے گا۔

علماءِ محققین نے اس حدیث کی کئی ایک توجیہات فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ ہل اور دیگر آلاتِ زراعت کھیتی باڑی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں، لیکن اس کے برعکس جو قوم انہیں اپنے گھروں میں رکھ چھوڑے یعنی کھیتی باڑی کا کام ترک کردے تو ان کے وسائل رزق میں کمی آجاتے گی جس کے نتیجے میں وہ بھوک و افلاس کی وجہ سے ذلیل وخوار ہوکر رہ جائیں گے اور دوسری توجیہ وُہ ہے جو امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ اِذَا اشْتَغَلُوْا بِالزِّرَاعَةِ وَاتَّبَعُوْا اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَقَعَدُوْا عَنِ الْجِهَادِ كَرَّ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَذِلَّةً (کتاب المبسوط ج ۱۰ صد ۸۳ سطر ۲۰-۲۱)

جب مسلمان سب کے سب زراعت میں مشغول ہوں اور بیلوں کے دُم کے پیچھے پیچھے پھریں اور جہاد ترک کردیں، تو دشمن ان پر حملہ کرکے انہیں ذلیل کردے گا۔

حدیث مذکور کا پس منظر

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرث و زراعت کے فضائل بہت سے بیان فرمائے۔ اندیشہ تھا کہ کہیں ان فضائل کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیشِ نظر سب مسلمان زراعت و کھیتی کے کام میں مشغول ہو کر جہاد ایسی انتہائی اہم دینی ذمّہ داری کو فراموش کر دیں اور دشمن کے ساتھ لڑنے کے فن سے بے بہرہ ہو جائیں اور دشمن اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کر کے انہیں ذلیل و خوار کر دے، اس لئے یہ ارشاد گرامی صادر فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ یعنی بَابُ مَا یُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِاٰلَةِ الزَّرْعِ اَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِیْ اُمِرَ بِهٖ۔ یعنی آلۂ زراعت (ہل وغیرہ سے سراسر مشغول ہونے اور زراعت میں مشغول ہونے کی مطلوبہ حد سے تجاوز کرنے کے انجام سے ڈرنے کے بیان میں" یہ بھی اسی توجیہہ کی تائید کرتا ہے جو امام سرخسی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے امام بدر الملۃ والدین عینی علیہ الرحمۃ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں داؤدی سے یہ توجیہہ نقل کی ہے (بخوفِ طوالت ترجمہ عرض ہے)

یہ ارشادِ نبوی ان حضرات کے لئے ہے جو دشمنوں کی سرحدوں کے قریب ہیں، اس لیے وہ اگر کھیتی باڑی میں لگ کر جنگی فنون و تجربات کو نظر انداز کر دیں، تو دشمن ان پر حملہ کر دے گا، لیکن سرحدوں سے دور افتادہ لوگوں کے لیے زراعت کا کام ہی بہتر و مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور تم حسبِ استطاعت دشمن کے مقابلہ کی تیاری کرو اور یہ زراعت کے ساتھ ہی قائم ہے اور جو لوگ سرحد پر یا دشمن کے قریب ہیں وہ کھیتی باڑی نہیں کر سکتے کہ انہیں جنگی فنون سیکھنا اور تجربات کرنا ہے تو دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ضروریاتِ زندگی میں ان کی مدد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرتے رہیں (عمدۃ القاری ج ۱۲ صہ ۱۵۷)

نیز اس توجیہہ کی اس حدیث سے بھی صراحت سے تائید ہو جاتی ہے جسے امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَالدَّرَاهِمِ وَتَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَةِ وَاَذْنَابَ الْبَقَرِ وَتَرَكُوا الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللهِ اَدْخَلَ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ ذِلًّا لَا يَرْفَعُ عَنْهُمْ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ (الجامع الصغیر ج ۱ صہ ۴۹)

یعنی جب لوگ راہِ خدا میں دینار و درہم خرچ کرنے میں بخل کرنے لگیں اور ایک چیز مہنگے داموں بیچ کر اس شخص سے سستے داموں واپس خرید لیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر کے کھیتی باڑی کے شوق میں بیلوں کی دُم پکڑ لیں، خدا انہیں ذلت میں مبتلا کریگا اور ان سے اس وقت تک ذلت نہ اٹھائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ لوٹیں گے۔

غرضیکہ حدیث مذکورہ کا ایک پس منظر ہے جسے ملحوظ رکھنے سے ہل ایا ہل جیسے دیگر آلات) سے متعلق ارشادِ نبوت کا عقدہ باقی نہیں رہتا اور اس علم و آگاہی کے راز داں تو علماء کرام ہی ہیں۔ جب تک شریعت کے راز دانوں کے حضور دستِ سوال نہ پھیلائیں گے، اس وقت تک علم کی ایسی باریک گتھیاں نہیں سلجھیں گی۔

ہم اپنی دردمندی کا فسانہ!
سُنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر دینا کہ کسانوں پر ظلم ہوں گے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر یہ غیب کی خبر دی ہے کہ کسانوں پر ظلم ہوں گے اور حدیث مذکورہ آپ کی اسی پیش گوئی پر محمول ہے، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فتح الباری شرح بخاری میں ابن تین سے ناقل ہیں؛

هذا من اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمغیبات المشاهد الآن ان اكثر الظلم انما هو على اهل الحرث (فتح الباری ج ۵ صـ ۴)

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں میں سے ایک خبر ہے کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے کہ سب سے زیادہ ظلم کسانوں پر ہو رہے ہیں۔

اور امام بدر الملۃ والدین عینی الحنفی اور امام قسطلانی ارشاد الباری شرح بخاری میں امام ابن بطال سے ناقل ہیں؛

وفی الحدیث علامۃ النبوۃ قال ابن بطال وذالك انه صلی اللہ علیہ وسلم علم ان من یاتی اخر الزمان یجورون فی اخذ الصدقات والعشور یاخذون اكثر مما یجب لهم لانه ذل لمن اخذ منهم بغیر الحق انتهی قلت

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں میں سے ایک خبر (پیش گوئی) ہے اور یہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں ایسے جاگیردار پیدا ہوں گے جو عشر و زکوٰۃ کی وصولی میں کسانوں پر ظلم کریں گے اور حق شرعی سے زیادہ وصول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قوۃ الذل وکثرتہ فی الزراعین فی اراضی مصر فان اصحاب الاقطاعات یتسلطون علیہم ویاخذون منہم فوق ما علیہم بضرب وحبس وتہدید بالغ ویجعلونہم کالعبید المشترین فلا یتخلصون منہم فاذا مات واحد منہم یقیمون ولدہ عوضہ بالغصب والظلم غالب ماترکہ ویحرمون ورثتہ (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ صہ ۱۷۲) (ارشاد الساری شرح بخاری ۴ صہ ۱۷۲)

کریں گے کہ اس میں کسانوں کی ناحق توہین ہے میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ مصر کے جاگیردار کسانوں کی تذلیل و توہین کرتے ہیں، ان پر مسلط ہیں، ان کی مار پیٹ کر کے انہیں قید کرتے اور ان سے حق شرعی سے زیادہ وصول کرتے ہیں اور زر خرید غلاموں کا سا ان سے سلوک کرتے ہیں، بیچارے کسان ان سے رہائی نہیں پاتے پھر جب کوئی کسان مرجاتا ہے، تو جاگیردار وہی سلوک ان کے بچوں سے کرتے ہیں، اور ان کے باپ کی اکثر جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر کے انہیں وراثت کے حق سے محروم کر دیتے ہیں۔

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ ملکی معیشت کاشت کاری کی مرہونِ منّت ہو، لیکن ایک مخصوص طبقہ استیصال کا نشانہ بھی انہیں بناتے ہے

وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لئے

کسانوں پر سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے بہیمانہ نظام

کسانوں پر سوشلسٹوں اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اشتراکیوں نے جو مظالم ڈھائے۔ ان کی داستان نہایت دردناک اور لرزہ خیز ہے، چنانچہ لینن نے ۲۵ فروری ۱۹۱۷ء کو ایک پمفلٹ تقسیم کر دیا کہ بڑی بڑی زمینداریاں ختم کر کے زمین بے زمین کسانوں میں بانٹ دی جائیگی، پھر دو ماہ بعد اپریل ۱۹۱۷ء میں لینن نے تمام زمینوں کو قومیانے کا اعلان کر دیا اور یہ اعلان گول مول تھا۔

چھوٹے درجے کے کسانوں کو بڑے زمینداروں سے لڑا دیا۔ آخر بڑے اور متوسط درجے کے زمینداروں میں ہیجان پیدا ہوا، تحریکیں چلیں۔ مارچ ۱۹۱۷ء اور جون ۱۹۱۷ء تک کے درمیانی عرصہ میں کسانوں کی سترہ تحریکوں کو بڑی سفاکی اور خونریزی کے ساتھ دبا دیا گیا اور ان پر جو مظالم ڈھائے گئے، اس کی داستان کو قلم لکھنے سے قاصر ہے جب بڑی بڑی اور متوسط درجے کی زمینداریوں کو ختم کر دیا گیا، تو اب چھوٹی چھوٹی زمینداریوں کے خاتمے کا اعلان کر دیا گیا آخر ۱۹۳۰ء تک ایک کسان بھی ایسا نہ چھوڑا گیا جس کے پاس ایک انچ بھی زمین ہو۔ ایک فرانسیسی مصنف اپنی تصنیف (THE RBCL) میں لکھتا ہے کہ اس تصادم میں پچاس لاکھ انسان قتل ہوئے۔ اہل اشتراکیت کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ انسانوں سے جذبۂ اخوت و ہمدردی ختم کر کے انہیں کئی ایک طبقات میں تقسیم کر کے آپس میں لڑا دیتے ہیں، نتیجے میں لوگ ہلاک ہو گئے اور جو باقی بچے ان کا حکومت خود ہی صفایا کر دیتی ہے، بیچارے کسانوں کو عشق اشتراکیت کا یہی انعام ملا کرتا ہے، لیکن بیچارے کسان ہیں کہ اپنی سادگی کی بنا پر سوشلسٹوں کے دام فریب میں آجاتے ہیں ؎

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں! مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اشتراکی اور سوشلسٹ ملکوں میں مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ سلوک

ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جاتا ہے جو ایک بے زبان جانور کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے

جب کہ اسلام کا معاشی نظام مزدوروں اور کسانوں کو ایک مقدّس و حلال رزق کا سبب تصوّر کر کے معاشرے میں اس کا احترام پیدا کرتا ہے، لیکن اشتراکیوں نے اجتماعی اور قومی مصالح کے نام پر مزدوروں پر ایسی قیود و پابندیاں اور سختیاں عائد کر دیں کہ بیچارے مزدور انسانیت کے مقام سے گر کر کولہو کے بیل بنا دیے گئے ان کی قوّت سے بڑھ کر کام لینا، احتجاج کرنے کے حق سے محروم کرنا اور ان کی عورتوں اور بچّوں تک سے مشقّت لینا اور اس کے بدلے روٹی کے چند ٹکڑے اور موٹا کپڑا اور رہائشی کیمپ میں تنگ سی جگہ دینا کہ جہاں غسل خانے تک مشترکہ ہیں جن میں لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑے۔ پھر بھی حسبِ خواہش نہانے کی آزادی تک میسّر نہیں۔ اشتراکیت کی بدولت بیچارے مزدوروں کے حصّہ میں یہی عنایتیں ہیں اور بس۔ اور افسوس یہ ہے کہ ان عنایات کے خلاف جو کسان و مزدور آواز بلند کرے اور اسے باغی قرار دے کر چند منٹوں میں گولی سے اڑا دیا جاتا ہے۔

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی

بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

اگر ان حقائق کو ملاحظہ کرنا ہو تو چین اور روس کا غیر سرکاری طور پر دورہ کر کے دیکھیں جو سرکاری مہمان وہاں جاتے ہیں، وہ وہاں کی حکومت کے مطابق ہی وہاں کا جائزہ لیتے ہیں جن میں مصنوعی طور پر سب کو خوشحال ظاہر کر کے دکھایا جاتا ہے، جیسے مشرقی پاکستان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے سلسلے میں ہمارے فوجی قیدی جب ہندوستان کی قید میں تھے، تو وہاں کی حکومت ان کے بیانات ریڈیو سے نشر کراتی کہ ہمیں بڑے آرام سے رکھا جاتا ہے۔ ہمیں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہے، ہم ایسے رہتے ہیں جیسے گھر میں ہوں، حالانکہ واپسی کے بعد انہوں نے اپنے ساتھ حکومت انڈیا کے کیے گئے سلوک کی جو داستانیں سنائیں، اس سے سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

محنت کشوں کے متعلق اسلام کی روح پرور ہدایات

اس کے برعکس محنت کشوں اور مزدور کے ساتھ اسلام جو مشفقانہ سلوک روا رکھنے کے احکام صادر فرماتا ہے، ان سے ایک عام مزدور، صنعت کار اور مالک ادارہ کے سربراہ کے ساتھ برابر عزت و وقار کا حقدار ٹھہرتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

حضرت معرور فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر سے مقام ربذہ پر ملا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے ایک ازار اور چادر زیب تن فرما رکھی تھی اور ان کے غلام نے بھی اسی طرح کا لباس پہن رکھا تھا (آقا اور غلام کے لباس میں کوئی فرق نہ تھا) تو میں نے حضرت ابوذر سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو سخت کلمہ کہہ دیا (کالی عورت کے بیٹے کہہ کر پکارا تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر! تم نے اسے ماں (کے کالے رنگ) کی عار دلائی ہے، تم میں ابھی جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ پھر فرمایا:

اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ   یعنی تمہارے ماتحت کام کرنے والے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْہُ تَحْتَ یَدِہٖ فَلْیُطْعِمْہُ مِمَّا یَاْکُلُ وَلْیُلْبِسْہُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا تُکَلِّفُوْھُمْ مَا یَغْلِبُھُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْھُمْ فَاَعِیْنُوْھُمْ ۔ (صحیح البخاری ۱ صہ ۹ طبع دہلی)

تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت بنا دیا ہے تو جس کا بھائی اس کے ماتحت کام کرتا ہے، اسے وہی کھلائے جو خود کھاتے وہی پہنائے جو خود پہنے انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ بتاؤ اور اگر بتاؤ تو ان کی امداد و اعانت کرو

یہ ہدایت مبارکہ معاشرہ میں مزدور کو ایک باوقار مقام عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے ہمہ اصول بھی پیش کرتی ہے جنہیں عمل میں لانے سے وہ تمام مفاسد اور خرابیاں بکیسر ختم ہو جاتی ہیں، جو آج معاشرتی بے چینی کا باعث بنی ہوئی ہیں یہ وہ اصول ہیں جنہیں محدثین و ائمہ اسلام نے اس حدیث سے اخذ کئے ہیں:

چنانچہ امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: (بخوفِ طوالت عربی کے بجائے اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

اسلام کے نظام معیشت و معاشرت سے متعلق اہم ہدایات و اصول:

اوّل: یہ کہ اپنے ماتحت کو ایسا کلمہ کہنا ممنوع جس سے اس کی عزتِ انسانی میں فرق آتا ہو اور ایسی بات بھی کرنا منع ہے جس سے ایک کی برتری کے ساتھ دوسرے کی تحقیر لازم آتی ہے، بلکہ اس کے برعکس ماتحت کے ساتھ احسان و شفقت سے بھرپور برتاؤ کیا جائے۔ پھر عبد کا ایک وسیع مفہوم ہے (ماتحت) خواہ وہ مزدور ہو یا خادم و نوکر اور کمزور و ضعیف ہو اور اسی طرح جانوروں کو بھی بُرا بھلا کہنا اور ان کی طاقت سے زائد بوجھ دلانا منع ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوم : ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اس انداز سے اپنا ترفع اور برتری نہ جتلائے کہ اس سے دوسرے کی تذلیل وتحقیر لازم آتی ہو۔ اگرچہ وہ غلام و نوکر اور مزدوری کیوں نہ ہو کہ برتری کی بنا کارخانہ داری یا صنعت کاری و زمینداری نہیں، بلکہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ — کہ میرے نزدیک وہی اچھا ہے جس کا عمل اچھا ہو۔

سوم : یہ امر بھی لائق تحسین و ثواب اور از جملہ آداب ہے کہ مالک و نوکر کا کھانا پینا بھی یکساں ہو، جب کھانے اور پہننے میں یکسانیت اسلام کے نزدیک محبوب و مرغوب ہے تو رہائش وسکونت میں کیوں نہ ہوگی، لہذا اسلامی آداب اخلاق عالیہ کا تقاضا ہے کہ رہنے کی سہولت بھی یکساں ہو۔ آج کے غیر عادلانہ سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ و اشتراکیت کے پیمانہ نظام میں جو معاشی و رہائشی تفاوت ہے، اسے اسلام پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ کوئی تو اعلیٰ و عمدہ اور ایک ایک مربع کے ایئر کنڈیشنڈ بنگلوں اور تفریح گاہوں سے لطف اندوز ہوں اور ان کے علاوہ انہیں گھر کے باہر دفاتر میں بھی بے پناہ سہولتیں میسر ہوں اور کسی کے تنگ و تاریک کمرے بھی مشکل سے ہوں اور نہ ہی انہیں برقی پنکھوں سے پسینہ سکھانے کی سہولت میسّر ہو احادیث میں ہے کہ جو شخص رہائش کے لئے ضرورت سے زیادہ زمین گھیرے گا، قیامت کے روز وہ اس کے سر پر رکھی جائیگی۔

چہارم : انہیں طاقت سے زائد کام نہ بتایا جائے اور نہ ہی ان سے اس قدر تسلسل سے کام لیا جائے کہ وہ تھک کر چور چور ہو جائیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لِاَنَّ النَّھْیَ لِلتَّحرِیمِ بلا خوف کہ حدیث میں وارد ممانعت بالاتفاق تحریم کے لئے۔

پنجم: اگر انہیں طاقت سے زائد یا تھکا دینے والے تسلسل کے ساتھ کام بتاؤ تو جسمانی یا مزید مالی یا دونوں قسم کی امداد کرو، گویا دفتری اوقات میں اگر مقدور سے زیادہ کام بتاؤ تو اپنے یا دوسرے معاونین کے ذریعے سے اوور ٹائم کی صورت میں مالی لحاظ سے ان کی مزید امداد کرو جو معمول سے زائد ہو تو بہتر ہے، ورنہ کسی صورت میں کم نہ ہو۔

ششم: سرمایہ دار اپنے نوکر، مزدور اور خادم کو اپنا بھائی سمجھے اور ایک بھائی کے دوسرے بھائی کے ساتھ کا سا سلوک کرے، وغیرہ وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱ صہ ۲۰۸، ۲۰۹)

اسلام کے معاشی نظام کی یہ ہدایت سنہری حروف سے لکھ لینے کے قابل ہے کہ "لَا تُکَلِّفُوْھُمْ مَا یَغْلِبُھُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْھُمْ فَاَعِیْنُوْھُمْ"۔ یعنی کارکنوں کو ان کی طاقت سے زائد کام نہ بتاؤ اگر بتاؤ، تو ان کی امداد ضروری ہے۔ گویا پیداوار بڑھانے کے شوق میں کارکن اور محنت کش کے کام و محنت میں اضافہ کرنے کی اجازت نہیں ہے ہاں اگر ایسا کرنا ہے تو اس کی رضا اور رغبت سے کرو اور اسے مزید مالی اعانت سے خوش کرو۔

محنت کش کی مزدوری جلدی ادا کرو

امام ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت ابن عمر امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ امام طبرانی اپنی اوسط میں حضرت جابر اور امام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حکیم ترمذی نوادر میں حضرت انسؓ سے راوی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ (الجامع الصغیر ج ۱ صـ ۴۵) کہ محنت کش کو اس کی اُجرت اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو

مطلب یہ ہے کہ محنت کش کو اس کے کام سے فارغ ہونے کے بعد بلا تاخیر معاوضہ ادا کرو۔ خواہ اسے پسینہ آیا ہی نہ ہو یا آنے کے بعد ابھی تک خشک نہ ہو (سراج منیر و حاشیہ شیخ الاسلام الحفنی ج ۱ صـ ۲۴۳) اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ روزِ قیامت میں اس شخص کا دشمن ہوں گا جس نے مزدور سے کام لیا ہو اور اس کی اُجرت نہ دی۔ (صحیح بخاری ج ۱ صـ ۳۰۲ کتاب الاجارۃ عن ابی ہریرۃ)

ان تمام نصوص میں بلا تاخیر حقوق العباد کی ادائیگی کا درس ہے، بلکہ ان محنت کشوں کی ہر ممکن طریقے سے دل جوئی اور حوصلہ افزائی کا سبق ہے جن پر پیداوار کے اضافے کا دارومدار ہے۔ ظاہر ہے کہ محنت کش خوش ہوں گے، تو دل جمعی اور دلچسپی سے کام بھی کریں گے۔

مزدوروں کا منافع میں حصّہ

قرآن کریم کے ارشاد یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ کیا خرچ کریں فرما دیجیے اپنے مالوں کے فاضل حصّہ کو۔

ازالۂ شبہ

اگر آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے کا شبہ ہو جیسا کہ بعض مفسرین سمجھتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ آیتِ زکوٰۃ اس کے لیے ناسخ نہیں، بلکہ آیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زکوٰۃ کا صدقہ واجبہ سے تعلق ہے اور اس آیت کا صدقہ نافلہ ہے۔ امام ابن جریر تفسیر طبری میں فرماتے ہیں:

بَل مُثْبَتَةُ الْحُكْمِ غَيْرُ مَنْسُوْخَةٍ (ج ۲ صہ ۲۱۵)

یعنی اس آیت کا حکم باقی ہے، منسوخ نہیں ہے۔

اس آیت کو مزدوروں کے لئے صنعت کے منافع میں حصہ کی دلیل بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہر صورت قرآن کریم میں وارد جامع الفاظ اپنی معنوی وسعتوں کے اعتبار سے اس نئی تعبیر کے بھی متحمّل ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ آج کے حالات چونکہ پہلے سے ہی خدا علیم و خبیر کے علم میں تھے اور اسے معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں محنت کشوں کے مسائل پیدا ہوں گے اور اسلام ایک ہمہ گیر اور ابدی دین ہے تو مسلمان محنت کش اسلام سے راہبری کے طلب گار ہوں گے، لہذا اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ و عشر کے حکم کو اپنے ارشاد وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ میں علیحدہ علیحدہ بیان فرما کر "العفو" کی شق بھی رکھ دی اور "العفو" کا ذکر قرآن میں صحابہ کرام کے ایک سوال کے جواب میں وارد ہوا۔ انفاق فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنے) کی دو قسمیں ہیں۔ واجب و ضروری کہ اس کے ترک پر گناہ و عذاب کا مستوجب ہو۔ یہ زکوٰۃ و عشر پر صادق آتا ہے۔ دوسرا مستحب کہ اس کے ترک پر گناہ و عذاب کا موجب تو نہیں، لیکن وہ باہمی تعاون و ہمدردی و اخوت اور اخلاقی قدروں کی علامت و عظمت و شرافت انسانی کی نشانی ضرور ہے اور "العفو" اسی سے عبارت ہے جہاں تک انفاق واجب یعنی زکوٰۃ و عشر کا تعلق ہے، اس کے لئے اموال بھی متعین ہیں اور نصاب بھی! لہذا یہ بات واضح ہے کہ صحابہ کرام کا ماذا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ینفقون سے انفاق کے بارے میں سوال انفاقِ واجب کے علاوہ کسی اور انفاق سے متعلق ہوگا اور وہ انفاق مستحب ہے، یعنی باہمی تعاون و ہمدردی کی بنیاد پر رضاکارانہ ایثار جو انسانی قدروں کی ترقی کا ذریعہ ہے اور وسعتِ ظرفی کا ثبوت بھی جو شرافتِ انسانی کا ایک لازمہ ہے اور مزدوروں کے لئے بونس وغیرہ کی بنیاد اسی حقیقت پر مبنی ہے "جو العفو" میں مضمر ہے۔ علاوہ ازیں سرمایہ دار اور محنت کش کے درمیان جو گہرا ربط و تعلق ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے مستغنی نہیں، اس کی اہمیت بھی اس بات کی مقتضی ہے کہ سرمایہ دار مقررتنخواہ اور مزدوری کے علاوہ بھی مزدور و اجیر کے ساتھ وقتاً فوقتاً احسان و رواداری کا برتاؤ کرتا رہے جو پیداوار و منافع میں سے ششماہی یا سالانہ بونس کی صورت میں ادا کیا جائے جسے اسلامی معیشت میں ایک کریمانہ اور رفیقانہ معاونتِ باہمی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مزدوروں میں ایک مزدور کی حیثیت سے بڑھ کر سرمایہ دار کے حق میں ایک ہمدرد کارکن ہونے کا جذبہ پیدا ہوگا اور یہی جذبہ اسے دیانت و محنت پر مزید ابھارے گا اور محنت ہی پیداوار میں ترقی اور اضافے کا باعث ہے ؎

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

زمیندار اور کسان کا مسئلہ

اسی طرح اسلام کے نظامِ معیشت نے کسانوں کو وہ مقام بخشا ہے جس کی مثال اسلام کے سوا دنیا کے کسی ازم میں نہیں ملے گی۔ زراعت و کھیتی باڑی سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشاداتِ عالیہ دلیل کے طور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر کافی ہیں جو گذشتہ سطور میں مذکور ہوئے۔

کاشت کار اور زمیندار کا صحیح مقام

ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ کسان و مزارع اور زمیندار کو جو محنت کر کے زمین آباد کرتا ہے اور زراعت کی مدد سے ملک کی معیشت کے استحکام میں مدد دیتا ہے، اس کا جائز مقام نہیں ملا۔ اسلامی معاشرے میں وہ صد احترام و تعظیم کا مستحق ہے، کیونکہ پوری قوم بلکہ بڑے بڑے بادشاہ تک بھی اس کی کمائی کھاتے ہیں ؎

اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی
دینے والا کون ہے؟ مردِ غریب بے نوا

کاشت کار اور زمیندار کے درمیان جو حاکم و محکوم کا غیر عادلانہ سلسلہ قائم ہے اسلام کے نظامِ معیشت میں وہ سراسر غلط اور ظلم و زیادتی ہے۔ کیونکہ اس میں زمیندار ایک آقا و حاکم اور کاشت کار ایک غلام و محکوم نظر آتا ہے۔

زمیندار اور کاشت کار برابر کے کاروباری ہیں

لیکن اسلام کا کاشتکاروں پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے زمیندار اور کاشت کار کے درمیان ایک ایسا مقدس اور پُر وقار تصوّر قائم کیا ہے، جس کی رُو سے زمیندار و کاشت کار برابر کے کاروباری متصوّر ہوتے ہیں، کسی کو ایک دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے کیونکہ صاحبِ زمین اگر متاجر منہ ہے تو دوسرا متاجر ہے۔ یعنی متاجر منہ اور متاجر میں حاکم و محکوم کا کوئی تصوّر نہیں، بلکہ دونوں کی برابر کی رضامندی سے معاملہ طے پاتا ہے اور اگر بٹائی کی صورت ہے، تو ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرف سے زمین ہے، تو دوسری طرف سے بیج و وسائل کاشت اور محنت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ زمیندار حاکم و آقا اور کاشت کار محکوم و غلام ہو؛ چنانچہ ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

لِاَنَّ المزارعة فَفِيهِمَا الاجارة وَالشَّرِكَةُ تَنْعَقِدُ اِجَارَةً ثُمَّ تَتِمُّ شَرِكَةً۔ (ج ۶ صـ ۱۷۷)

یعنی اس لیے کہ مزارعت میں اجارہ اور شرکت دونوں پائے جاتے ہیں۔ یہ ابتداءِ معاملہ میں اجارہ اور نتیجہ میں شرکت بن جاتی ہے۔

اور اسی طرح مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے (ملاحظہ ہو، ج ۲ صـ ۴۹۹ طبع مصر) اور امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

وَكَذَالِكَ الْاَرْضُ عِنْدِىْ هِيَ بِمَنْزِلَةِ مَالِ الْمُضَارَبَةِ (صـ ۸۸)

یعنی جیسے مضاربت درست ہے کہ ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے محنت اور نفع میں دونوں شریک

اسی طرح میرے نزدیک زمین بھی مالِ مضاربت کے بمنزلے ہے۔

یعنی ایک صاحبِ زمین اور دوسرا مستاجر اور دونوں نفع میں شریک ہیں، خواہ مزارعت کا معاملہ ہو یا اجارہ کا۔ ہدایہ شریف ہے:

فَيَجُوْزُ اِعْتِبَارًا بِالْمُضَارَبَةِ (ج ۱ صـ ۴۲۲)

کہ مزارعت مضاربت کے اعتبار سے جائز ہے۔

اسی طرح نسائی شریف میں ہے:

كَانَ مُحَمَّدٌ يَعْنِىْ اِبْنَ سِيْرِيْنَ

امام محمد ابن سیرین فرماتے تھے کہ میرے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

يَقُوْلُ الْاَرْضُ عِنْدِي مِثْلُ مَالِ	نزدیک زمین مالِ مضاربت کی طرح ہے
الْمُضَارَبَةِ فَمَا صَلُحَ فِي مَالِ	تو جس کی مال مضاربت میں گنجائش ہے
الْمُضَارَبَةِ صَلُحَ فِي الْاَرْضِ	اس کی زمین میں گنجائش ہے اور جو مال
وَمَالَمْ يَصْلُحْ فِي مَالِ الْمُضَارَبَةِ	مضاربت میں جائز نہیں وہ زمین میں
لَمْ يَصْلُحْ فِي الْاَرْضِ۔	جائز نہیں

(سنن نسائی ج ۱ صہ ۱۵۶)

یعنی زمین کا معاملہ لگان اور بٹائی میں مضاربت کے مال کی طرح ہے اور مضاربت باہمی تعاون و شراکت پر مبنی ہے جس میں فریقین کو مساوی حیثیت حاصل ہوتی ہے، ان میں حاکم و محکوم اور آقا و غلام کا کوئی تصور نہیں ہوتا، لہذا زمیندار کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کاشت کار سے زمین معلوم کی کاشت کاری کے علاوہ دوسری خدمات بالجبر لے یہ عین ظلم ہے جسے اسلام کا نظامِ عدل ہرگز برداشت نہیں کرتا ہے

میں کہ میری نوا میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

مضارعت میں وارد متعارض حدیثوں میں تطبیق

مزارعت یعنی زمین کو بٹائی پر دینے کے بارے میں جو متعارض احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ممانعت کی حدیثیں اس صورت پر محمول ہیں کہ متعاقدین زمین کے حصے کرلیں کہ اس طرف کی پیداوار فلاں کے لئے اور دوسری طرف کی فلاں کے لئے چنانچہ اس کی تائید میں صحیح بخاری کی حدیث شریف پیشِ خدمت ہے۔ حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حقلاً كَانَ اَحَدُنَا يُكْرِيْ اَرْضَهُ فَيَقُوْلُ هٰذِهِ الْقِطْعَةُ لِيْ وَهٰذِهِ لَكَ فَرُبَّمَا اَخْرَجَتْ ذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ فَنَهَاهُمْ لنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ج ۱ ص ۳۱۳)

یعنی ہمارے ہاں اکثر اہل مدینہ کاشت کرتے تھے اور ہم میں سے کچھ لوگ اپنی زمینیں کرائے پر دیتے اور کہتے کہ یہ ٹکڑا میرا ہے اور یہ تیرا۔ پس کبھی اس ٹکڑے میں پیداوار ہوتی اور کبھی اس میں لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے مزارعت کرنے) کو منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ زمین بٹائی پر دینا بلاشبہ جائز ہے اور اس میں زمیندار و کاشت کار برابر کے معاملہ دار ہیں اس میں حاکمیت و محکومیت کے تصور کو اسلام برداشت نہیں کرتا۔ نیز اگر زمیندار کاشت کار کو رہائشی جگہ اور مکان دیتا ہے، تو محض اس کی وجہ سے اسے کاشت کار کو اپنا غلام بنانا جائز نہیں۔ اگر چاہے تو وہ اس جگہ کا مناسب کرایہ لے سکتا ہے، ورنہ یہ کاشت کار کے ساتھ باہمی رواداری اور ہمدردی پر مبنی انعامات تصور ہوگی اس سے اس کو اپنا خدمت گار یا غلام نہیں بنا سکتا۔

کہہ رہا ہے داستان بے دردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر

آبپاشی

ملکی زراعت کی ترقی کے لئے وسائلِ آبپاشی میں ترقی و توسیع بھی ضروری ہے، اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام میں اسے بھی اہمیت حاصل ہے، اس لئے اسلام نے اس کے حسبِ ذیل ضوابط و قواعد مقرر کیے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ا۔ تالاب، کنوئیں، جوہڑ اور چشمے اگر کسی خاص شخص کی ملکیت میں نہیں ہیں، تو ان میں سے پبلک کے تمام افراد حقدار و نفع اٹھانے کے مجاز ہیں۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں مذکور حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کے پانی پینے کے واقعہ سے عیاں ہے۔ سورۃ شعراء کو ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں

حدیث میں ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَکَاءُ فِیْ الْمَاءِ وَالْکَلَاءِ وَالنَّارِ (ابو داؤد ج ۴ - صہ ۲۹۳)

کہ تمام مسلمان تین چیزوں یعنی پانی گھاس اور آگ میں برابر کے شریک ہیں۔

امام شمس الائمہ المبسوط میں فرماتے ہیں (بخوفِ طوالت صرف ترجمہ دیا جاتا ہے) کہ دوسری روایت میں ہے، آپ فرماتے ہیں۔

"الناس شرکاء فی ثلاث" تمام لوگ ان تینوں چیزوں میں برابر کے حصہ دار ہیں اور یہ پہلی روایت ابو داؤد کی روایت سے عام ہے کہ اس میں تمام انسانوں کی شرکت کا اعلان ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر اور پانی کے بارے میں یہ شرکت وادیوں، دریاؤں (یعنی خودرو پانی) سے متعلق ہے، جیسے دریائے سیحون، جیحون، دجلہ، فرات، نیل (اور پنجاب میں پانچوں دریا اور نہریں) اس لئے کہ ان سے فائدہ اٹھانا ایسا ہے جیسے سورج کی دھوپ اور ہوا سے فائدہ حاصل کرنا کہ اس میں تمام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کائنات انسانی برابر کے شریک ہیں کسی کو حق نہیں کہ دوسرے کو روک سکے، اس کی مثال شارع عام کی سی ہے کہ اس پر ہر مسلمان و کافر سب کو چلنے کا حق ہے اور لفظ شرکت (وارد در حدیث) سے اصل اباحت اور انتفاع میں تمام انسانوں کا مساوی ہونا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ ان کی ملکیت ہے کہ وادیوں اور دریاؤں میں موجود پانی کسی کی ملکیت نہیں (المبسوط ج ۲۳ صہ ۱۶۴)

یہ آبپاشی کا حق تھا۔ البتہ شخصی کنوؤں، حوضوں اور تالابوں و چشموں میں پانی پینے اور جانوروں کو پلانے کا ہر ایک کو حق ہے، مالک اس پانی کو پینے کے لئے فروخت نہیں کرسکتا، البتہ برتنوں میں بھرا ہوا پانی فروخت کرسکتے ہیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

وَلَا بَاْسَ بِبَیْعِ الْمَاءِ اِذَا کَانَ فِی الْاَوْعِیَۃِ (کتاب الخراج صہ ۹۵)	کہ جب پانی برتنوں میں ہو تو اسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر ایک شخص کے پاس پانی ہے اور دوسرے کو اس قدر پیاس ہے کہ خطرۂ جان تک نوبت پہنچ رہی ہے اور قوتِ خرید بھی نہیں اور پانی کا مالک معاوضہ کے بغیر پینے کی اجازت نہیں دیتا، تو اس کی اجازت کے بغیر ہی جیسے ہو سکے پانی لے کر پیاس بجھائے۔ کتاب الخراج میں ہے:

اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ حَالَ ضَرُوْرَۃٍ یَخَافُ عَلٰی نَفْسِہٖ (صہ ۹۰)	کہ خطرۂ جان کی حالت میں بلا اجازت پی لے۔

اسی سے واضح ہوگیا کہ معاشیاتِ نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں انسانی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زندگی کے تحفظ کا مسئلہ درپیش ہو، تو اس کے مقابلہ میں ذاتی ملکیت کو ترجیح نہیں دی جاتی۔ یہ پانی تک ہی محدود نہیں، اس حکم میں دیگر ضروریات زندگی بھی شامل ہیں جن پر انسانی زندگی کے بقاء کا دارومدار ہے۔ زبردستی لے کر جان لے جان بچانے کا علاج تو آخری علاج ہے اور یہاں سے بڑھنا جاتا ہے جو سرمایہ دولت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلے میں انسانی زندگی کی قدروں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، لیکن اسلام و ایمان کے تقاضوں سے بہرہ ور مسلمان یہاں تک نوبت پہنچنے ہی نہیں دیتے، بلکہ وہ اس کے برعکس اپنے ایثار و خدمتِ خلق کے عملی جذبہ سے معاشرہ میں یک رنگی پیدا کئے بغیر نہیں رہتے۔

باغباں ہو سبق آموز جو یک رنگی کا ہمزباں ہو کے رہیں کیوں نہ طیور گلزار
دے دے ہی جام ہمیں کہ مناسب ہے یہی تو بھی سرشار رہو تیرے رفقاء بھی سرشار

فالتو پانی بیچنے والا روزِ قیامت خدا کے فضل سے محروم ہوگا اور بہتر یہ ہے کہ جس کے پاس فالتو پانی ہو تو وہ آبپاشی کے لئے دوسروں کو مفت میں دے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے ان کو خط لکھا کہ میں نے آپ کی زمینوں کی سیرابی کے بعد باقی پانی کا تیس ہزار درہم میں فروخت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اب آپ کی اجازت مطلوب ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے تمہارا مطلب سمجھ لیا، لیکن میرے پیشِ نظر وہ حدیث ہے جس میں ضرورت سے زیادہ پانی اور گھاس کو روکنے اور دوسرے کو فائدہ نہ پہنچانے والے شخص کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ناراضگی کا ذکر ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مَنَعَهُ اللهُ فَضْلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هٰذَا فَاسْقِ نَخْلَكَ وَزَرْعَكَ وَأَهْلَكَ وَمَا فَضَلَ فَاسْقِ جِيْرَانَكَ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ۔ (کتاب الخراج صہ ۹۶)

کہ ایسا شخص روزِ قیامت خدا کے فضل سے محروم ہوگا، تو جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے، تو اس پر عمل کرتے ہوئے پہلے اپنے باغوں، کھیتوں اور زمینوں کو سیراب کرو اور جو فالتو پانی ہو اسے بیچنے کے بجائے اپنے اس پڑوسی کو دو جو تمہارے سب سے زیادہ قریب ہو پھر اسے جو اس کے بعد قریب ہو۔

البتہ اگر پانی والے کا کچھ خرچ ہوا ہو تو پانی لینے والے سے مناسب اور کم از کم جو خرچ ہوا ہو، لے سکتا ہے، لیکن پیداوار کا نصف لینا دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کے مترادف ہے، جو جذبۂ ایثار و اخلاقِ عالیہ و ہمدردی کے منافی ہے۔

آبیانہ

آبپاشی کی نہریں اور سرکاری ذرائع آبپاشی صرف مصالحِ عامہ اور معاشی وسائل کی ترقی کے لئے ہیں، حکومت کو اجازت نہیں کہ وہ انہیں آمدنی میں اضافہ کا ذریعہ بنائے۔ اگر حکومت کا بیت المال (خزانہ) اس قدر متحمل ہے کہ ان نہروں اور ٹیوب ویلوں کی حفاظت اور بقا کے لیے عملہ و ضروریات کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، تو عوام سے آبیانہ یعنی پانی کی قیمت وصول کرنے کی اسلام کا نظامِ معیشت اجازت نہیں دیتا اور اگر بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو اس قدر قلیل آبیانہ لیا جا سکتا ہے جس سے ان نہروں کی اور ٹیوب ویلوں کی حفاظت و بقا کے انتظامات ہو سکیں اور جہاں عوام کو نہروں کی ضرورت ہو، وہاں سربراہِ مسلمین کے لئے ضروری ہے کہ نہریں کھدوائے اور اس کا خرچہ عوام کے نہیں بیت المال کے ذمہ ہوگا۔ ہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر بیت المال میں اس قدر سرمایہ نہیں کہ نہر کی کھدائی کو کافی ہو سکے، تو بقدرِ ضرورت دولت مندوں سے لے سکتا ہے، چنانچہ کتاب المبسوط میں ہے:

وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ فَلَہٗ اَنْ یُّجْبِرَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی ذٰالِکَ وَیُخْرِجَہُمْ لِاَنَّ الْمُنْفَعَۃَ فِیْہِ لِلْعَامَّۃِ فَفِیْ تَرْکِہٖ ضَرَرٌ عَامٌّ۔

(ج ۲۳ صہ ۱۷۵)

اگر بیت المال میں کچھ نہ ہو تو حکومت اسلامیہ کا سربراہ دولت مسلمانوں کو مجبور کر کے ان سے مالی امداد لے سکتا ہے، کیونکہ اس میں سب کا فائدہ ہے اور اس کے ترک میں سب کا نقصان۔

اسلام کے نظامِ معیشت پر حرف گیری کرنے والے ذرا غور تو فرمائیں کہ اس میں عوام پر ٹیکس عائد کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک کہ ملکی خزانہ اخراجات کا متحمل ہے، اس میں ٹیکس عائد کرنے کو مشغلہ بنانے کی اجازت نہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر اس نظام کی بہتری اور برتری کسی کو نظر نہ آئے، تو اس کے سوا کیا عرض کیا جا سکتا ہے ؂

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی

مسئلہ صنعت وحرفت

اسلام ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جو ہر زمانے میں ترقی کی راہنمائی فرماتا ہے اپنے ماننے والوں کو سائنسی علمی اور تجرباتی دنیا میں آگے بڑھتے رہنے کا سبق دیتا ہے کسی بھی ملک کی کامیابی اور ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس کی معاشی حالت بہتر بلکہ بہتر سے بہتر ہو اور معاشی بہتری کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملک کے ذرائع پیداوار مستحکم اور مضبوط نہ ہوں اور اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ ذرائع پیداوار میں صنعت کاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

صنعت کاری کی اہمیت کا اندازہ قرآن و سنت کے مطالعے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صنعت کاری کی تعلیم سے نوازا اور انہیں صنعت کاری کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا۔ واصنع الفلک باعیننا و وحینا کہ تم ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کرو، ویصنع الفلک یعنی حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے کشتی بنانے لگے۔ کشتی تیار ہو گئی۔ جس میں نوح علیہ السلام نے خود کو اپنے ماننے والوں کو سوار کر کے ہلاکت خیز طوفان سے بچا لیا۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ کشتی اس قدر وسیع و عریض تھی کہ اس وقت کی مومن آبادی اور جانوروں کے جوڑے اس میں سما گئے۔ پھر نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا جو حکم ہوا اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بذاتِ خود اپنے ہاتھوں سے اسے تیار کرتے بلکہ کاریگروں کے ذریعے تیار کرانا بھی اس حکم میں داخل ہے۔

اس واقعے کے بیان کرنے سے جہاں کئی ایک دوسری حکمتیں مضمر ہیں وہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ بھی ہے کہ مملکت کے کارپرداز اور ذمے دار حضرات کو اپنے ملک میں ہر ایسی صنعت و حرفت کو عمل میں لانا اور پھیلانا چاہیئے جس سے ملک کے باشندوں کی جانی اور معاشی تحفظ کی صورت پیدا ہو۔ اگر اس زمانے میں کشتی کی صنعت اسی غرض کے لئے ضروری تھی تو آج اس کا بدل دوسرے قسم کی صنعتیں ہیں جن کا وجود ملک اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے باشندوں کی بقاء کیلئے ازحد ضروری ہوگیا ہے نیز یہ بات واضح ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم اس وقت ہوا جب طوفان کا ابھی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ جب آپ نے کشتی تیار کرنا شروع کی تو مخالفین آپ پر طعن و تشنیع کرنے لگے کوئی کہتا کہ یہ کیسے آدمی ہیں کہ پانی کا نام و نشان تک نہیں اور یہ اپنے آپ کو بلاوجہ زحمت میں ڈالے ہوئے ہیں اور کوئی یوں کہتا واہ' نبوت کرتے کرتے نجاری یعنی ترکھان بنا بھی کرنے لگے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں یقولون لاصرت نجارا بعد ما کنت نبیا کہ نبوت کے ساتھ اب ترکھان بننے میں لگ گئے۔ لیکن آپ نے اس قسم کی باتوں پر کان دھرے بغیر اپنی ذمے داری پوری فرمائی اس میں یہ ارشارہ بھی ہے کہ مملکت کے سربراہوں اور بااختیار لوگوں کو نہ صرف موجودہ مشکلات سے قوم کو نجات دلانے کی فکر کرنا چاہیئے بلکہ مستقبل میں پیش آنے والی متوقع مشکلات بھانپتے ہوئے ان سے نمٹنے کی قبل از وقت تیاری کردینی چاہیئے اور اس سلسلے میں تمام حفاظتی تدابیر بروئے کار لانے سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

صنعتی ترقی ہی ایک ایسی کامیاب تدبیر ہے جسے اختیار کرنے کے بعد ملکی مشکلات پر بہ احسن وجوہ قابو پایا جاسکتا ہے۔ پھر لوگوں کی طرف سے نوح علیہ السلام کو نجاری اور ترکھان بننے کے طعنے دینے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر نوح علیہ السلام نے کاریگروں سے کشتی بنوائی۔ تاہم انہوں نے خود بھی عملی طور پر اس میں ضرور حصّہ لیا ہوگا اس سے ہمیں اس بات کا درس ملتا مقصود ہے کہ صنعتی ترقی میں مملکت کے ذمے دار افراد کو بذاتِ خود حصّہ لینا اور خود جا کر صنعتی مراکز کا جائزہ لیتے رہنا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چاہیئے تاکہ صنعتی کارکردگی بہتر سے بہتر ہو اور کام کی رفتار سست ہونے کی بجائے تیز تر ہوتی چلی جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد د باعیننا سے جس کے معنی ہیں "ہماری نگرانی میں" اس بات کی تنبیہہ ہے۔ ملک وملت کی فلاح و ترقی کے جذبے سے جو صنعت کاری عمل میں لائی جاتی ہے۔ اس کا نگران اعلیٰ ملک وملت کا خالق و مالک خدائے قدوس ہے وہ صنعت کاروں کاریگروں اور کارکنوں کے نہ صرف عمل و کارگردگی کو خود دیکھ رہا ہے۔ بلکہ ہر ایک کی نیت' جذبے اور اخلاص سے بھی باخبر ہے۔

اگر کوئی صنعت کار ملکی اور ملی ترقی کے جذبے سے عاری ہو کر محض حصول زر اور نفس پروری کے خیال سے صنعت قائم کرتا ہے تو خدائے قدوس اس کے اس غلط جذبے سے بھی باخبر ہے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ صنعت کار دنیا میں کسی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ مگر اسے روز قیامت کسی بہتر جزا کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ اس کی بجائے ہو سکتا ہے کہ اسے خداداد صلاحیتوں کو رضائے الٰہی۔ ملکی اور ملی مفاد کے خلاف استعمال کرنے کی سزا بھی مل کر رہے۔ اسی طرح اگر کوئی کاریگر اور کارکن ملکی اور ملی جذبہ سے عاری ہو کر قومی و اجتماعی مفاد کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا حق ادا نہ کرے ہو سکتا ہے وہ دنیا کی باز پرس سے بچ رہے مگر خدائے قدوس جو اس کا نگرانِ اعلیٰ ہے وہ اس کی باز پرس سے تو نہیں بچ سکے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی بلاشبہ قادر تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو کشتی کے بغیر طوفان سے محفوظ رکھتا مگر اس کے باوجود انہیں کشتی کی صنعت کا حکم دینا اس بات کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرف اشارہ ہے کہ یہ جہان جسے ہم دنیا کے نام سے یاد کرتے ہیں عالم اسباب ہے اس لئے دنیا میں خیرا ور شر، ترقی اور زوال کو اسباب و علل کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے گٹھلی اور دانے سے پودا تبھی اُگ سکتا ہے جب اسے زمین میں دبا دیا جائے پیاس بجھانے کو پانی، بھوک مٹانے کو کھانا اور مرض دُور کرنے کو دوا ایک خدا کا پیدا کردہ سبب ہے اسی طرح ملک و ملت کی ترقی کے لئے بھی اسباب پر نظر رکھنا قانونِ خداوندی کی تعمیل ہے۔ معاشی خوشحالی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو اسباب بنائے ہیں، اُن میں سے صنعت کاری ایک اہم سبب ہے جسے نظر انداز کر کے کوئی قوم معاشی خوشحالی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔

صنعت و حرفت کی دو قسمیں

صنعت و حرفت کی دو قسمیں ہیں ایک وُہ ہے جسے ہم معاشی خوشحالی کے لئے عمل میں لاتے ہیں اور یہ وہ فیکٹریاں اور کارخانے ہیں جن سے حاصل کردہ پیداوار ہمارے لباس، خوراک، سواری، مکانوں اور سڑکوں کی تعمیر و ترقی میں کام آتی ہے اور جب ان کی پیداوار ملکی ضروریات سے زائد ہو جاتی ہے تو اسے ملک سے باہر بھیج کر زرِ مبادلہ بھی کمایا جا سکتا ہے۔ دوسری وُہ صنعت ہے جو ملک و ملت کی دفاعی اور جنگی ضروریات میں ہمیں مدد دیتی ہے، جن سے اسلحہ کی پیداوار حاصل کی جاتی ہے اسلحہ سازی کی صنعت کی اہمیت بھی اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ اسے حضرت داؤد علیہ السلام نے بذاتِ خود اپنے دستِ اقدس سے شرف بخشا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے (سورۂ انبیاء) ترجمہ یعنی ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو تمہارے نفع کے لئے زرہ کی صنعت سکھلا دی تاکہ وہ تمہیں تمہاری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(دشمن سے لڑائی میں بچا سکے۔ اس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ملک میں ایسی صنعتیں قائم کرنا جن سے ملکی خوشحالی کے علاوہ دفاعی ضروریات بھی پوری ہوں عین منشا الٰہی ہے جسے نظر انداز کرکے کوئی قوم اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔

اور یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ صنعت کاری سنتِ انبیاء ہے اگر ہم قدیم تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا کہ صنعت کاری کے بہت سے شعبے انبیاء سابقین کے ہاتھوں معرضِ وجود میں آئے اور یہ کہ صنعت کاری کے متعدد شعبوں کا سلسلہ کسی نہ کسی نبی سے جا ملتا ہے چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ زرہ سازی۔ حضرت آدم کا کھیتی باڑی حضرت نوح کا بڑھئی۔ حضرت ادریس کا درزی اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا بکریاں چرانا تھا۔

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں۔ یعنی حضرت ادریس کو ادریس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ آسمانی صحیفوں کا بکثرت درس دیا کرتے تھے آپ نے سب سے پہلے قلم سازی کپڑے سینے، کفار سے لڑنے کے لئے اسلحہ سازی کی صنعت اور علمِ حساب و علم تارگان کا فن بھی آپ نے ایجاد کیا۔ آپ سے پہلے لوگ چمڑے کو بطور لباس استعمال کرتے تھے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ صنعت کاری کی ابتدا کس قدر پہلے سے کی جا چکی ہے اور یہ کہ کوئی معاشرہ صنعت کاری کی ضرورت سے کبھی بھی بے نیاز نہیں رہا۔ نیز اس بات سے بھی صرفِ نظر نہیں کی جا سکتی کہ ملکی اور ملی ترقی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیے جہاں معاشرہ کی معاشی خوشحالی کے سلسلے میں صنعتیں قائم کر کے انہیں زیادہ سے زیادہ فروغ دینا انبیاء سابقین کی سنت رہی ہے۔ وہاں ملک کی دفاعی ضروریات کے حصول اسلحہ سازی کی صنعتیں قائم کر کے انہیں زیادہ سے زیادہ عروج دینا بھی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔ قرآن کریم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ان سنتوں کا بیان کرنا اسی حکمت پر مبنی ہے کہ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یعنی تم ان کی روش پر چلو"، کے مطابق ہم بھی ہر طرح کی صنعتیں قائم کر کے ملک و ملت کی بھلائی کے تقاضے پورے کر کے رہیں۔

اقوام عالم سے مقابلے کا حکم

اس سلسلے میں امت محمدیہ کو بھی واضح حکم دیا جاتا ہے کہ وَاَعِدُّوا لَهُم مَا استطعتم من قوۃ (انفال) یعنی تم سے جس قدر ہو سکے اقوامِ عالم کے مقابلے میں قوت تیار کرو۔ اس میں بڑی گہری حقیقت کی تعلیم ہے وہ یہ کہ اہلِ کفر دین اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں اور رہیں گے وہ تمہیں معاشی اور جنگی حربوں سے کمزور کرنے کی مسلسل کوششیں جاری رکھیں گے۔ تمہیں بہر حال معاشی اعتبار سے اور سامانِ حرب و جنگ کی تیاری میں ان کا ڈٹ کر مقابلہ جاری رکھنا ہو گا۔ وہ ہر طرح کی صنعتیں قائم کر کے تمہیں اپنا دست نگر رکھنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں تمہیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش اور سست نہیں نہایت ہوشیاری اور چستی کے ساتھ اپنے آپ کو سنبھالنا ہو گا اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ہو گا ان کے آگے دستِ نگر ہونے اور ان سے امداد و اعانت کی بھیک مانگنے بغیر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہو گا۔ ملی حمیت و غیرت کا دامن تھامے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنی علمی و ادبی اور تجرباتی قوت صرف کرکے غیروں کا حسن و خوبی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا قوۃٍ نکرہ ہے جو ماتحت نفی کے تحت واقع ہو کر عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔ پھر من مزید استغراق و احاطے کے لئے لاکر ہمیں اس بات کا سبق دیا جا رہا ہے کہ تمہیں دشمنانِ اسلام کے مقابلے کے لئے معاشی اور جنگی ضروریات کے حصول کے لئے ہر طرح کی صنعتیں قائم کرکے اپنی قوت کا خوب مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ تمہیں اپنی قائم کردہ صنعتوں کے بل بوتے پر بے نیازی کی دولت میسر ہو اور اغیار کے آگے دست سوال دراز کرنے کی قطعاً ضرورت نہ پڑے۔

صنعتی ترقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے ماننے والوں کو خدا تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا اور ساتھ ہی صنعتی کام میں دلچسپی لینے کے فضائل بیان فرمائے تو مسلمانوں نے صنعتی کاموں میں خوب محنت کی اور روز بروز صنعت کاری میں ترقی کرتے چلے گئے شاید ہی کوئی فن ایسا ہو جس کی طرف مسلمانوں نے توجہ نہ دی ہو۔ معاشی خوشحالی سے متعلق صنعت حرفت میں نہ صرف وہ خود کفیل ہونے کی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے بلکہ جنگی تیاری میں بھی انہوں نے ترقی کے منازل خوب طے کئے۔ تلوار سازی اور نیزہ و تیر کی ایجاد و ساخت میں وہ آگے نکل گئے۔ معاشی فلاح و بہبود سے متعلق تمام ذرائع بروئے کار لائے اور سامان حرب و جنگ بھی نئے سے نئے ایجاد کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں وہ صنعتی ترقی فرمائی جو ان کے مدِ مقابل غیر مسلم اقوام کے خواب و خیال تک میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہ تھی حضرت امیر معاویہؓ نے ٹینک اور بحری بیڑا تیار کرایا اور ان کے ذریعے سے فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ محمد بن قاسم کے زمانہ میں منجنیق یعنی توپ بھی مسلمان کاریگروں نے تیار کر کے صنعت کاری میں ایک اور سنہری باب کا اضافہ کیا اس صنعت کاری کو عروج و ترقی سے ہمکنار کر کے مسلمانوں کو وہ معاشی خوشحالی نصیب ہوئی کہ ہر شخص خوشحال اور فارغ البال نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کی صنعت کاری کے سلسلے میں ترقی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ افریقہ و یورپ تک ان کی صنعتی ترقی سے اکتساب فیض کرنے لگے۔ آج ہم یورپ و مغرب کے اقوام میں جو صنعتی ترقی دیکھتے ہیں دراصل یہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمان کاریگروں کا چشمۂ فیض ہے جو نہ صرف یورپ و مغرب کے اقوام کو ارتقائی انداز میں سیراب کر رہا ہے بلکہ پورے اکناف و اطراف عالم کے لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں مگر طریق کار میں جدت کی بدولت دیکھنے والے کو مغالطہ لگتا ہے کہ یہی لوگ ہی ان صنعتوں کے خالق و موجد ہیں۔

عرب مسلمانوں کے فہم و ذہانت اور ان کی علمی و عقلی استعداد کا لوہا اقوام عالم کے اکثر و بیشتر مفکرین نے تسلیم کیا ہے انہوں نے اپنی تقریر و تحریر میں اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ عرب مسلمان علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں اہل فرنگ اور ارباب مغرب سے بدرجہا فائق تھے آج عرب ممالک کی بوسیدہ اور پرانی و قدیم عمارات و صنعات اور یورپ و مغرب کی جدید صنعتوں کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہتی کہ یورپ و مغرب کی جدید صنعتیں عرب کے قدیم صنعتی شاہکاروں کی نقل معلوم ہوتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پھر عرب کے کاریگروں کے بعد برصغیر کے مسلمان کاریگروں کی صنعتی ترقی نے نہ صرف سبقت حاصل کی بلکہ اس سے اقوام عالم سراپا استعجاب ہو کر رہ گئیں۔

آج بھی مسلمان کاریگروں کی کمی نہیں ہے اپنے ملک میں اگر انہیں خدمت کا صحیح موقع فراہم کیا جائے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو صنعتی ترقی کے سلسلے میں ہم آج بھی دنیا کو پیچھے چھوڑ سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج وقت کا اہم تقاضا ہے کہ ہم صنعت کاری کے میدان میں اپنی تمام قوت وصلاحیت عمل میں لا کر اپنے ملک کو ایک مثالی ترقی یافتہ مملکت کے طور پر دیکھ سکتے ہیں اس سلسلے میں ضروری ہے کہ ہم غیر ضروری کاموں اور لایعنی مشاغل پر ملک کی دولت کو لگانے کی بجائے ایسے صنعتی ادارے قائم کرنے پر صرف کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ صنعت کاری کو اپنائیں۔ انشاء اللہ اس سے ہم غیروں کے محتاج ہونے اور ان کے حضور دست سوال دراز کرنے کی بجائے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ یہی ہمارے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور یہی ہماری دینی حمیت وغیرت کا مقتضیٰ ہے۔

سُود کا خاتمہ

خداوند قدوس اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروں سے) ایسے اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جسے شیطان (آسیب) نے چھو کر باؤلا کر دیا۔ یہ اس لئے ہے کہ انہوں (سُود خوروں) نے کہا کہ بیع سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے تو جسے خدا کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وُہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(آئندہ کے لئے سود سے تائب ہوکر) باز آگیا تو گزر چکا، اسے معاف ہے اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے اور جو پھر ایسا کریں وہ دوزخی ہیں، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ سود (میں بے برکتی ڈال کر اس) کو مٹاتا اور صدقات (حلال کمائی) کو بڑھاتا ہے اور ناشکرے گنہ گار کو خدا پسند نہیں کرتا (القرآن)

دوسرا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا (کسی کے پاس) سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو ہم تمہیں اپنا اعلانِ جنگ سناتے ہیں! خدا اور رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کرلو تمہیں تمہارا اصل مال (مقروض سے) ملے گا نہ تم دوسروں پر ظلم کرو اور نہ ہی کوئی دوسرا تم پر ظلم کرے۔ (القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

(ترجمہ) سود لینے، دینے، سود کا کاغذ لکھنے اور اس پر گواہ ہونے والے پر لعنت اور فرمایا کہ یہ سب کے سب گناہ میں برابر ہیں۔ (رواہ مسلم)

ابنِ ماجہ اور بیہقی شریف میں مروی ہے:

(ترجمہ) سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے کم درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے، آنحضرت صلی اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

(ترجمہ) معراج کی رات کو کچھ ایسے لوگوں پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ مکان کی طرح بڑے بڑے تھے، ان پیٹوں میں زہریلے سانپ اور بچھو تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے، جبرائیل نے بتایا کہ یہ سود خوار ہیں۔

سود برابر برابر حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے، گیہوں گیہوں کے، جو، جو کے، کھجور، کھجور کے اور نمک، نمک کے بدلے میں برابر (بلا کم و بیش) اور دست بدست (ادھار کے بغیر) بیچ سکتے ہو اور جب جنس مختلف ہو تو جیسے چاہو، بیچو جب کہ دست بدست ہو (صحیح مسلم شریف)

مجتہدینِ امت نے اس حدیث صحیح کو جس کی صحت و شہرت درجۂ تواتر تک ہے تجارتی کاروبار میں ربا (سود) سے متعلق اساس و بنیاد قرار دیا ہے اور اپنے اجتہاد سے ان وجوہ کی تحقیق و تفتیش کی ہے جن کا وجود اس قسم کے معاملات میں حدیث میں بیان کردہ شرائط کی خلاف ورزی سے ربا (سود) کا باعث بنتا ہے۔ اس کی تفصیل عنقریب آتی ہے۔

ازالۂ شبہ رہا یہ سوال قرآنِ کریم نے تو سود کی اس شکل کو منع کیا ہے جو اضعاف مضاعف سود در سود ہو، تھوڑے سے سود کی حرمت کی کوئی دلیل شرعی نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اضعاف مضاعف قید واقعی ہے نہ کہ قید احترازی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب سود کو منع کیا گیا، اس وقت چونکہ اضعاف مضاعف سود در سود کی صورت رائج اور وقوع پذیر تھی، اس لیے یہ قید شامل ہو گئی، ورنہ سود بہر صورت ممنوع ہے خواہ سود در سود ہو یا تھوڑا سا ہو، چنانچہ سنت کی روشنی میں واضح ہے، موطا شریف میں ہے:

لَا يَجُوْزُ مِنْهُ قَلِيْلٌ وَّلَا كَثِيْرٌ
(موطا امام مالک ج ۲، صہ ۱۷۵)

یعنی سود کسی طرح بھی جائز نہیں نہ تھوڑا اور نہ زیادہ

نفع کی شرط سے قرض حرام

نفع کی شرط سے قرض لینا دینا حرام ہے اور سود قرار پاتا ہے

حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ وَجْهٌ مِنْ وُجُوْهِ الرِّبٰوا (بیہقی عن فضالہ ج ۵ صہ ۳۵ بیوع وجامع صغیر عن علی ج ۲ - صہ ۹۳)

یعنی جس قرض میں قرض دہندہ کے لئے نفع کی شرط ہو، وہ سود ہی کی ایک قسم ہے۔

قرض واپس کرتے ہوئے کچھ زیادہ دے دینا جائز ہے

ابھی بتایا جا چکا ہے کہ قرض دیتے ہوئے نفع لینے کی شرط شامل کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر مقروض اپنی مروت وحسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی مرضی سے قرض خواہ کو کچھ زیادہ دیدے تو جائز ہے اور قرض خواہ کا اسے قبول کر لینا بھی جائز ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قرض واپس کرتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ زیادہ دے دیا۔ حضرت جابر کے الفاظ ہیں فقصانی وزادنی کہ حضور نے میرا قرض مجھے ادا کیا اور کچھ زائد بھی دیا (صحیح بخاری ج ۱ صد ۶۲۴)

قرض بلا سود کا ثواب

حاجت مندوں کو بلا قرض سود دینا اسلام کے نزدیک بہترین عبادت ہے

حدیث شریف میں ہے کہ قرض دینے والے کو اس وقت تک قرض دی گئی رقم کے برابر روزانہ راہِ خدا میں خیرات کرنے کا ثواب ملتا رہتا ہے، جب تک کہ مقروض قرضہ واپس نہ کر دے۔

مجبوری کی صورت میں سود دینا (غیر ملکی قرضے اور سود)

اگر ایک شخص اس قدر مجبور ہے کہ کنبہ کے لئے سر چھپانے کو مکان میسر نہیں یا بھوکوں مرنے کا اندیشہ ہے، خرچ نہیں اور نہ ہی اسے قرض بلا سود ملتا ہے، تو اس صورت میں وہ قرض لے کر اپنی ضرورت شدیدہ پوری کر سکتا ہے، اسے سود دینے کا گناہ نہ ہوگا، ہاں سود لینے والا مبتلائے معصیت ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی ملک کی معیشت اس قدر کمزور ہے یا کسی بلا و آفت سے تباہ و برباد ہوگئی ہے کہ وہاں کے باشندے بھوکوں مرنے لگے ہیں اور مبتلائے فاقہ ہو رہے ہیں اور اس ملک کو کہیں سے بغیر سود کے قرض نہیں ملتا، تو وہ بقدرِ ضرورت سود پر قرض لے سکتا ہے" چنانچہ امام ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ حنفی" فرماتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور حاجت شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے،

چنانچہ درمختار کہ حاجت شرعیہ کے وقت حاجت مند نفع کی شرط پر قرض مانگ سکتا ہے (ہکذا فی الشامی ج ۵ صہ ۲۸۰)

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ الاشباہ والنظائر صہ ۹۲۔

اور فتاویٰ شامی میں ہے۔ قاعدہ فقیہہ ہے الضرورات تبیح المحظورات کہ ضرورتِ شرعیہ صاحبِ ضرورت کے حق میں ممنوع کو جائز کر دیتی ہے کا یہی مطلب ہے اور اس کی یہی صورت ہے اور یہ قاعدہ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۳ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ سے ماخوذ ہے۔ اشد مجبوری میں غیر ملکی قرضوں پر سود دینے کا جواز بھی اس میں داخل ہے، لیکن اگر ہم کفایت شعاری اور قناعت کے ساتھ اپنے ملکی وسائل سے صحیح فائدہ اٹھائیں، تو ہمیں انشاء اللہ تعالیٰ فرنگیوں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کی حاجت ہرگز نہ ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے وطنِ عزیز میں بے بہا خزانے ودیعت فرماتے ہیں۔ فطرت شناس اور صاحبِ بصیرت قیادت ملکی وسائل کو بروئے کار لاکر اسی ارضِ پاک سے تمام ضروریات حاصل کر سکتی ہے ؎

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفالِ پاک سے مینا و جام پیدا کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فلسفۂ حُرمتِ سُود

اس کائنات کی آبادی کے امن وسکون اور راحت وآرام کا دارو مدار اس بات پر ہے کہ انسان آپس میں اخوّت و ہمدردی اور حُسنِ معاشرت سے نبھائیں اور کسی طمع ولالچ کے بغیر باہمی ایثار واخوّت سے کام لیں، لیکن سود خوار انسان رُوپیہ دولت کے نشہ میں ایسا بدمست ہوتا ہے کہ وُہ انسانی اخلاق و مروّت اور ہمدردی سے خالی ہوتا ہے۔ دوسروں کو برباد کر کے اپنے مفاد کا حصول اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتے ہیں، وُہ ہر وقت اسی تگ و دَو میں پاگل بن کر پھرتا رہتا ہے۔ ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کی حالتِ زار دیکھنے سے اندھا اور ان کی آہِ سرد کو سننے سے بہرہ بن جاتا ہے، اس کا دل پتھر سا سخت ہو جاتا ہے اور یہ چیز اس جذبۂ ایثار کے لئے زہرِ قاتل ہے جس پر انسانی معاشرہ کی عمارت قائم ہے، اس لیے اسلام میں سود کو حرام قرار دیا ہے ؎

یہ کافری نہیں، کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ مسلم ہو مبتلائے ذوقِ سود

نیز بیع میں بائع و مشتری (بیچنے اور خریدنے والے) کے درمیان مندرجہ ذیل تین اصول کارفرما ہوتے ہیں۔

۱۔ دونوں طرف سے ارادی (دلی خوشی کے ساتھ) رضا و رغبت
۲۔ باہمی تعاون واشتراک۔
۳۔ دونوں کے لئے منفعت کا حصول۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تینوں اصول قانون و اخلاق و انسانی ہمدردی و جذبہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اخوتّ اور علمِ معیشت کی نظر میں صحیح اور درست ہیں اور سود میں اس کے برعکس تین اصول جاری ہیں :-

۱- ایک طرف سے رضا و رغبت اور دوسری طرف سے مجبوری و اضطرار۔

۲- ایک کے یقینی ضرر و نقصان پر دوسرے کے نفع کا مدار۔

۳- باہمی تعاون اور اشتراک کا فقدان۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تینوں اصول قانون و اخلاق و انسانی ہمدردی و جذبۂ اخوتّ اور علمِ معیشت کی نظر سے ہرگز لائق تحسین نہیں، بلکہ قطعاً غلط اور لائق نفرین ہیں ظاہر ہے کہ دینِ اسلام جو دینِ فطرت ہے، اس غیر فطری کاروبار کی کیلئے اجازت دے سکتا ہے۔ اسلام نے اس لئے سود کو حرام قرار دیا ہے کہ اس کی حرمت ایک فطری تقاضا ہے، اسی میں حیاتِ حقیقی کا راز مضمر ہے ؎

دیں مسلکِ زندگی کی تقویم
دیں سِرِّ محمد و براہیم

مسئلہ سُود میں ایک بنیادی قاعدہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے

مجتہدین کرام نے مسئلہ سُود میں ایک بنیادی قاعدہ و ضابطہ اخذ کیا ہے جسے پیشِ نظر رکھنے کے بعد عند الضرورت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ دونوں طرف سے خرید و فروخت کی شیٔ اگر ہم جنس ہوں اور ماپ تول سے بکتی ہوں، مثلاً سونا سونے کے عوض، چاندی چاندی کے، گیہوں گیہوں کے، جو جو کے، نمک نمک کے اور کِش مِش کِش مِش کے عوض لی، دی جاتے تو کھوٹے کھرے، منقوش و غیر منقوش،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کم قیمت و بیش قیمت اور عمدہ و ردی کے لحاظ کے بغیر دونوں طرف سے ماپ تول میں برابری اور نقد خریداری ضروری ہے نہ کمی بیشی جائز ہے اور نہ ہی ادھار درست ہے۔ اگر ایک چیز زائد اور دوسری چیز کم ہو، تو یہ سود ہوگا اور اسے ربا الفضل کہتے ہیں اور اگر ایک چیز اسی وقت دی جائے اور دوسری کے بعد میں دینے کا وعدہ کیا جائے، تو یہ بھی ناجائز ہے اور اسے ربا النسیئہ (ادھار کا سود) کہتے ہیں

ہم جنس کا مطلب

ہم جنس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں چیزوں کا نام بھی ایک ہو اور کام و مقصد بھی ایک تو وہ ایک ہی جنس کہلائیں گی اور اختلاف جنس، اصل مقصد اور وصف کے اختلاف (مختلف ہونے) سے متحقق ہوتا ہے (الدر المختار مع الشامی ج ۵ صہ ۱۸۳)

جیسے گیہوں اور جو، کپڑے کی قسمیں، لوہا، پیتل، تانبا، سیسہ، اون، ریشم سوت، گائے، بکری، بھیڑ اور دنبہ کا گوشت اور روغنیات سب مختلف جنسیں ہیں لیکن کھجور سب ایک جنس ہے (ملاحظہ ہو فتاوی شامی ج ۵ صہ ۱۷۴)

اگر دو چیزیں غیر جنس ہوں، مگر تولی، ماپی جاتی ہوں، تو اس صورت میں ایک طرف سے زیادہ اور دوسری طرف سے کم ہو تو جائز ہے، مگر ادھار حرام۔ اسی طرح ایک جنس کپڑے کے ایک تھان کو دوسری جنس کے دو تھان کے عوض بیچا یا گندم کا ایک من دو من جو کے عوض بیچا، تو دست بدست جائز ہے۔ ادھار پر جائز نہیں اور نہ ہی ماپی تولی جاتی ہیں (اگرچہ دو میں سے ایک ماپی یا تولی جاتی ہے) تو ایسی صورت میں زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہیں۔ مثلاً ایک طرف سے گندم یا کپڑا اور دوسری طرف سے قیمت کہ یہاں جنس بھی بدل گئی اور قدر بھی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(ماپ تول دونوں میں نہیں، ایک میں ہے) تو یہاں زیادتی اور ادھار جائز ہیں کہ ایک طرف سے دو من اور دوسری طرف سے ساٹھ روپلے یا ایک طرف سے ایک تھان اور دوسری طرف سے پچاس روپلے نقد اور ادھار دونوں جائز ہیں کما ہو مفصل و مدلل فی کتب الفقہ۔

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ ترماند

سود سے بچنے کی تدابیر

آج کل سود کی اس قدر کثرت ہے کہ قرض حسنہ (قرض بلا سود) کوئی شاذ و نادر ہی دیتا ہے، لوگ دولت کی ہوس اور دنیا پرستی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ نفع کے بغیر قرض دینا ہی نہیں چاہتے اور ضرورت مندبھی اگرچہ اس قدر شرعی مجبوری میں مبتلا نہیں ہوتے کہ ان کے لئے اس حالت میں ایک حرام جائز ہو جاتے، بلکہ لڑکے لڑکی کی شادی ختنہ اور دیگر تقریبات میں اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرنا چاہتے ہیں اور برادری وخاندان کے رسوم میں اس قدر جکڑے ہوئے ہیں کہ جس قدر نصیحت کی جائے، ایک نہیں سنتے، رسم و رواج میں کمی کرنے کو اپنی ذلّت محسوس کرتے ہیں۔ ایسے مسلمان بھائیوں سے پہلے تو یہ گذارش ہے کہ ان رسوم و تکلّفات سے بچیں، چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائیں، دنیا و آخرت کے تباہ کن نتائج وعذاب سے ڈریں، مصنوعی سی عزّت یا برادری میں نام ونمود کا خیال کرکے آخرت کی زندگی کو تلخ نہ بنائیں، لیکن اس کے باوجود اگر باز نہیں آتے، تو عذابِ الٰہی سے بچانے کی ہمدردی کے پیشِ نظر ہم کچھ طریقے عرض کرتے ہیں کہ مجبوری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی صورت میں سود لینے دینے کی بجائے اگر ان پر عمل کریں تو فریقین خدا تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچ سکیں گے اور مطلب بھی پورا ہو جائے گا۔ لین دین کی صورت و نوعیت میں ترمیم و تبدیلی کرنا پڑے گی کہ جواز و عدم جواز لین دین کی نوعیت پر موقوف ہوتا ہے۔

نوعیت کے بدل جانے سے عقد کا حکم بدل جاتا ہے

اس سلسلے میں صحیح مسلم کی دو حدیثیں دلیل کے طور پر کافی ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو خیبر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، وہ خیبر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اچھی سی کھجوریں لائے، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ! ہم ملکی کھجور کے دو صاع کے بدلے ان کھجوروں کا ایک صاع اور تین صاع کے بدلے دو صاع لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ معمولی کھجوروں کو پیسوں سے بیچ کر اس قسم کی (اچھی کھجوریں) خرید کرو اور تول کی چیزوں میں بھی ایسا ہی فرمایا۔ (صحیح مسلم ج ۲ صہ ۲۶ طبع کراچی)

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے آپ نے ارشاد فرمایا کہاں سے لائے ہو؟ عرض کی کہ ہمارے ہاں خراب کھجوریں تھیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ دو صاع دیگر ان کا ایک صاع لیا تاکہ آپ تناول فرمائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ افسوس یہ تو بالکل سود ہے، ایسا نہ کرنا، ہاں اگر ان کے خریدنے کا ارادہ ہو تو اپنی کھجوریں بیچ کر ان کے پیسوں سے یہ خریدا کرو۔

حضرت ابو سعید خدری کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

فَرُدُّوْهُ ثُمَّ بِيْعُوْا تَمْرَنَا وَاشْتَرُوْا لَنَا مِنْ هٰذَا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷)

یعنی یہ کھجوریں انہیں واپس کر دو، پھر ہماری کھجوریں بیچو اور ہمارے لئے اس قسم کی کھجوریں خرید لاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کھجوریں سب کی ایک جنس ہیں کہ ان میں کمی بیشی پر تبادلہ جائز نہیں۔ ان حدیثوں سے اور بھی کئی ایک معاشی مسائل نکل آئے۔ ایک تو یہ کہ سود کی بیع کا فسخ کرنا واجب ہے کہ رُدُّوْهُ امر ہے اور امر وجوب کو مفید دوسرا یہ کہ خریدی ہوئی چیز واپس کرنے پر اس کے مقابلے میں دی ہوئی چیز (ثمن) واپس کی جائیگی۔ تیسرا یہ کہ سود سے بچنے کو ایک ہی شخص سے دوبار لین دین کیا جا سکتا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادِ گرامی میں اس کے خلاف کوئی شرط نہیں فرمائی۔ کما افادہ الامام النووی رحمۃ اللہ علیہ چوتھا یہ کہ عقد کی نوعیت کے بدل جانے سے عقد کا حکم بدل جاتا ہے۔

ان حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ بات وہی ہے کہ عمدہ اور بڑھیا کھجوریں بیچ کر پیسوں سے اچھی کھجوریں خریدیں، تو جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ اپنے فتاویٰ شریفہ میں سود سے بچنے کی وہ صورتیں جو ہم نقل کرنے لگے ہیں، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَمِثْلُ هٰذَا مَرْوِیٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(فتاوی) امام قاضی خان ہامش فتاوی عالمگیری ج ۲ صہ ۲۷۹)

اور سود سے بچنے کی وہ صورتیں اور تدابیر مندرجہ ذیل ہیں:

سود سے بچنے کی تدبیر

اگر کوئی شخص کسی کو کچھ میعاد کے لئے مثلاً دو روپے نفع پر دس روپے قرض دینا چاہتا ہے، تو مقرض (قرض دینے والا) مستقرض (قرض لینے والے) سے دس روپے کی کوئی چیز خرید کر اسے دس روپے دے دے، پھر اس چیز کو اپنے قبضہ میں لے لے اور اس چیز کو مستقرض کے ہاتھ طے شدہ میعاد تک ادھار پر بارہ روپے میں بیچ دے، اس سے مقرض کے مستقرض کے ذمہ دس روپے کی جگہ بارہ روپے ہوجائیں گے، اس میں دو روپے نفع کے ہو گئے اور اس طرح سے سود سے بھی بچ گئے۔

دوسری تدبیر

مقرض اپنی کوئی چیز مثلاً ایک سو دس روپے میں مستقرض کے ہاتھ بیچ کر اس کے قبضہ میں دے دے، پھر مستقرض اس شیئ کو کسی اور کے ہاتھ ایک سو روپے میں بیچ کر اس کے قبضہ میں دے دے، پھر مقرض اس دوسرے شخص سے اسی چیز کو سو روپے میں خریدے اور وہ دوسرا شخص مقروض سے سو روپے لے کر مستقرض کو دے دے۔ اس طرح سے مقرض کی چیز اس کے پاس واپس آگئی، مگر مستقرض کے ذمہ مقروض کے ایک سو دس روپے لازم اور واجب الادا رہے (قاضی خان مع عالمگیری ج ۲ صہ ۲۷۹)

تیسری تدبیر

مقرض اپنی کوئی چیز مستقرض کے ہاتھ مثلاً تیرہ روپے چھ ماہ کی مدت کے ادھار پر بیچ دے، پھر اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قبضہ یا بعد قبضہ بیع کا اقالہ کرکے اس چیز کو مقرض کے ہاتھ دس روپے میں بیچ کر اس سے دس روپے لے لے" اس سے مقرض کی چیز بھی واپس آگئی اور اسے تین روپے نفع کے مل گئے اور مستقرض کا کام بھی ہو گیا، سود بھی نہ ہوا، لیکن افسوس کہ مسلمان دین فطرت کی ایسی تدابیر سے غافل رہ کر سود ایسی لعنت میں مبتلا ہیں ؎

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

چوتھی تدبیر

ایک اور تدبیر ہے جس کو اختیار کرکے حصولِ مقصد کے باوجود سود سے بچا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ مقرض اپنی کوئی چیز مستقرض کے ہاتھ ایک مدت کے لئے ادھار پر بیچ دے اور اس کے قبضہ میں دے دے، پھر اسی چیز کو مستقرض خرید کردہ قیمت سے کم قیمت پر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دے اور وہ اسی چیز کو خرید کردہ قیمت پر مقرض کے ہاتھ بیچ دے اور مقرض سے قیمت لے کر مستقرض کو دے دے، اسی طرح سے مستقرض کو قرض مل جاتا ہے اور مقرض کی چیز مقرض کو واپس مل جاتی ہے اور سود کی معصیت میں پڑے بغیر مقرض کو نفع بھی حاصل ہو جاتا ہے امام قاضی خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس تدبیر کا امام محمد علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا جسے بیع العینہ کہتے ہیں اور موصوف مشائخ بلخ سے ناقل ہیں، انہوں نے فرمایا یہ بیع العینہ ہمارے زمانے کے بازار میں مروجہ بیوع سے بہتر ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

العینۃ جائزۃ ماجورۃ و قال اجرہ لمکان الفرار من الحرام (فتاوی خان مع عالمگیری ج ۲ صہ ۲۷۹ / ۲۸۰ مصری)

کہ بیع العینہ جائز ہے، اس کا ثواب ملے گا اور ثواب اس لئے ملے گا کہ سود ایسے حرام سے بچنے کے لئے اسے اختیار کیا گیا۔

پانچویں تدبیر

مقرض اپنی چیز کو مستقرض کے ہاتھ بیچے، مثلاً مستقرض کو اگر سو روپے ضرورت ہیں تو اسے سو روپے کی چیز اتنی قیمت پر جتنا اسے سو روپے پر نفع درکار ہو۔ مثلاً سو روپے پر دس روپے نفع چاہتا ہو، تو اسے مقرّرہ مدت تک ادھار پر سو روپے میں بیچ دے، پھر مستقرض اسے بازار میں ایک سو روپے پر فروخت کرکے اپنے سو روپے کھرے کرے، پھر اختتامِ مدّت پر مقرض کو ایک سو دس روپے ادا کرے (بہارِ شریعت ج ۱۱ صہ ۱۵۷)

چھٹی تدبیر (۶)

یہ تدبیر فقہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رو سے ہے جیسے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ بِھٰذا الحدیثِ اصحابُنا وموافقوھم فی ان مسئلۃ العینۃ لیست بحرام وھی الحیلۃ التی یعملھا بعض الناس تَوَصُّلا اِلَی المَقْصُودِ الربا بِاَنْ یعطیبہٗ

کہ ہمارے حضرات شوافع اور ان کے ہمنوا علمائ نے اس حدیث سے اس میں استدلال کیا ہے کہ بیع العینہ حرام نہیں، اور بیع العینہ اس تدبیر کو کہتے ہیں جسے لوگ (سود سے بچنے کے لئے)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مائۃ درھم بمائتین فیبیعہ ثوبًا بمائتین ثم یشتریہ منہ بمائۃ۔

(شرح الامام النووی علی الصحیح المسلم ج ۲ صد ۲۶)

سود کے مقصود (نفع) تک رسائی کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی ضرورت مند کو دو سو روپے کے بدلے ایک سو روپے دینا چاہتا ہے، تو اس کے ہاتھ دو سو روپے میں ایک کپڑا بیچ کر پھر اسی کپڑے کو اس شخص سے ایک سو روپے میں خرید کر لے۔

بینک

اسلام نے حرمتِ سود سے متعلق جو اصول قائم کئے ہیں، عام سودی لین دین کے علاوہ دورِ جدید کے وہ ترقی یافتہ ادارے اور کمپنیاں بھی اس حرمت کے تحت آجاتی ہیں جن کا مدار سودی لین دین پر ہے، چنانچہ ان میں سے ایک ادارہ بنکنگ سسٹم ہے، کہا جاتا ہے کہ بڑی بڑی تجارتوں کی سہولت و نیز دولت کے ذخیرہ کی حفاظت اور ان سے مزید زرکثیر و حصول نفع کے لئے اس ترقی یافتہ دور میں بینکوں کا وجود نہایت ضروری ہے لیکن خوشنما تصویر میں جو خطرہ کار فرما ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور وہ یہ کہ ملکی معیشت کو تباہ و برباد کرنے اور دولت مندوں کو مزید دولت مند اور غریبوں کو مزید غریب بنانے میں ان بینکوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے، اور کر رہے ہیں۔ بینک خوبصورت طریقے سے دولت کو دولت مندوں میں محدود کرتے اور عوام کی غربت کو ہولناک اور تباہ کن حد تک پہنچاتے ہیں۔ تہذیبِ نو کے اس جال کو جو بینک کے نام سے بچھا ہوا ہے۔ دورِ قدیم کی مہاجنی ہنڈیوں کے بیوپار کی ایک نئی تصویر قرار دینا بہتر ہوگا۔ سرمایہ داروں کی تجوریاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھرنے اور غریبوں کی تمنا کے خون کرنے کا کردار یہی بنک ادا کر رہے ہیں ؎

قصاصِ خونِ تمنّا کا مانگیے کس سے؟
گنہ گار ہے کون اور خوں بہا کیا ہے؟

کوآپریٹو سوسائٹیاں

بنک کے طریقہ کی دوسری صورت ہے جسے کوآپریٹو سوسائٹی (مجلسِ امدادِ باہمی) کہا جاتا ہے۔ یہ اگرچہ غریب کاشت کاروں، مزدوروں اور متوسّط طبقے کے لوگوں کو قرض دینے کی بنیاد پر چلائی جاتی ہیں، لیکن یہاں بھی چونکہ سود کی لعنت موجود رہتی ہے، اس لئے سرکاری طور پر جس قدر سوسائٹیاں ہیں، غریب قرض خواہوں کے لئے وبالِ جان ہیں اور فائدہ کی بجائے ان کے لئے باعث نقصان ثابت ہوئی ہیں۔

نظامِ مصطفٰے کا اقتصادی نقشہ

اس کے برعکس اسلام کا اپنا ایک اقتصادی نقشہ ہے جس میں وہ خرابیاں نام کو نہیں ہیں جو بنکوں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں موجود ہیں اگر ملک کے معاشی نظام کو اس نقشہ کے مطابق چلایا جائے، تو پھر بنکوں کے موجودہ سسٹم کی کوئی حاجت وضرورت باقی نہیں رہ جاتی اور اگر بنک سسٹم کی ضرورت بھی تسلیم کرلی جائے، تو پھر ان کے قیام کی ایسی تشکیلیں ممکن ہیں جو سود کے بغیر اس مقصد کو پورا کرسکیں جس کے لئے اس اجتماعی ادارہ کی ضرورت پیش آئی، یعنی انفرادی اور اجتماعی ضرورت کے لئے حصول زر یا امانت کے طور پر زر کا تحفظ جیسا کہ عنقریب اس کی توضیح آجائے گی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام باہمی امداد کے اجتماعی اداروں کو جو سود کے لین دین سے پاک ہوں، جائز و مستحسن قرار دیتا، بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، بلکہ اسلام نے ان صحیح ذرائع کی طرف راہبری فرمائی ہے جس سے معاشرہ کے متوسط اور غریب لوگ نہ صرف سرمایہ داروں اور دولت مندوں کے استیصال سے بچ سکیں، بلکہ ان ذرائع کو اختیار کرنے کے بعد وہ خوشحالی اور فارغ بالی کی منزل بھی پا سکیں گے، بلکہ ان کی زندگی حقیقی مسرتوں کی شرح و عملی تفسیر بن جاتے گی۔

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیوں کر
گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرارِ حیات

امدادِ باہمی کے اجتماعی ادارے

بینکوں کے موجودہ ظالمانہ سسٹم کو ختم کر کے امدادِ باہمی کے ادارے قائم کئے جائیں اور دولت مندوں کو اس سودی نظام کے خاتمے کے بعد یا تو خود ہی اپنی دولت کو کسی صنعت، تجارت یا زراعت میں لگا کر نفع آور بنانا ہو گا یا وہ ان امدادِ باہمی کے اداروں سے وابستہ ہو کر نفع پا سکیں گے جن کے کاروبار کا مدار نفع و نقصان کی شراکت پر ہو گا۔ یہ ادارے بینکوں کی طرح شہر شہر، بلکہ قریہ قریہ قائم ہوں اور حکومت کی تحویل میں نہیں، بلکہ اس کی امداد و امانت پر ہوں۔ البتہ حکومت ان امدادِ باہمی کے اداروں میں مالی حصہ شامل کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اسی طرح حکومت انفرادی تجارت کو فروغ دینے کے لئے با اعتماد تاجروں کو قرض بھی دیگی، یعنی حکومت کی رقم سے افراد یا ادارے پرائیوٹ اور نجی طور پر کاروبار کریں گے اور وہ رقم قرض کے طور پر بھی ہو سکتی ہے اور نفع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نقصان میں شراکت پر بھی

بلا سُود بینکاری

بلا سود بنکاری کا مطلب یہ ہے کہ سودی نظام کو یکسر ختم کر کے انہیں امدادِ باہمی کے تجارتی اور کاروباری اداروں کی جائز اغراض و مقاصد کا حامل کر دیا جائے اور یہ قطعاً ممکن ہے۔ ہر نئے کام کا مرتب کرنا ابتدائی مراحل میں کچھ مشکل تو ہوتا ہے لیکن صحیح جذبے سے نیک نیتی اور تسلسل کے ساتھ اسے جاری رکھا جائے تو ساری کاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جاتی ہیں اور آخر کامیابی ہوتی ہے۔ جس جذبے سے استیصالی قوتوں نے اس باطل نظام کو یہاں نافذ کیا تھا اور وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہوگئیں۔ اسی طرح اگر اسی سطح کے جذبۂ اسلامی سے حق و صداقتِ اسلامیہ کے علمبردار اس خدائی نظام کو نافذ کردیں، تو وہ بطریقِ اولیٰ کامیاب ہوں گے بنکوں کے کچھ امور اب بھی ایسے ہیں جو بعد میں بھی جاری رکھے جا سکتے ہیں جن میں سود کا عنصر موجود نہیں، مثلاً کمیشن پر خدمات انجام دینا، امانتوں کا رکھنا اور لاکر زمہیا کرنا، زیورات، دستاویزات، کاغذات، سندات اور دوسری چیزوں کی حفاظت کرنا، سفری چیک، بینک ڈرافٹ جاری کرنا، اسی طرح گاہکوں کی طرف سے خرید و فروخت، صنعتی کاروبار اور دیگر امور میں ماہرانہ مشورے دینا جو سود کے عنصر سے پاک ہیں، پھر بھی جاری رہیں گے۔ بہرحال بلا سود بنیکاری کے کاروبار کی صورتیں بہت ہیں اور وہ صورتیں ہر ملک ہر جگہ اور ہر کہیں کامیابی سے اپنائی جا سکتی ہیں۔

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے مومن کا مقام ہر کہیں ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غیر ملکوں سے لین دین

غیر ممالک سے قرضے لینے کی بجائے تمام ملکی وسائل کو بروئے کار لا کر اپنے ملک کو خود کفیل بنانے کی کوشش کی جائے۔ اشیاء تعیّش کی درآمد مطلقاً بند کر دی جائے اور بیرونِ ملک سے کسی شدید ضرورت کے بغیر کوئی چیز درآمد نہ کی جائے اور مجبوری کی صورت میں مال کا مال سے تبادلہ کر لیا جائے، تو سود کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ البتہ جب مال کو قیمت میں خریدیں گے، تب سود کا سوال ہو گا، تو اس صورت میں سود سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ادائیگی کی میعاد تک جو سود بنتا ہو، اسے اشیاء صرف یعنی درآمد شدہ مال کی قیمت میں اضافہ قرار دے کر شروع ہی سے اس قرار یافتہ بھاؤ پر ہی ان کا لین دین کیا جائے۔ اس پر سود نہ دینا پڑے گا، مثلاً ایک چیز دس ڈالر میں آتی ہے اور دس ڈالر قسط کی صورت میں پانچ ماہ میں ادا کرنا ہیں اور ان دس ڈالروں پر تین ڈالر سود کے ملکر تیرہ ڈالر ہوں گے، تو شروع ہی سے پانچ ماہ کی مدّت پر وہ تیرہ ڈالر میں خریدی جائے، تو اس سے سود کی ادائیگی سے بچ جائیں گے اور اگر غیر ممالک اس معاملے میں تعاون کرنے سے گریز کریں، تو جواز بامر مجبوری کا قول ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، اس پر عمل کیا جائے۔

بینکوں میں بنیادی تبدیلی

بینکوں کو امدادِ باہمی کے اجتماعی کاروباری اسلامی اداروں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے بنیادی تبدیلی کرنی پڑیگی اور وہ یہ کہ بینک حکومت کے کنٹرول سے آزاد پبلک اتھارٹی کے تحت ہوں گے، البتہ حکومت ہر متعلقہ امداد مہیّا کرنے کے لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرپرستی کریگی تاکہ کوئی فاسد اور غلط عنصر اس نظام میں رخنہ اندازی یا خرابی کرنیکی نہ سوچ سکے۔ دوسرے یہ کہ بنیک اپنا کاروبار سود کی بجائے شرکت یا مضاربت کے طریقے پر انجام دیں گے۔ اس طرح سے نام کے بنیک ہوں گے، مگر حقیقت میں امدادِ باہمی کے وہی اجتماعی کاروباری ادارے ہوں گے جو اسلام کے نظامِ معیشت میں ہوا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں شرکت و مضاربت کے طریقے قابلِ ذکر ہیں جو ہماری کاروباری بیتابیوں کو قرار دے سکتے ہیں۔

میرے باغِ سخن کے لیے تو بادِ بہار
میرے بیتاب تخیّل کو دیا تو نے قرار

شرکت و مضاربت

شرکت اس بات کا نام ہے کہ دو یا دو سے زیادہ فریق کاروبار کریں اور ایک طے شدہ نسبت کے مطابق ان میں نفع تقسیم ہو اور نقصان بھی سب کو اپنے اپنے سرمایہ کی مناسبت سے برداشت کرنا پڑے، شرکت میں ہر حصہ دار اپنے حصہ پر مالکانہ حقوق رکھتا ہے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق تقسیم ہوتی رہتی ہے اور کبھی بلا تعیینِ مدّت تسلسل سے بھی چلتا رہتا ہے اور مضاربت یہ ہے کہ ایک فرد یا پارٹی کا سرمایہ ہو اور اس سرمایہ سے کاروبار کوئی دوسرا فرد یا دوسری پارٹی کرتی ہے، اس میں سرمایہ لگانے والا فریق کاروبار میں عملی حصہ نہیں لیتا بلکہ ایک طے شدہ نفع کا حقدار ہوتا ہے، لیکن اگر نقصان ہو جائے، تو اہلِ سرمایہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور کاروبار کرنیوالی کی محنت رائیگاں جاتی ہے اور کاروبار میں نفع و نقصان ہوتا ہی رہتا ہے ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہیں سامانِ مسرّت کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے کہیں اشک کہیں شبنم ہے

لیکن جب نفع ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر نقصان کی تلافی ہوتی رہتی ہے اس لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

بینکوں کی حیثیت

بینکوں سے سودی نظام کو ختم کرنے کے بعد ان کی حیثیت ان تجارتی اداروں کی ہوگی جو تاجرین کے حصص و سرمایہ جات سے قائم ہوتے ہیں اور ان تجارتی اداروں میں اگر حکومت اپنا حصّہ شامل کرے، تو کر سکتی ہے ملے اس کے حصّہ کے مطابق نفع و نقصان برداشت کرنا ہوگا۔ یہ بینک یا دوسرے لفظوں میں امدادِ باہمی کے اجتماعی ادارے مضاربت و مشارکت پر کام کریں گے۔ علاوہ ازیں با اعتماد عوام کو اپنے اعتماد یا شخصی ضمانت جاری رکھ کر قرضے بھی دیں گے اور اپنی انفرادی تجارت یا زرعی یا صنعتی کاروبار میں ان قرضوں سے استفادہ کریں گے۔ نیز یہ ادارے عوام کو مشارکت و مضاربت پر بھی رقم دے سکتے ہیں۔ نیز عوام کاروبار کے لئے مندرجہ بالا صورتوں میں بھی بیت المال سے قرضے اور مضاربت پر رقم لے سکتے ہیں۔ حکومت کو عوام سے تعاون کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ملکی نظام کی کامیابی کا دارومدار حکومت و عوام کے باہمی جذبِ تعاون پر ہی ہے ؎

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت ابو موسیٰ اشعری (بصرہ کے گورنر) کا دو تاجروں کو بیت المال سے قرض دینا

امام مالک موطا میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو صاحب زادے حضرت عبداللہ بن عمر و عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ایک لشکر میں عراق گئے، واپسی پر یہ جب بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ہوتے ہوئے گزرے، تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ اگر آپ کو مالی فائدہ پہنچانے کی صورت ہوتی، تو میں اسے ضرور اختیار کرتا پھر فرمایا کہ ہاں ایک صورت نکل آئی ہے، وہ یہ کہ میں اللہ کے مال سے کچھ مال امیرالمومنین کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں، میں اسے آپ حضرات کو قرض پر دیتا ہوں، اس سے تم عراق کی اشیائے تجارت میں سے کچھ چیزیں خرید لو اور مدینہ منورہ میں جا کر انہیں فروخت کر دینا اصل سرمایہ امیرالمومنین کے حوالے کر دینا (کہ وہ بیت المال میں جمع فرما دیں گے) اور نفع تمہیں مل جائیگا فقالا وددنا ذلك انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی یہ تجویز پسند ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے اور ان چیزوں کو بیچا، تو انہیں نفع ہوا، تو انہوں نے (ماجرا بیان کرتے ہوئے) راس المال (اصل سرمایہ) امیرالمومنین کے حوالے کر دیا۔ امیرالمومنین نے سوال کیا کہ ابو موسیٰ اشعری نے سب لشکر کے ساتھ اسی طرح نوازش فرمائی ہے جس طرح تم دونوں سے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اس لیے کہ تم امیرالمومنین کے صاحبزادے ہو! میں ایسی خصوصی نوازش کو پسند نہیں کرتا، جو کچھ تمہیں نفع ہوا، وہ بھی لاؤ اور بیت المال میں اصل سرمائے کے ساتھ اسے بھی جمع کراؤ۔ حضرت عبداللہ تو خاموش

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہے، لیکن حضرت عبیداللہ نے امیرالمومنین سے نظرِ ثانی کی گذارش کی اور عرض کی کہ اگر ہمیں نقصان ہوتا یا اصل سرمایہ ہم سے ضائع ہو جاتا، تو چونکہ یہ قرض تھا، اس لیے ہم اصل سرمایہ جمع کرانے کے پابند تھے آپ نے مانے اور اصل سرمایہ کے ساتھ سب نفع بھی جمع کرانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ اب بھی خاموش رہے اور حضرت عبیداللہ کے درمیان بطورِ ثالث مشورہ دیا یا امیرالمومنین لو جعلتہ قراضاً - امیرالمومنین! میرا مشورہ ہے کہ آپ اس معاملے کو (نہ تو قرض محض قرار دیں کہ سارا نفع صاحبزادوں کا ہو اور نہ ہی امانت، کہ امانت کے منافع کی طرح سارا نفع صاحبِ امانت یعنی بیت المال کو جاتے بلکہ آپ اسے مضاربت قرار دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا (ہاں یہ مجھے منظور ہے) لہٰذا میں نے اسے مضاربت قرار دیا (صاحبزادے بھی اس پر راضی ہو گئے) تو آپ نے کل نفع کا نصف صاحبزادوں سے لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا اور بقیہ نصف کو صاحبزادوں نے آپس میں تقسیم کر لیا (ملاحظہ ہو موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۷ طبع مصر)۔

ترجمانِ نبی، ہم زبانِ نبی!

جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ہند زوجہ حضرت ابوسفیان کو قرض دینا اور حضرت ابوسفیان کا ضامن بننا

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ حکومت بیت المال سے نجی قرضے بھی فراہم کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں اعتماد یا ضمانت کا خیال رکھنا ضروری ہوگا، چنانچہ امام طبری اپنی تاریخ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لکھتے ہیں کہ حضرت ہند بن عتبہ زوجہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم بطور قرض مانگے تاکہ ان سے تجارت کی جائے۔ آپ نے قرض کی واپسی کے لئے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ضمانت لے لی اور انہیں قرض دے دیا۔ انہوں نے تجارت کی اور نفع کی بجائے نقصان اٹھایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نقصان کا شکوہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قرض کی رقم مسلمانوں کا مال ہے۔ اگر میرا ذاتی معاملہ ہوتا۔ تو میں آپ سے مطالبہ نہ کرتا۔ آپ نے حضرت ابوسفیان کو بلوا کر انہیں اس وقت تک اپنے ہاں روکے رکھا۔ جب تک کہ حضرت ہند نے پورا قرض واپس نہ کر دیا (ملاحظہ ہو تاریخ طبری حوادث ۲۳ھ ج ۵ صد ۲۹ / ۳۰ اور کتب فقہ میں بھی اس طرح ہے۔

نیز حدیث میں ہے الزعیم غارم کہ کفیل ضامن ہے ؎

اے عمر! عدل تیرا فطرت کی آبرو ہے
حق کا ہو بول بالا تیری قدیم خو ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مضاربت پر ایک شخص کو سرمایہ دینا

مندرجہ بالا روایت قرضے سے متعلق تھی اور یہ روایت مضاربت سے متعلق ہے جسے امام مالک اپنی موطا میں حضرت مالک بن عبدالرحمن سے اور وہ اپنے والد عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دورِ خلافت میں مضاربت پر سرمایہ دیا تاکہ وہ اس سے کاروبار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کریں اور نفع دونوں کا ہو۔

(ملاحظہ ہو موطا امام مالک ج ۲ صد ۱۷۳ طبع مصر)

الغرض حکومت بینکوں (امدادِ باہمی کے اجتماعی کاروباری اداروں) اور بیت المال سے عوام کو قرض اور مضاربت پر سرمایہ دے تاکہ عوام کی معاشی حالت بہتر ہو اور حکومت کو بھی نفع پہنچے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے حکومت و ارباب اقتدار کو ہدایت

مروّجہ محصول چونگی

حکومت ناجائز طور پر اور جبراً عوام سے جو مصارف وصول کرتی ہے، ان میں سے ایک محصول چونگی بھی ہے۔ ملکی معیشت کو خراب کرنے میں اس کا بھی بڑا دخل ہے کہ تاجر اشیائے صرف کی قیمتوں کے بڑھانے کے جواز میں جو اسباب و علل ملحوظ رکھتے ہیں، ان میں ایک محصول چونگی بھی ہے۔ چونکہ اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام میں عشور کی مد ذرائع آمد میں موجود ہے جس کی تشریح گزر چکی ہے۔ لہٰذا محصول چونگی کا کوئی جواز نہیں، چنانچہ فاضل علم معیشت حکیم الامّت مولانا امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو، بہارِ شریعت ج ۱۱ صد ۱۲۱)

حضرت عمر بن عبد العزیز کا محصول چونگی ختم کر دینا

حضرت عمر بن عبد العزیز سے پہلے بنو امیہ کے حکمرانوں نے کچھ عرصہ قبل محصول چونگی عائد کر دیا تھا، مگر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی چونگی ساری مملکت سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معاف کردی اور گورنروں اور اہل کاروں کو لکھا کہ یہ نجس ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ (الآیۃ) کہ لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دو۔

فرمایا کہ لوگوں نے اس کا نام بدل کر (یعنی محصول کے نام سے اسے) جائز بنا لیا ہے (حالانکہ یہ جائز نہیں) چند شرعی محاصل کے علاوہ ہر طرح کے ناجائز محاصل اور بیسیوں ٹیکس جو سابق حکمرانوں نے عائد کر رکھے تھے، یکسر معاف کر دیے اور خشکی اور سمندر کے راستے کھول دیے، کاروبار پر ہر طرح کی پابندیاں اٹھالیں تاکہ لوگوں کی معاشی حالت بہتر ہو (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۵۰ بہ تغیر یسیر)۔

اسلام کے اقتصادی نظام میں حکومت

عام حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کی ممانعت

کو اشیائے صرف کی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس پر الٹا اثر پڑتا ہے کہ جس چیز کی قیمت پر کنٹرول ہوتا ہے، وہ بازار سے غائب کر دی جاتی ہے اور اس کا دستیاب ہونا ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس کی بلیک مارکیٹنگ شروع ہو جاتی ہے۔ نتیجۃً عوام بیچارے اس کی صورت دیکھنے کو بھی ترستے رہ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب غلہ کی گرانی کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے نرخ مقرر کرنے کی درخواست کی، تو آپ نے اس تجویز پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ

کہ نرخ مقرر کرنیوالا تنگی کرنے والا کشادگی کرنے والا، رزق دینے والا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ وَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ یُطَالِبُنِیْ بِمَظْلَمَۃٍ فِیْ دَمٍ وَّلَا مَالٍ (ابوداؤد عن انس ج ۲ صہ ۴۹ و ترمذی عنہ ج ۲ صہ ۱۵۷)

اللہ ہی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ خدا سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے کسی حق کا مطالبہ نہ کرے، خون کے متعلق اور نہ مال کے متعلق۔

صدر الشریعہ حکیم الامّت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ امام یعنی بادشاہ کو غلّہ وغیرہ کا نرخ مقرر کر دینا کہ جو نرخ مقرّر کر دیا ہے، اس سے کم و بیش کر کے بیع نہ ہو، یہ درست نہیں (بہار شریعت ج ۱۱ صہ ۱۰۵)

خاص حالات میں کنٹرول کی اجازت

خاص حالات میں کنٹرول کرنے کی اجازت

ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ تاجروں نے اگر چیزوں کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا اور نرخ مقرر کیے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا، تو حاکم علمائے کرام اور سوجھ بوجھ والے اور اہل علم و دانش سے مشورہ لے کر نرخ مقرر کر سکتا ہے، ملاحظہ ہو۔

فَاِنْ کَانَ اَرْبَابُ الطَّعَامِ یَتَحَکَّمُوْنَ وَیَتَعَدَّوْنَ عَنِ الْقِیْمَۃِ تَعَدِّیًا فَاحِشًا وَعَجَزَ الْقَاضِیْ عَنْ صِیَانَۃِ حُقُوْقِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا بِالتَّسْعِیْرِ فَحِیْنَئِذٍ لَا بَأْسَ بِہٖ بِمَشْوَرَۃِ اَہْلِ الرَّأْیِ وَالْبَصِیْرَۃِ

یعنی اگر تاجر حضرات ڈھٹائی پر اتر آئیں اور قیمتوں میں کھلی زیادتی کرنے لگیں اور حاکم وقت مسلمان صارفین کے حقوق کا تحفّظ قیمتوں میں کنٹرول کرنے میں ہی سمجھے تو اہل رائے اور اہل علم و دانش حضرات کے مشورہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ھدایہ ج ۴ ص ۱۷۰ و در مختار ص ۳۰۲

سے قیمتوں پر کنٹرول کر سکتا ہے۔

نیز حاکمِ وقت کو اس بات کا بھی خیال رکھنا ہو گا، کوئی تاجر، دکاندار مقرر کردہ قیمت سے زیادہ وصول نہ کرے، چنانچہ احادیث سے بھی اسی طرح واضح ہوتا ہے۔

ایک گراں فروش دکاندار کو فاروقِ اعظم کی تنبیہ

(گراں فروشی کا سدِباب)

اسلام کا معاشی نظام جہاں ایک طرف ایک خاص حکمت کے تحت عام حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کے حق میں نہیں ہے، وہاں دوسری طرف تاجروں اور مارکیٹ کے دکاندار پر بھی کڑی نظر رکھتا ہے کہ وہ کہیں غبنِ فاحش اور گراں فروشی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ دکانداروں کو نفع کمانے کی اجازت ہے اور بلاشبہ وہ نفع کمائیں، مگر غبنِ فاحش اور بے تحاشہ گراں فروشی کی اجازت بھی نہیں دیتا، بلکہ اسلام اس سلسلے میں ایسے دکانداروں اور تاجروں کو بازار سے اٹھا دینے کی بھی سفارش کرتا ہے جو بے تحاشہ نفع اندوزی اور گراں فروشی پر اُترے ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں خلیفۂ وقت اور اس کے نائبینِ حکام شہروں میں صورتِ حال کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہیں گے اور وہ ایسے شخص کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کے مجاز ہیں جو بازار میں گراں فروشی کا مرتکب ہو رہا ہو۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

اِنَّ عُمَرَ بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ مَرَّ علی حَاطِبِ بن اَبی بَلْتَعَۃَ

کہ سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا گزر ایک دکاندار حاطب بن ابی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَهُوَ يَبِيْعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ فَقَالَ	بلتعہ سے ہوا، وہ بازار میں منقّٰی بیچ رہا
لَهُ عُمَرُ اِمَّا اَنْ تَزِيْدَ فِى السِّعْرِ	تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے
وَاِمَّا اَنْ تَرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا (موطا	فرمایا کہ منقّٰی کا نرخ زیادہ سستا کرو،
امام محمد صہ ۳۴۱	ورنہ ہمارے بازار سے دکان اٹھا لو۔

ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث کی عبارت "ان تزید" میں لا محذوف ہے۔ تقدیر اما ان لا تزید ہے اور ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ راقم اس کی مثال میں آیت والذین یطیقونہ پیش کرتا ہے کہ یہاں بھی حرف لا محذوف ہے اور تقدیر عبارت ہے والذین لا یطیقونہ اور اگر ہمزہ سلب کا ہو تو پھر لا کے حذف کی ضرورت نہیں"۔ امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَبِهٰذَا نَاْخُذُ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ	یعنی ہماری یہی رائے ہے کہ عام حالات
يُسَعَّرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ	میں مسلمانوں پر قیمتوں کا کنٹرول نہ کیا جائے،
بِيْعُوْا كَذَا بِكَذَا وَيُجْبَرُوْا عَلٰى	البتہ خاص حالات میں گراں فروشوں
ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ	سے کہا جائیگا کہ فلاں فلاں قیمت پر بیچو
وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا (موطا امام	اور انہیں مجبور کیا جاتے گا۔ امام ابوحنیفہ
محمد صہ ۳۴۱)	اور ہمارے فقہا کی یہی رائے ہے۔

لہٰذا گراں فروشی کے سدِّباب کے لیے دوسرا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے، تو ایسے خاص حالات میں قیمتوں پر کنٹرول کی بلاشبہ اجازت ہے اور اس کی خلاف ورزی پر مناسب تادیبی کارروائی بھی عمل میں لائی جا سکتی ہے جو خلاف ورزی کے مرتکب کو مارکیٹ سے نکال دینے، جرمانے یا جسمانی سزا کی صورت میں ہو سکتی ہے اور تعزیری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کارروائی ضروری ہے کہ دین و آخرت سے بے خبر تاجروں کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں ؎

ہاتھوں سے ان کے دامنِ دیں بھی نکل گیا
رخصت ہوا دلوں سے خیالِ معاد بھی

افراطِ زر

نیز افراطِ زر نے ملکی معیشت کو خراب کر رکھا ہے، اس کا خاتمہ ہو تو معیشت پر اچھا اثر پڑے گا، سونا چاندی و پیدائش کے اعتبار سے نقد ہیں، اس لئے یہ نقد اصلی اور نقد حقیقی ہیں اور روپیہ اصلاحی یا نقد عرفی ہے یہ نقد اصلی کی جگہ نقد عارضی ہے۔ نقد اصلی کی نقدیت کو کوئی طاقت منسوخ نہیں کر سکتی، مگر روپیہ اور نوٹ کی نقدیت کو جب چاہیں منسوخ کر دیں۔ منسوخ ہونے کے بعد یہ سو کا نوٹ چار آنے کا بھی نہیں رہے گا۔ تو جب نوٹ اور روپیہ نقد عارضی اور نقد اصلی (سونے چاندی) کی جگہ ہے، تو نوٹ اور روپے اتنا ہی چھاپنے چاہیئے جتنا ہمارے ملک کے پاس سونا اور چاندی ہو، کیونکہ یہ روپیہ تو سونے اور چاندی کی نسبت سے ثمن اصطلاحی ہے، تو سونا اور چاندی منسوب الیہ ہوتے اور روپیہ منسوب تو جو روپیہ مقابلتہً بڑھ جائیگا، وہ بلانسبت رہ جاتے گا اور وہی معیشت کی بدحالی کا باعث بنے گا اور بن رہا ہے، لہٰذا ملک کی معاشی حالت کو سدھارنے کے لئے ضروری ہے کہ افراطِ زر (بلانسبت کا روپیہ اور نوٹ) ختم کیا جاتے، کیونکہ اس سے ملک کی معاشی حالت سدھرتی نہیں، بلکہ بدستور خراب، بلکہ زیادہ خراب ہوتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیرا جلوہ کچھ بھی تسلیٔ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہ نیم شبی رہی

بیعانہ واپس نہ کرنے کی ممانعت

تاجروں میں رواج ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کا سودا پکا کرتا ہے، تو بیعانہ دیکر بائع (بیچنے والے) کو اس بیع کا پابند بنا لیتا ہے۔ پھر اگر وہ کسی وجہ سے اس چیز کو خریدنے سے رہ جائے، تو تاجر اس بیعانہ کو بحق خویش ضبط کر لیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے۔ چنانچہ امام مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور امام ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعانہ ضبط کر لینے سے منع فرمایا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ اپنی موطا میں فرماتے ہیں:

فَاِنْ نَدِمَ الْمُشْتَرِیْ فَقَالَ لِلْبَائِعِ اَقِلْنِیْ وَاُنْظِرْكَ بِالثَّمَنِ دفعتُ الیكَ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَایَصْلُحُ وَاَهْلُ الْعِلْمِ یَنْهَوْنَ عَنْهُ الخ (موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۴۳ مصری)۔

کہ اگر مشتری نادم ہو اور بائع سے کہے کہ بیع کا اقالہ کیجئے اور جو بیعانہ میں تمہیں دے چکا ہوں، وہ میں نے چھوڑ دیا، تو بائع کو ایسا کرنا جائز نہیں اور اہل العلم یعنی علماء اس سے منع فرماتے ہیں۔

لہٰذا تاجروں کو بیعانہ کا رکھ لینا جائز نہیں، بلکہ مشتری کو واپس کر دیا جائے۔ مجبور انسان کی درخواست پر بیع کو توڑ دینا ثواب ہے۔ حدیث میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ اس سے بائع و مشتری میں سے مجبور کے ساتھ تعاون کرنے والے کے گناہ خدا تعالیٰ روزِ قیامت معاف فرمائے گا۔

معدوم کی بیع سے ممانعت

تاجر لوگ اپنے تجارتی کاروبار میں جہاں کئی ایک اور غیر اسلامی کاروباری طریق کار میں ملوّث ہو کر معاشی بحران کا سبب بنتے ہیں، وہاں معدوم (عدیم الوجود) اشیاء کی خیالی تجارت کر کے بھی معاشی بدحالی کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی چیز کے بیچنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہ ہو (ترمذی ج ۲ صد ۱۴۸ مجتبائی)

اور ترمذی کی دوسری روایت، اور ابوداؤد و نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم بن حزام کہتے ہیں یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی شخص آتا ہے اور مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے، وہ چیز میرے پاس نہیں ہوتی (میں بیع کر دیتا ہوں) پھر بازار سے خرید کر اسے دیتا ہوں، آپ نے فرمایا:

لا تبع ما لیس عندک جو تیرے پاس نہ ہو اسے نہ بیچو (ترمذی ج ۱ صد ۱۴۸ و نسائی ج ۲ صد ۲۲۵ و ابوداؤد ج صد ۴۲۸) اس حدیث کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَالعملُ علیٰ ھٰذا عِندَ اکثرِ اھلِ العلمِ کرھُوْا بیعَ الرجلِ مَا لیسَ عندہٗ (ج ۱ صد ۱۲۸)	اور امّت کے اکثر علماء کا اس پر عمل ہے وہ بیع معدوم کو مکروہ و ممنوع قرار دیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر تاجر حضرات اس حدیث کے مطابق عمل کریں اور معدوم کی بیع کرنا چھوڑ دیں تو ہماری معاشی حالت روبہ اصلاح ہو سکتی ہے اگر تاجروں کو ملک و ملت سے ہمدردی ہوگی، تو وہ اس لعنت سے کنارہ کیے بغیر نہیں رہیں گے ؎

دیکھ تو اپنا عمل تجھ کو نظر آتی ہے کیا!!
تیرے آباء کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے
وہ صداقت جس کی بیباکی تھی حیرت آفریں
ہے وہی باطل تیرے کاشانۂ دل میں مکیں

معدوم کی بیع حلال نہیں

ترمذی، ابوداؤد و نسائی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے جو روایت کی ہے، اس میں لا یحل کا لفظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

لَا یَحِلُّ سلفٌ و بیعٌ ولا شرطانِ فی بیعٍ ولا بیعُ مالیس عندک۔ (ترمذی ج ۱ صہ ۱۲۸ نسائی ج ۲ صہ ۲۲۴ و ابوداؤد ج ۲ صہ ۴۹۵)

کہ قرض میں بیع کی شرط حلال نہیں (یعنی اس طرح کہ میں نے یہ چیز آپ کے ہاتھ اس شرط پر بیچی کہ آپ مجھے قرض دیں اور نہ ہی بیع (ایک یا) دو شرطوں سے مثلاً کپڑا لیتا ہوں، مگر تمہیں سلوا اور رنگ کرا کر دینا ہوگا) اور نہ اس چیز کی بیع حلال ہے جو تمہارے پاس نہیں۔

جس پر قبضہ نہیں کیا اس کا نفع بھی ممنوع

ابوداؤد اور ترمذی کی روایت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں ولَا رِبْحُ مَالَمْ یُضْمَنْ کے لفظ ہیں، یعنی جب تک خریدکردہ تمہارے قبضہ و ضمان میں نہ آجائے، اسے بیچ کر نفع کمانا بھی تمہارے لئے ناجائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شے (خریدکردہ) پر جب تک خریدار قبضہ نہ کرے، اس وقت تک اس کی بیع آگے جائز نہیں۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی حکم ہے کہ (اشیاء منقولہ پر) مشتری کا قبضہ ضروری ہے، بیع تو محض ایجاب و قبول اور شے کی دیکھ بھال کے بعد قطعاً ہوگئی، لیکن اگر مشتری بیع (خریدکردہ چیز) کو آگے بیچ کر نفع کمانا چاہتا ہے، تو پہلے بیع پر قبضہ کرے، پھر اس کی بیع کرے، ہاں اشیاء غیر منقولہ میں رعایت ہے کہ قبل القبض ان کی بیع جائز اور نفع بھی حلال (ملاحظہ ہو موطا امام محمد صد ۳۳۱)

بولی سے بیع کا جواز

یہ جو بولی سے بیع کی جاتی ہے، یہ بلاشبہ جائز ہے ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ٹاٹ اور پیالہ بیچا اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کون خرید کرتا ہے۔ ایک صاحب بولے میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ نے فرمایا

مَنْ یَزِیْدُ عَلٰی دِرْھَمٍ کہ ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے

مَن یَزِیْدُ علی درھم۔ ہے، ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے۔

ایک شخص نے عرض کی کہ میں دو درہم دیتا ہوں، تو اس نے دو درہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیئے اور آپ نے دونوں چیزیں اس کو دے دیں (ترمذی ج ۱ صد ۱۴۶)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی اسی طرح ہے" لہٰذا بولی جائز ہوئی، مگر جھوٹ کی بولی جائز نہیں کہ ایک آدمی بائع کی طرف سے اس کی سازش سے خریدار بن کر آجائے اور صرف قیمت بڑھانے کے بہلنے بولی میں حصہ لے" اس سے حدیث میں ممانعت آتی ہے' ایسے ناجائز حربوں اور حیلوں سے باز آکر وُہ اسلامی طریقے اختیار کرنے چاہئیں جن میں مسلمان کی دنیاوی بھلائی بھی ہو اور آخرت کا فائدہ بھی ے

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکب تقدیر کا پر تو بھی ہے

بولی میں قیمت کا توازن قائم رہنا چاہیئے

بولی میں قیمت کا تناسب و توازن قائم رہنا چاہیئے۔ حدیث مذکور سے واضح ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بولی پر فوراً مبیع کو بولی دینے والے کے حوالے کر دیا، حالانکہ اس (مبیع) کی قیمت اور بڑھانے کے لئے مزید بولی دی جا سکتی تھی' مگر آپ نے تعلیماً مزید بولی ترک فرما دی تاکہ خریدار کو بازار میں اس چیز کے دام زیادہ نہ بڑھانے پڑیں اور مارکیٹ میں اس چیز کی قیمت تناسب و توازن سے گراں واقع نہ ہو۔ بولی دینے اور نیلام کرنے والے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو مشعل راہ بنا کر چلیں تو مہنگائی کا خاتمہ ہی ہو جائے۔

ملک میں گرانی اور مہنگائی کے بنیادی اسباب

غیر اسلامی طریقے ہیں جو تاجر دل اور کاروباری حضرات میں رائج ہو چکے ہیں یا انہوں نے امیر سے امیر تر بننے کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوس میں ان غیر اسلامی طریقوں کو اپنا لیا ہے یہ بات مسلّم اور ناقابل تردید ہے کہ جب تاجروں میں اسلامی اور شرعی طریقوں کے مطابق کاروبار کرنیکا جذبہ و عمل تھا، مہنگائی نام کو نہ تھی اور جب سے غیر اسلامی اور غیر شرعی طریقے جزو تجارت بن گئے جب سے مہنگائی بڑھتی چلی گئی اور کوئی تدبیر انسداد کارگر ثابت نہ ہوئی ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مہنگائی کے دور کرنے اور معاشرہ کے خوشحال ہونیکی صورت

اور واحد صورت یہی ہے کہ کاروباری حضرات رضاکارانہ طور پر (یا حکومت کے حکم سے) اپنے کاروبار کی بنیاد اسلامی اور شرعی طریقوں پر استوار کریں۔ اس سلسلے میں کچھ طریقے تو ہم ذکر کر چکے ہیں، جن میں جائز اور ناجائز کی تفصیل بھی حدِ ضرورت تک گزر چکی ہے۔ اب ہم اس سلسلے میں مزید کچھ عرض کرتے ہیں تاکہ تاجر حضرات ان پر عمل کر کے نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشی شعبوں میں بہتر کردار ادا کر کے مہنگائی کے کم کرنے میں مدد دے سکیں۔

بیع باطل اور فاسد

اس سلسلے میں تاجروں کو احتراز کرنا چاہیئے بیع باطل اور فاسد کی وضاحت یہ ہے کہ جس صورت میں بیع کا کوئی رُکن (جس کے بغیر دو فریقوں میں بیع عمل میں نہیں آسکتی) مفقود ہو یا وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو، وہ بیع باطل کہلاتی ہے (یعنی بیع حرام و ناجائز) مثلاً پاگل یا بے عقل بچّہ کو بیع میں فریق بنانا بیع باطل ہے کہ ایجاب و قبول بیع کا رُکن ہے اور بچّہ غیر عاقل ایجاب و قبول کرنے کا اہل نہیں لہذا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس صورت میں بیع کا رُکن مفقود ہو گا۔ اسی طرح مردار، خون اور شراب ایسی حرام چیز یا کسی آزاد انسان کی بیع بھی باطل و حرام و ناجائز ہے کہ یہ چیزیں بیع کے قابل ہی نہیں ہیں اور اگر رُکنِ بیع یا بیع کے قابل و محل میں کوئی خرابی نہ ہو، بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور خرابی لازم آتی ہو تو اسے بیع فاسد کہتے ہیں، مثلاً شراب ایسی حرام چیز کے معاوضہ کو لے کر آگے اس کے ساتھ کوئی سودا سلف لینا دینا یا ایسی چیز کا سودا کرنا جسے خریدار کے حوالہ کرنا بس میں نہیں یا عقدِ بیع کے تقاضوں کے خلاف کوئی شرط عائد کر دینا بیع کو فاسد و خراب کر دیتا ہے۔ فتاویٰ درّ مختار میں ہے:

وَکُلّ مَا اَوْرَثَ خَلَلَةً فِی رُکنِ الْبیعِ فهو مُبْطِلٌ وَمَا اورثه فی غیره فیُفْسِدُ۔ (ص ۴۴۳ مطبع احمدی دھلی)

کہ جس سے رُکن بیع میں خلل آئے، اس سے بیع باطل ہوتی ہے اور جس چیز سے رُکن و محل کے علاوہ کسی میں خلل آئے، وہ بیع کو فاسد کرتی ہے۔

بیع مکروہ بیعِ مکروہ سے بھی بچنا چاہیئے، مثلاً بولی کے وقت قیمت بڑھانے کے لیے اس قسم کے آدمی کو بولی میں شامل کر دینا جو خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتے، مگر دکھاوے کے لئے بولی میں حصّہ لیتے ہیں اور دام بڑھ چڑھ کر بتاتے ہیں تاکہ دوسرے تاجران سے بڑھیں اور وہ چیز مہنگے داموں فروخت ہو۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع نجش سے منع فرمایا اور بیع نجش اسی طریقے کی بیع کو کہتے ہیں۔

بیع سلم بیع سلم جائز ہے اور یہ کہ ایک شخص نقد پیسے دیکر جنس غلّہ وغیرہ ایک مدت متعیّن تک لینے کا عہد لینا ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دونوں طرف سے ایجاب و قبول سے سودا طے ہوجاتا ہے، اسے بیع سلم کہتے ہیں۔ رقم دینے والے کو ربّ السلم یا مسلم اور جنس دینے والے کو مسلم الیہ اور جنس کو مسلم فیہ اور رقم کو راس المال اور اس طریقۂ بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کے جواز میں سات شرطیں ہیں:

۱۔ جنس کا معلوم ہونا مثلاً گندم یا جو وغیرہ،

۲۔ نوع کا معلوم و طے ہونا کہ کون سی قسم ہو گی۔

۳۔ وصف یعنی اعلیٰ ادنیٰ کا معلوم ہونا۔

۴۔ مقدار کا معلوم و طے ہونا۔

۵۔ مدّت و مہلت کا معلوم و طے ہونا۔

۶۔ رقم کا معیّن و معلوم ہونا یعنی راس المال کا معلوم ہونا۔

۷۔ جنس مذکور کہاں پہنچانا ہو گی، جب کہ پہنچانے میں خرچہ ہوتا ہو۔

(ہدایہ ج ۳ ص ۹۶ طبع یوسفی لکھنؤ)

عیّاشی اور تکلّفات سے روک تھام

اسلامی کے اقتصادی و معاشی نظام میں کوئی گنجائش نہیں کہ یہ اسراف و تبذیر ہے اور تبذیر و اسراف قرآن و سنت کی رُو سے حرام ہے۔ عیّاشی سے مراد دولت کا بے جا ضیاع ہے۔ اچھا پہننا اور اچھا کھانا اور اچھّا سلیقہ اختیار کرنا اسلام میں ممنوع نہیں، بلکہ کسی حد تک درست ہے، اسلام اس قدر تنگ دین و مذہب نہیں کہ خوش پوش اور خوش خوری کو منع کرے، بلکہ مناسب حد تک یہ محمود و مطلوب ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ حضرت مالک بن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عوف رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھٹے، پرانے کپڑوں میں ملبوس دیکھا، تو فرمایا کہ "کیا تیرے پاس مال ہے؟" فرماتے ہیں میں نے عرض کی حضور میرے پاس خدا کے فضل سے ہر قسم کا مال ہے۔

قُلْتُ مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ أَعْطَانِي اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ قَالَ فَلْيُرَ عَلَيْكَ۔ (ترمذی ج ۲ صد ۲۱)	میں نے عرض کی کہ خدا نے مجھے ہر قسم کا مال دیا ہے، اونٹ اور بھیڑ بکریاں (بہت ہے) فرمایا کہ اس کا تجھ سے ظہور ہونا چاہیئے (یعنی خدا کی نعمت کا استعمال کر کے اظہار کرو، فقیرانہ لباس ترک کردو)

لیکن آج جس طرح عیاشی کی بے لگام دوڑ جاری ہے۔ یہ ملکی و قومی اور انفرادی معیشت کے لئے خطرناک ہے۔ اس قسم کی عیاشی کی روک تھام ضروری ہے اس سلسلے میں اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام کی ہدایات موجود ہیں صرف عمل کی ضرورت ہے، پھر یہ معاشی ویرانی معاشی خوشحالی میں بدل سکتی ہے ے

نہیں ہے نا امید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

عیاشی کرنیوالے دو قسم کے لوگ ہیں

عیاشی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو سرمایہ دار، اس میں زمیندار تاجر اور صنعت کار تینوں گروہ شامل ہیں، ملکی معیشت کی بدتری اور خرابی کے یہی تین گروہ ذمہ دار ہیں، کیونکہ ملکی معیشت کا انحصار انہیں تین چیزوں پر ہے: تجارت و صنعت و حرفت اور زمینداری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تاجر و صنعت کار اور زمیندار عیّاشی کی دوڑ میں ان تینوں اداروں کے تقدس کا مذاق اڑانے میں پیش پیش ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں بعض افراد اچھّے بھی ہیں اور قابلِ تعریف بھی۔ مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو حکومت کے اعلیٰ عہدوں اور مناصب عالیہ پر فائز ہیں جو ہزاروں روپے ماہانہ تنخواہیں اور دیگر ہمہ قسم کی مراعات مفت میں حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ بھی عیّاشی کی دوڑ میں برابر کے شریک ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی اور رِیس میں نچلے طبقے کے لوگ بھی عیاشی کی طرف بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہیں جس کی وجہ سے رشوت ستانی وغیرہ ایسی خرابیاں ہمارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں اور یہ خرابیاں ملک کے کم آمدنی والے سفید پوش شرفاء کے لئے وبالِ جان بن کر رہ گئی ہیں اور وہ نہ تو ناجائز ذرائع سے کمائی کرنا گوارا کرتے ہیں اور نہ ہی معاشرہ کی ایسی ہمہ گیر خرابی کا اخلاقی مقابلہ کرنے کی اپنے میں ہمّت پاتے ہیں، اس لیے وہ ملک چھوڑنے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اور یہ خرابی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کے پاس کوٹھی، کار اور ٹیلی ویژن ہو اور نوکر چاکر ہوں۔ کیونکہ موجودہ عیاشی کی دوڑ میں شرافتِ انسانیت کا معیار صرف یہی تین چیزیں سمجھی جا رہی ہیں۔ اس دوڑ کا تدارک اور روک تھام بہت ضروری۔ اس سلسلے میں اسلام کے اقتصادی نظام کے تقاضوں کو بروئے کار لانے اور انہیں عملی جامہ پہنانے کی اشد سے اشد ضرورت ہے ؎

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پوچھ اے ہم نشیں مجھ سے وہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عیاشی سے ممانعت کا ایک قانونِ فقہ

اس قانون کو قانون حجر (عیاشی کا قانون) کہا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی کا قانونِ حجر عیاشی کی روک تھام کے لیے ایک مؤثر قانون ہے۔ لغت میں حجر کے معنی روکنا ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں مال میں تصرّف کرنے سے روکنا ہے۔ اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ قانونِ حجر کو صرف نابالغ بچّے اور مجنون کے ساتھ مختص رکھتے ہیں؛ تاہم آپ کے صاحبین امام ابویوسف و امام محمد علیہما الرحمتہ قانونِ حجر کو ان کے علاوہ ایسے لوگوں پر بھی عائد فرماتے ہیں جو اپنے مال کو عیّاشی، بیہودگی اور لہو ولعب وغیرہ میں صرف کر کے معاشی خرابی کا باعث بنتے ہیں اور فقہا احناف نے امام اعظم علیہ الرحمتہ کی بجائے صاحبین کے قول کو اختیار کیا اور اسی پر فتویٰ دیا۔ چنانچہ درمختار میں ہے

وَعِنْدَ هُمَا یُحْجَرُ عَلَی الْحُرِ بِالسَّفَهِ وَالْغَفْلَةِ وَبِهٖ اَیْ بِقَوْلِهِمَا یُفْتٰی ۔ (ص ۴۶، مطبع احمدی دھلی)

یعنی صاحبین کے نزدیک بیہودہ اور عیّاش لوگوں کو بھی قانونِ حجر میں شامل کیا جائے گا اور صاحبین کے قول ہی پر احناف کا فتویٰ ہے۔

اسی طرح فتاویٰ قہستانیہ ج ۴ ص ۵۸۶ پر فرماتے ہیں والمختار قولهما کہ صاحبین کے ہی قول کو اختیار کیا گیا ہے، یعنی عاقل و بالغ عیّاش انسان پر اس کی بے ہودگی و کج فہمی کی بناء پر اس بات کی پابندی عائد کر دی جائے کہ وہ اپنے مال میں شریعت و عقل مندی کے خلاف کوئی تصرّف نہ کرے۔ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۱)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس سلسلے میں مزید تفاصیل فقہ اسلامی کی کتابوں BOOKS OF ISLAMIC LAW میں دیکھی جاسکتی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسا شخص اپنے مال میں فضول خرچی و عیاشی کرنے اور اسے عقل و شریعت کے مقتضا کے برعکس صرف کرنے لگے، تو سرپرست یا سماج و با اختیار ادارہ سرکاری یا غیر سرکاری جسے سرکاری سرپرستی حاصل ہو، اس کا حق تصرف اس وقت تک موقوف کردے، جب تک کہ انہیں اس بات کا یقین یا ضمانت میسر نہ ہو کہ وہ آئندہ کے لیے اپنے مال کو شریعت و عقل کے مطابق ہی خرچ کرے گا اور یہ قانون انہیں کے لئے ہے جو اخلاق کی زبان نہیں سمجھتے ہیں اور جو اخلاق سے سمجھتے ہیں انہیں اخلاق سے اور دوسروں کو قانونِ حجر کے قاہرانہ طریقے سے عیاشی سے باز رکھا جائے اور اسلام کا یہ بہترین قانون ہے۔ جب سے اس سے حکمرانوں نے صرفِ نظر کی تب سے معاشرہ برباد ہوتا چلا گیا ہ

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں!
گفتار دلبرانہ، کردار قاہرانہ

حکومت کے اعلیٰ افسران و عہدیداران کے لئے فاروق اعظم کی ہدایات

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ عیاشی کی دوڑ میں حکومت کے اعلیٰ عہدیدار اور اعلیٰ افسران بھی برابر کے شریک ہیں جس کی وجہ سے نچلے ملازم بھی مبتلائے رشک ہو کر ہر جائز و ناجائز طریقے سے اپنا معیارِ زندگی اعلیٰ افسران کے مطابق بنانے میں مصروفِ عمل ہیں لہٰذا اسلام کا اقتصادی نظام اس بات کا مقتضی ہے کہ سب سے پہلے سربراہِ مملکت سادگی اختیار کرے۔ عیاشی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی نئی سے نئی روایت قائم کرنے کی بجائے سابقہ روایات کو ہی ختم کر کے بے تکلّف زندگی کا آغاز کرے اور سیرتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مدِّنظر رکھیں۔ سادگی کے باوجود جن کے تقویٰ و للّٰہیّت کی ہیبت سے لوگوں کے دل کانپتے تھے ؎

تیری نگاہ سے دل کانپتے تھے سینوں میں
کھو یا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ

اور قومی خزانے سے ضرورت سے زیادہ وظیفہ نہ لے اس سلسلے میں بھی سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کی اقتدا کرے۔

گاندھی کی اپنے وزیروں کو ایک اہم نصیحت

اس سلسلے میں آگے نہیں تو کم ازکم گاندھی سے پیچھے تو نہ رہیں جو غیر مسلم ہونے کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سیرت کا اس قدر دلدادہ تھا کہ ۱۹۴۵ء میں اس نے کانگریسی وزیروں کے نام ایک ہدایہ نامہ جاری کیا کہ "میں اپنے وزرار کو ہدایت و نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلیں" (دستور الاسلام صد ۲۰۹)

معلوم ہوا کہ گاندھی جیسے متعصب اور کٹر ہندو کی نظر میں ابوبکر و عمر کی حکمرانی اور عدل عمرانی کا ایسا پاک اور ستھرا دستور اور قانون صفحۂ ہستی پر ابھی موجود ہے کہ امریکہ اور برطانیہ کا دستور اور قانون اس کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور یہ وہی قانون و دستور ہے جو خلفائے راشدین نے کتاب الٰہی اور سنّت مصطفوی سے سمجھا۔ گاندھی نے اپنے ہدایت نامہ میں ابوبکر و عمر کے طریقے پر چلنے کی ہدایت کی امریکہ و برطانیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مطابق خلفائے راشدین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا دورِ انسانیت کے ارتقار وعروج کا بہترین دور تھا جب کہ امریکہ و برطانیہ اور روس کی حکومتوں کا دورِ انسانیت کے انحطاط و زوال کا دور ہے ؎

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ اموت
ہے حضرتِ انسان کیلئے اسکا ثمر موت

سیّدنا فاروق اعظم

معاشی حالت کو سدھارنے کے لیے تین قیمتی اُصول

رضی اللہ عنہ نے ملکی معیشت کو ترقی دینے کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ پر سادگی کا قانون نافذ کیا اور اس قانون کے نفاذ کا آغاز اپنی ذات سے فرمایا، چنانچہ امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ م ۱۸۲ھ اپنی کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اپنی پوزیشن عوام پر واضح کرتے ہوئے فرمایا :

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ لَا اَجِدُ ھٰذَا الْمَالَ یُصْلِحُہُ اِلَّا خِلَالٌ ثَلَاثٌ اَنْ یُّؤْخَذَ بِالْحَقِّ وَیُعْطٰی فِی الْحَقِّ وَیُمْنَعَ مِنَ الْبَاطِلِ۔ (ص ۱۱۷)	لوگو! میرے نزدیک ہماری معاشی و مالی حالت اس وقت تک نہیں سنور سکتی جب تک کہ ہم تین باتوں کا خیال نہ کریں۔ حق سے لینا، جائز کاموں میں خرچ کرنا اور ناجائز کاموں میں نہ کرنا

سیرتِ فاروقی کی یہ ہدایت ملکی معیشت کو سنوارنے کے لئے ایک عظیم ضابطہ اور بہترین راہنمائی ہے کہ مال اور دولت جائز اور حق پر مبنی طریقوں سے حاصل کی جاتے۔ خیر اور نیک کاموں میں خرچ کی جائے اور عقل و شریعت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مقتضا کے خلاف کسی بات میں اسے خرچ کرنے سے قطعی گریز کی جائے۔ پھر آپ نے اپنے اس وظیفے کی مقدار کا اعلان فرمایا جو آپ نے سرکاری خزانے (بیت المال) سے لینا منظور فرمایا جیسے امام ابو یوسف علیہ الرحمتہ کتاب الخراج میں نقل فرماتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيْمِ اِنِ اسْتَغْنَيْتُ اِسْتَعْفَفْتُ وَاِنِ افْتَقَرْتُ اَكَلْتُ بِالْمَعْرُوْفِ (کتاب الخراج صہ ۱۱۷)

میرے لئے تمہارا بیت المال ایسے ہے جیسے یتیم کے سرپرست کے لئے یتیم کا مال، اگر مجھے ضرورت نہ پڑی، تو میں اس میں سے کچھ نہ لوں گا اور ضرورت ہوئی تو حاجت کی حد تک لوں گا۔

عزت اسلام سے ہے

امام غزالی علیہ الرحمتہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوتے یہ آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ آپ کا لباس بالکل سادہ تھا۔ آپ کے رفقاء نے عرض کی کہ آپ اسلامی سلطنت کے سربراہ ہیں اور آپکے لباس اور وضع قطع میں انتہائی سادگی ہے۔ بہتر تھا کہ آپ اس کی نسبت کچھ لباس زیب تن فرماتے، پھر شام میں داخل ہوتے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے کسی کی ملامت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سادگی کی تعلیم پائی ہے:

اِنَّا قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ فَلَنْ نَطْلُبَ الْعِزَّ فِيْ غَيْرِهٖ۔

کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اسلام پر عمل کرنے سے عزت بخشی ہے۔ ہم غیر اسلامی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسم و رواج کے ذریعے سے عزت کے طلبگار ہرگز نہیں ہوں گے۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۴۷)

جب کسی قوم کے سربراہِ مملکت میں اس قدر ملک و ملت سے ہمدردی کے جذبات موجزن ہوں تو اس قوم کی معاشی حالت کیونکر نہیں سدھر سکتی۔

حکومت کے اعلیٰ عہدہ کی چار شرطیں

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کسی کو کوئی عہدہ سپرد فرماتے اور گورنری وغیرہ کے منصب پر فائز کرتے تو ان سے چار چیزوں کا عہد لیتے اور اس عہد و پیمان پر مہاجرین و انصار کے اکابر صحابہ کو گواہ بناتے اور فرماتے،

اَنْ لَّا یَرْکَبَ بِرْذَوْنًا وَلَا یَلْبَسَ ثَوْبًا رَقِیْقًا وَلَا یَاْکُلَ نَقِیًّا وَلَا یُغْلِقَ بَابًا دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ وَلَا یَتَّخِذَ حَاجِبًا (کتاب الخراج ص۱۱۶، تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۱)

ترکی گھوڑے کی سواری نہ کرنا باریک (شاہانہ) لباس نہ پہننا، میدہ کی روٹی نہ کھانا، دروازے پہ پہرہ دار کھڑا کر کے ضرورت مند لوگوں کو اپنے تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ کرنا۔

یہ ہدایت کسی شو بازی یا ریاکاری پر مبنی نہ ہوتی تھیں، بلکہ انہیں عملی جامہ پہناتے اور صورت حال پر کڑی نظر رکھتے تھے اس سلسلے میں حضرت محمد بن مسلمہ کی تقرری خصوصی طور پر عمل میں لائی گئی تھی، وہ دورے کرتے رہتے اور حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کو جا کر دیکھتے تھے کہ وہ ان شرائط پر باقاعدگی سے عمل کر رہے ہیں یا غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ مصر کے گورنر عیاض بن غنم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بارے میں آپ کو مصدقہ اطلاع ملی کہ وہ ان شرائط پر عمل کرنے میں سستی کر رہے ہیں، تو آپ نے اسے بلا کر ڈانٹا اور انہیں گورنری کے عہدہ سے معزول کر دیا اور فرمایا تمہیں وہ زمانہ بھول گیا جب تمہارا باپ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آج تم گورنری کے غرور میں اپنی اصلیت کو بھول گئے، یہ لاٹھی پکڑو اور اپنے باپ کی طرح بکریاں چراؤ۔

نظر نہیں تو میرے حلقۂ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثالِ تیغ اصیل

امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کتاب الخراج میں مزید لکھتے ہیں کہ پانچویں شرط یہ بھی ہوتی تھی کہ گورنر اپنی رعیت کے امیر و غریب کے ساتھ برابر سلوک کرے گا اور اسے بیماروں کی عیادت کے لیے بھی جانا ہوگا جس کے بارے میں آپ کو معلوم ہوتا کہ:

اِنَّ عَامِلَهٗ لَا یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَلَا یَدْخُلُ عَلَیْهِ الضَّعِیْفُ نَزَعَهٗ (ص ۱۱۷)

آپ کا فلاں گورنر بیماروں کی عیادت کے لیے نہیں جاتا اور کمزور ضعیف بے وسیلہ لوگ اس تک نہیں پہنچ پاتے، تو آپ اسے معزول کر دیتے۔

بہر حال اسلام کے معاشی و اقتصادی نظام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور خلفاء راشدین مہدیین نے اسے وہ عروج بخشا کہ اس کی مثال چشم فلک نے نہ پہلے کبھی دیکھی تھی اور نہ بعد میں دیکھنے میں آئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دورِ حاضر کے کچھ اہم سوالات

اور اُن کے جوابات

سوال :- کیا حکومت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یہ ضمانت دے کہ غیر سودی بنک کو اگر نقصان اٹھانا پڑا، تب بھی عندالطلب کھاتے دار کا پورا سرمایہ محفوظ رہے گا، چاہے حکومت کو اپنے پاس سے ادا کرنا پڑے ؟

جواب، اس صورت میں حکومت کو ادا کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اسے ضمان الخسران کہتے ہیں اور یہ صحیح نہیں، لہذا لازم بھی نہیں۔ چنانچہ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے :

كرجلٍ قال لِاٰخر بِع متاعك فِي هٰذ السوقِ على انّ كلّ وضيعةٍ وخسرانٍ يصيبك فانا ضامنٌ لك فانّهٗ غيرُ صحيحٍ ۔

جیسا کہ کوئی کسی سے کہے کہ تم اپنا سامان بازار میں فروخت کرو۔ میں نقصان کا ضامن ہوں، تو یہ صحیح نہیں ہے

(عنایہ شرح ھدایہ ج ۷

(ص ۱۱۲)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نقد اور ادھار کی قیمتوں میں فرق

سوال: زید علانیہ کہتا ہے کہ اس کے سامان کی نقد قیمت سو روپے ہے اور ادھار ایک سو بیس روپے ہے۔

(۲) زید سامان قسطوں پر فروخت کرتا ہے اور ایسے سامان کو جس کی نقد قیمت عام طور پر سو روپے ہے دس روپے ماہانہ کی بارہ قسطوں میں بیچتا ہے۔ قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) زید قسطوں پر فروخت کرتا ہے اور اعلان کرتا کہ اگر کوئی فرد پوری رقم یکمشت ادا کرے، تو اسے بیس فیصد رعایت دی جا سکتی ہے۔

(۴) زید خود تاجر نہیں، لیکن کسی شخص سے جو مال کی یکمشت رقم نہیں ادا کر سکتا، معاہدہ کرتا ہے کہ وہ سامان خرید کر دس فیصد سے زیادہ قیمت پر وصول کرے گا۔

جواب:

(۱) یہ جائز ہے۔

(۲) یہ بھی جائز ہے۔

(۳) یہ بھی جائز ہے کہ ہدایہ میں ہے: ویجوز ان یحط عن الثمن (ج ۲ صہ ۷۸) کہ بائع کو جائز ہے کہ واجب الادا قیمت میں سے کچھ معاف کر دے۔

(۴) یہ بھی جائز ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرض میں کٹوتی، ہنڈی

ایک قرض خواہ اپنے قرضے کی رقم طے شدہ مدّت گزرنے سے قبل وصول کرنا چاہتا ہے۔ مقروض یا اس کے وکیل کی یقین دہانی پر قرض خواہ کو یہ رقم کٹوتی کرکے وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔ جیسے تین ماہ بعد ایک ہزار روپے کے بدلے حاضر میں نوسو پچّاس روپے کی ادائیگی۔ اس طرح قرض چکانے کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس کا فیصلہ کرتے وقت مندرجہ ذیل نکات پیش نظر رہیں:

آج کل یہ طریقہ ہنڈیوں BILLS OF EXCHANIC کی ادائیگی کے سلسلے میں کیا جاتا ہے۔ جس کی تکنیک مندرجہ ذیل ہے۔

زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا، اس کے لئے زید نے عمرو کو ایک دستاویز ہنڈی کی شکل میں پیش کر دی، عمرو نے بنک الف میں یہ ہنڈی پیش کر دی تاکہ اس کی بناء پر بنک سے رقم قرض لے اور بنک الف عمرو کو وہ رقم ادا کرتا ہے، لیکن پوری رقم نہیں، بلکہ اصل میں سے کچھ حصّہ اپنے حق کے لبطور وضع کر لیتا ہے، گویا عمرو کو وقت سے پہلے رقم وصول کرنے کے لئے کٹوتی منظور کرنا پڑتی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حدیث پر نظر رکھیں:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الکالی بالکالی اوالدین بالدین اوکما قال علیہ السلام۔

جواب: اس کے جواز کے خلاف کوئی دلیل نہیں، لہذا یہ جائز ہے اور یہ ہنڈی گویا زید نے عمرو سے مطلوبہ رقم کے عوض لبشرطِ کفالت ادا کی۔ گویا زید کی دی ہوئی ہنڈی عمرو کے لئے وثیقہ اور ضمانت ہے کہ اس نے تین ماہ بعد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس پر رقم ادا کرنا ہے اور عمرو اس پر بنک سے کچھ حصّہ کم کر کے مطلوبہ رقم وصول کرتا ہے اور جو کم کیا اسے اپنی رضا و رغبت سے کم کیا اور عرف میں اس صورت میں متروکہ رقم اس سے ساقط سمجھی جاتی ہے جس نے ہنڈی دی؛ لہٰذا جس پر راضی ہوا، وہ وصول کیا، باقی معاف کرتا ہے، تو یہ جائز ہے، چنانچہ حوالہ گذرا کہ صاحب دین جس قدر چاہے مدیوں سے دین ساقط کر دے۔ فتح القدیر میں نقد کی بیع نقد کے ساتھ کی چار صورتیں لکھی ہیں جس کی ایک صورت جو جواز سے متعلق ہے، ہدایہ میں لکھی ہے:

ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانهما عند ابی حنیفة وابی یوسف (ج ۲ ص ۸۳)

کہ ایک معیّن پیسے کی بیع دو معیّن پیسوں سے جائز ہے کہ یہ خلقت کے اعتبار سے تو ثمن نہیں، بلکہ عارضی طور پر ثمن ہیں۔ خلقت کی رُو سے عروض ہیں لہٰذا عاقدین جب چاہیں، ان کی عارضی ثمنیت کی نفی کر کے تفاضل سے دست بدست بیع کر سکتے ہیں، لہٰذا ایک طرف سے بانڈ اور دوسری طرف سے نوٹ ہوں، تو دست بدست تفاضل سے ان کی بیع جائز ہے، یعنی دس روپے والا بانڈ مالک پانچ روپے میں اور چاہے تو سو روپے میں فروخت کر سکتا ہے اور بیع الکالی بالکالی کا معنی یہ ہے کہ دست بدست نہ ہوں، بلکہ ادھار سے ہوں، چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

بخلاف اذا کان الغیر اعیانهما لانه کالی بالکالی ونهی عنه (ج ۲ ص ۸۳)

اور امام حاکم مستدرک شریف میں فرماتے ہیں:

الکالی بالکالی هو النسیئة کہ الکالی بالکالی کا مطلب ادھار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بالسنیئۃ ا ج ۲ ص ۵۷) کی بیع ادھار کے ساتھ ہے۔

اسی طرح ہنڈی کی صورت میں بھی گویا ہنڈی خریدی اور بیچی گئی جیسے بانڈ خریدے اور بیچے جاتے ہیں، تو اس میں کمی بیشی بہ رضائے عاقدین جائز ہے بیع الجنس بخلاف الجنس یا حط عن الثمن کے طور پر اور یہ دونوں جائز ہیں۔

قوّت خرید میں کمی بیشی اور حکومت کا فرض

افراطِ زر کی وجہ سے گرانی واقع ہوئی ہے۔ یہ افراطِ زر بعض قومی مفاد کے حق میں پالیسی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات بیرونی اثرات کی وجہ سے اور بعض اوقات غلط پالیسی کی وجہ سے افراطِ زر میں لوگوں کی قوّتِ خرید گھٹ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں سے کیا کسی صورت میں حکومت کے لئے یہ شرعی فرض ہے کہ وہ قوتِ خرید میں کمی واقع ہونے پر لوگوں کے نقصان کی تلافی کرے اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے آج سو روپے دیئے جس سے چار من غلّہ خریدا جا سکتا ہے۔ اگر تین سال بعد زید اپنی رقم واپس طلب کرے اور اس وقت چار من غلّہ کی قیمت ایک سو بیس روپے ہو تو اس کو بجائے ایک سو روپے کے ایک سو بیس روپے دیئے جائیں، لیکن اگر یہ قیمت اسی روپے رہ جائے، تو اس کو اسّی (۸۰) روپے دیئے جائیں۔

جواب: اس طرح سے جائز نہیں، ہاں حکومت اس رقم کے بانڈ دے دے پھر بانڈ کا معاوضہ بانڈ والے صاحب کی مرضی سے کمی بیشی سے دے سکتی ہے کہ بانڈ اور نوٹ دو مختلف جنسیں ہیں اور جنس بدل جاتے، تو دست بدست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کمی بیشی سے لین دین جائز ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور جیسا کہ امام اہل سنّت اس صدی کے مجدّد امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب کفل الفقیہ شریف میں ارقام فرمایا۔

قرض اور شرح مبادلہ میں تبدیلی

ہمارے کاروباری اور صنعت کار افراد بھی قرضے لیتے ہیں جن کا کام غیر ملکی مشینیں وغیرہ کی درآمد ہوتا ہے۔ یہ قرضے ان حضرات کو پاکستانی سکے کی شکل میں دیے جاتے ہیں اور اسی شکل میں ان کی ادائیگی کی جاتی ہے، لیکن قرض کی اصل مقدار کا معیار پاکستانی سکہ نہیں، بلکہ غیر ملکی سکہ (ڈالر) ہوتا ہے جس سے پاکستان منسلک ہے لیکن اب نہیں ہے اس معیار پر فریقین پہلے سے متفق ہوتے ہیں لیکن اس طرح واجب الادا مقدار غیر یقینی ہو جاتی ہے، کیونکہ سکے کی اضافی قیمت غیر یقینی ہے۔ مثال کے طور پر زید نے پانچ سال قبل دس لاکھ روپے قرض لے کر سامان منگوایا تھا جس کی قیمت اس وقت دو لاکھ ڈالر تھی، کیونکہ ایک ڈالر پانچ روپے کے مساوی تھا، لیکن بعد میں پاکستانی سکے کی قیمت گرا دی گئی۔ نتیجتاً دو لاکھ ڈالر کی قیمت بیس لاکھ روپے ہو گئی۔ اس طرح دس لاکھ روپے کا مقروض خود بخود بیس لاکھ روپے کا مقروض بن گیا۔ اسی طرح آگے چل کر اگر ایک ڈالر تین روپے کے مساوی ہو جائے۔ اس صورت میں دس لاکھ روپے کا مقروض صرف چھ لاکھ کا دیندار رہ جاتا ہے۔ شرح میں تبدیلی اور اس کے لحاظ سے واجب الادا رقم کا فریقین کو پہلے سے علم نہیں ہوتا، البتہ دونوں اس نوعیت کے سودے پر متفق ہوتے ہیں جو نہایت غیر یقینی ہے۔ لیکن اس کے بغیر پاکستان جیسے ملکوں کو گزارا کرنا انتہائی دشوار ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس معاملہ کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی جائے

جواب: اس صورت حال سے نمٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ پاکستانی سکے کی قیمت ڈالر کے مقابلے میں گر جاتی ہے۔ تو تاجروں کو حکومت کا ضمان الخسران دینا صحیح نہیں کیونکہ پہلے گزر چکا ہے لا یصح ضمان الخسران کہ ضمانِ خسران صحیح اور لازم نہیں۔ ہاں، اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ حکومت سونے اور چاندی کا سکہ رائج کرے تو اس میں آئے دن کی مصیبت سے کہ پاکستانی سکہ ڈالر کے مقابلے میں گر جاتا ہے اور حکومت و عوام کو خسارہ اٹھانا پڑتا ہے۔ خلاصی ہو جائے گی اور جیسا کہ پہلے سکے ہوا کرتے تھے۔ اس طرح غیر ملکی ڈالر کا تسلط ختم ہو جائے گا اور آئے دن کی پریشانی سے نجات بھی حاصل ہوگی۔

قرضوں کی جدید نوعیت

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ بنک لمبے عرصے کے لئے پیداواری قرضوں پر مقررہ شرح سے سود لینے کی بجائے اپنے قرضوں کا نیلام کیا کریں۔ اس کی فرضی مثال یہ ہوگی کہ بنک الف کے پاس دس کروڑ روپیہ لمبی مدت کے لیے قرض دینے کو دستیاب ہے۔ بنک مدت اور رقم کے لحاظ سے اس رقم کو مختلف اجزاء میں تقسیم کر دیتا ہے جیسے:

- پچاس لاکھ روپیہ تین سال کے لئے۔
- پچاس لاکھ روپیہ سات سال کے لئے۔
- ایک کروڑ روپیہ پانچ سال کے لئے۔
- پچیس پچیس لاکھ کے آٹھ اجزاء دس دس سال کے لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دو کروڑ روپیہ چار سال کے لیے، وغیرہ وغیرہ۔

بنک ٹنڈر طلب کرتا ہے کہ جو شخص مقررہ رقم پر مقررہ مدت گزرنے کے بعد سرمایہ اور سرمائے کا زیادہ سے زیادہ فیصد نفع دینے کی پیش کش کرے گا، تو اسے یہ رقم دے دی جائیگی۔ اس قسم کے معاملے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: فیصد سے مراد نفع کی شرح کی تعیین و شرط ہے، تو یہ خالص سود اور حرام ہے۔ کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا (الحدیث) جس قرض میں نفع مشروط ہو وہ ربا و سود ہے، ہاں اگر نفع و نقصان میں شراکت مراد ہے کہ عقد مضاربت ہوا یعنی ایک کا سرمایہ اور دوسرے کی محنت لیکن اگر ٹنڈر طلب کرنے کا مقصد یہ کہ نفع کا تناسب رب المال کے حق میں زیادہ سے زیادہ طے پائے، مثلاً عام طور پر نفع اگر ½ ہے تو ٹنڈر میں کوئی ⅔ یا ¾ وقس علی ہذا دینے کی پیش کش کرے، تو اسے سرمایہ دیا جائے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ خالص عقد مضاربت ہو گا۔

قرضہ میں شرط

بنک قرض مانگنے والے کو دس ہزار روپے کی بجائے بارہ ہزار روپے کا قرض منظور کرے جس میں دس ہزار روپے مقروض اپنے کام میں لائے اور باقی دو ہزار اپنے نام سے امانتاً جمع کرا دے۔ ایک سال بعد مقروض بارہ ہزار روپے واپس کر دے، جب کہ دو ہزار روپے جو اس کی طرف سے امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں، وہ پانچ سال بعد نکلوا لے۔

جواب: فقہاء فرماتے ہیں قرض صالح شرط نہیں ہے، خواہ شرط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائز ہی ہو تو شرط فاسد کا صالح بھی بطریق اولیٰ ہوگا۔ البتہ قرض نافذ ہوگا اور شرطِ باطل۔ درمختار میں ہے۔

القرض لایتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منھا اولیٰ ولا یبطل ولکنہ یلغو شرط رد شیئ آخر (ص۴۵۴)

قرض جائز شرط سے متعلق بھی نہیں ہوسکتا تو شرطِ فاسد سے بطریق اولیٰ متعلق نہ ہوگا اور قرض باطل نہ ہوگا۔ لیکن شئی آخر کے لوٹا دینے کی شرط لغو جائے گی

لہٰذا صورت مسئولہ میں قرض کا اجراء صحیح مگر بارہ ہزار پر قبضہ کرنے کے بعد دو ہزار کو واپس امانت کے طور پر جمع کرنا مستقرض کے لئے لازم نہیں ہاں اگر جمع کرا دے تو اس کی خوشی پر منحصر ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ انشورنس (بیمہ)

"بعض احباب کی خواہش پر انشورنس (بیمہ) کا مسئلہ بھی آخر میں درج کیا جاتا ہے۔ یہ سوال امام اہل سنت مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا گیا تھا۔ ہم نے وہی سوال اور حضرت مجدد اعظم کا جواب نقل کر دیا ہے۔ یہ اس زمانہ کی بیمہ پالیسی سے متعلق ہے۔ اگر آج کی بیمہ پالیسی میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی ہو تو جواب بھی اس کے مطابق ہو گا۔"

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ زندگی کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا حرام صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے، اس سے یہ قرار پاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے۔ اگر وہ شخص ۵۵ سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر میعاد مقررہ کے اندر مر گیا، تو اس کے ورثا کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملے گا۔ سوا اس کے وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے اور اگر میعاد مقرر تک زندہ رہا۔ تو بھی وہی دو ہزار ملے گا۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے، کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

جواب، جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں، تو جائز ہے کوئی حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکامِ شریعت حصہ دوم صد ۱۸)

انعامی بانڈ، نیز انعامی بانڈ کی سکیم میں بھی عدمِ جواز کی کوئی دلیل شرعی علم میں نہیں آئی اس لئے راقم اسے ممنوع قرار نہیں دیتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نوٹ

آخر میں ہم "فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں" مصنفہ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور کے اقتباسات قدرے ترمیم و اضافہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی علمی وسعت اور نور بصیرت کا اندازہ فرمائیں اور استفادہ بھی۔

مفتی غلام سرور قادری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تمہید

اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنّت، مجدّد دین و ملّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہ، موجودہ صدی کی وہ عبقری شخصیّت ہیں جن کا مکمل تعارف وہی کرا سکتا ہے جو اُن جیسا جامع العلوم ہو۔ کسی فن کا ماہر جب انہیں اس فن میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ موجودہ یعنی چودھویں صدی کا رُبع اوّل وہ بلاخیز دَور تھا کہ بڑے بڑے علماء اور لیڈر ثابت قدم نہ رہ سکے، ایسے وقت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" کے نام سے امّتِ مسلمہ کی معاشی بہبود کی خاطر چار تجاویز پیش کی تھیں، جو آج بھی اپنے اندر وزن رکھتی ہیں اور احمد رضا خاں بریلوی کی ژرف نگاہی کی شاہد ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہٗ کا معاشی نظریہ ایک سچّے مسلمان کی طرح وہی تھا جسے نظامِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ارشاداتِ الٰہیہ ہمارے ۔ ہمہ ، کرتے ہیں کہ چوپایوں کی طرح ہمارا مقصدِ زندگی محض کھانا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیتا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی اطاعت ہے۔ عقائد ہوں یا اعمال، معاشیات ہوں یا سیاسیات، ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ناگزیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر نہیں ہو سکتی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تعلیمات کا حاصل ہی یہ تھا کہ دامنِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہو کر طاعتِ الٰہی اختیار کر لو، فکرِ معاش سے آزاد ہو جاؤ گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الزخرف رکوع ۳) ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود رکوع ۱) اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنز الایمان)

موجودہ صدی کے آغاز میں یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا رہا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب؟ علماء کے ایک گروہ نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دیا اور اس بنا پر:

۱۔ مسلمانوں کے لئے ہندوستان سے ہجرت لازم قرار دی۔

۲۔ ہندوستان میں کفار سے سودی کاروبار جائز قرار دیا۔

تحریکِ ہجرت بڑے زور و شور سے چلی، ہزاروں افراد اپنی جائدادیں برائے نام قیمت پر فروخت کر کے افغانستان چلے گئے۔ وہاں اتنی گنجائش کہاں تھی، واپس آئے تو پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

سود ایک ایسی لعنت ہے جو افلاس اور بدحالی کی راہ دکھاتا ہے۔ سود احترام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انسانیّت ختم کر دیتا ہے اور جب سود کا چکّر چلتا ہے تو آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے مسلمان پہلے ہی ہندوؤں کے سُودی شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے، اس فتوے نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اگر اس فتوے کو پیش نظر رکھا جاتا، تو ہجرت کے سبب پیش آنے والی معاشی تباہی نہ آتی اور نہ ہی قوم سود کے چکّر میں مبتلا ہو کر معاشی ابتری کا شکار ہوتی۔

محسن ملّت امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ نے "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" میں ایسی تدبیریں بیان فرمائی ہیں جن سے سودی کاروبار کیے بغیر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

گداگری ایسی آفت ہے جو قومی جسم میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے یہ نہ صرف ذہنی انحطاط کی انتہا ہے، بلکہ پوری قوم کے لئے ایک عظیم المیہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرّہٗ نے رسالہ مبارکہ خیرالآمال فی حکم الکسب والسوال" میں مانگنے کی بھرپور مذمّت بیان فرما کر محنت مزدوری اور کسب معاش کے دیگر ذرائع کی اہمیّت بیان فرمائی جس سے انفرادی اور اجتماعی خوش حالی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فاضل بریلوی کے معاشی نکاتؒ

جدید معاشیات کے آئینہ میں

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے چار نکاتؒ مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی و معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لیے اپنے رسالے "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" میں میں تحریر فرمائے۔ جو ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء کلکتہ سے شائع ہوئے۔ ان نکات کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے۔ مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، پس انداز ہوسکیں۔

۲۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

۳۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

یہ چار نکاتؒ بظاہر بے حد مختصر ہیں، لیکن ان میں معانی کا جو ذخیرہ پوشیدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے وہ اہل فہم حضرات پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ وہ چار نکات اس مومن کامل کی فراستِ کاملہ کی عکاسی کرتے ہیں جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

تقدیرِ امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

یہ بلاشبہ ایک مردِ مومن کے اشارے ہیں اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر تھی۔ ان اشاروں میں جہانِ معنی پوشیدہ ہے۔ اس سے پہلے کہ ان نکات پر بحث کروں بطورِ تمہید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برِّصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا۔ دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانشوروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا۔ معاشیات پر باقاعدہ کتابیں لکھی جا چکی تھیں اور لکھی جا رہی ہیں لیکن عوام کی توجہ اور دلچسپی اس مضمون کے متعلق بہت کم تھی۔ طلباء اس مضمون کو خشک سمجھ کر اس سے گریز کرتے تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اور خاص طور پر سنہ ۳۰-۱۹۲۹ء کی عظیم عالمی سرد بازاری کے بعد معاشیات کی اہمیت میں جس تیزی سے اضافہ ہوا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس تمہید سے میری غرض صرف اتنی ہی ہے کہ ناظرین یہ ذہن نشین کر لیں کہ جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء سنہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہی ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ نگاہِ مردِ مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دیکھا دی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحبِ حیثیت مسلمانانِ ہند اس پر عمل کرتے، تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے مستحکم ہوتی۔

آیئے اب ان نکات پر الگ الگ بحث کی جائے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ مولانا بریلوی کے ان نکات کی تعداد چار ہے جس میں سے تین کا تعلق میرے نزدیک جدید اقتصادیات کی روح سے ہے اور چوتھا علمِ دین کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔

۱۔ پہلا نکتہ:

"ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں، پس انداز ہو سکیں۔"

اس نقطے میں اہم بات "پس اندازی" ہے۔ فضول خرچی کی مذمت ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال قبل ہی کر دی تھی۔ جدید ماہرین اقتصادیات فضول خرچی کی بیحد مذمت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر پیداواری کاموں پر کئے جانے والے اخراجات قطعاً غیر پیداواری حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر برصغیر کے بیسویں صدی عیسوی میں پاکستان بننے سے پہلے تک کی اقتصادی زندگی کا مطالعہ کیا جائے، تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے باہمی مقدمہ بازیوں پر کروڑوں روپے ضائع کیے۔ یو۔ پی میں تقسیمِ ہند سے پہلے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلے میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۴ فیصد تھی، لیکن اقلیت ہونے کے باوجود وُہ ایک باعزت اور پُر وقار زندگی گزار رہے تھے، مسلمانوں کی اقتصادیات اور ان کی خوشحالی کا انحصار زمینداری پر تھا۔

یو۔ پی میں مسلم نوابین، راجاؤں اور زمینداروں کی کمی نہ تھی۔ زمیندار اس صوبے میں دو افراد ہوتے تھے جو کم از کم ایک گاؤں کے مالک ہوتے تھے، لیکن میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حضرات مقدمہ بازیوں میں پھنسے رہتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مقدمہ بازی ان صاحبان کا دلچسپ ترین مشغلہ ہے۔ میرے ایک قریبی عزیز جو زمیندار تھے۔ بارہ برس سے مسلسل ہمارے گھر آتے رہتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے ہم زلف سے مقدمہ بازی کے سلسلہ میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا۔ جب تک کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے وزیر داخلہ ولبھ بھائی پٹیل نے یو۔ پی کے مسلمانوں کی معیشت پر زمینداری کا خاتمہ کر کے بھرپور وار کیا۔ اور مسلمانوں کی اقتصادیات کی ریڑھ کی ہڈّی توڑ دی۔

فاضل بریلوی کے پہلے نکتے سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ وُہ مقدمہ بازی پر کیے جانے والے اخراجات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس طرح مسلمان آپس میں مخالفت پر تلے رہتے تھے۔ دوسری اور اہم بات یہ تھی کہ یہ کروڑوں روپیہ جو مقدمہ بازی کی نذر ہو رہا تھا کاش کہ اگر بچایا جا سکتا، تو مسلمانوں کے کس قدر کام آتا۔ یہ اخراجات قطعاً غیر ضروری بلکہ ناجائز تھے۔ اگر مفاہمت اور سمجھ بوجھ سے کام لیا جاتا، تو اکثر و بیشتر مقدمات کی ضرورت باقی ہی نہ رہتی، اور معاملات باہمی صلاح و مشورے سے طے ہو جاتے اور مسلمانوں کا سرمایہ غیروں کی تقویّت کا باعث نہ بنتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فاضل بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں پس اندازی کی ہدایت فرمائی تھی، کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی دُور کرنے کا یہی بہترین علاج ہے کہ وُہ غیر ضروری اور ناجائز اخراجات یکسر ختم کر دیں اور اس طرح جو کچھ پس انداز ہو وہ اپنی فلاح و بہبود پر صرف کریں۔ ۱۹۳۶ء میں کینز نے اپنا "نظریۂ روزگار و آمدنی" پیش کر کے جدید اقتصادیات کی بنیاد مضبوط کی۔

موجودہ دور، اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک ملک کی خوشحالی میں اضافہ کے باقاعدہ منصوبے بناتے ہیں۔ ان منصوبوں کی میعاد عموماً ۵ سال ہوتی ہے۔

جہاں اقتصادی منصوبہ بندی میں دیگر اور باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے وہاں ماہرین اس بات کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں کہ منصوبوں کی تکمیل کے لیے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔ منصوبوں کے لئے رقم دو ذرائع سے حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ مُلکی بچت

۲۔ قرضے

ملک میں اگر بچت کی شرح اونچی ہے تو ملکی ذرائع ہی سے منصوبوں پر عمل شروع ہو جاتا ہے، لیکن بچت کی شرح کم ہونے کی صورت میں حکومت کو غیر ملکی قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ منصوبہ بندی کی تکمیل کے لئے ایک تیسرا طریقہ بھی ہوتا ہے اور وُہ یہ کہ حسبِ ضرورت ملک کا مرکزی بینک نوٹ چھاپ چھاپ کر حکومت کے حوالے کرتا رہے، لیکن یہ طریقہ ارزاں ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خطرناک بھی ہے۔ اس سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملک میں افراطِ زر آجاتا ہے اور اگر افراط زر پر حکومت جلد قابو نہ پا سکے، تو پھر اس کے نتائج انتہائی سنگین ہوتے ہیں اور معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ لہذا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ملک میں بچتوں کی ہمت افزائی کی جائے اور لوگوں کو بچت کرنے پر مجبور کیا جائے۔

ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ بیشتر ترقی پذیر ممالک میں سرمایہ کاری کی شرح ۵ فیصد سے ۸ فیصد ہے جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح ۱۵ فیصد سے ۱۸ فیصد ہے یعنی ترقی پذیر ممالک اپنی قومی آمدنی کا صرف ۵ سے ۸ فیصد حصہ سرمایہ کاری کے لئے خرچ کرتے ہیں، جب کہ اقتصادی ترقی کا تقاضا ہے کہ قومی آمدنی کا کم از کم ۱۵ فیصد سرمایہ کاری کے لئے وقف کر دیا جائے۔

اگر بچتیں زیادہ ہیں، تو سرمایہ کاری زیادہ ہوگی، لیکن بچتیں اگر کم ہیں، تو اقتصادی ترقی کی رفتار بے حد سست ہوگی۔ ۱۹۵۰ء میں ایک امریکی ماہر اقتصادیات کولن کلارک نے بھارت، چین اور پاکستان کے لئے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ان ممالک کی اقتصادی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہاں کے افراد کم از کم قومی آمدنی کا ۱۲ فیصد پس انداز کریں اور اسے سرمایہ کاری میں لگائیں۔ لہذا آج کل ہر ملک میں خواہ وہ پسماندہ ہو یا ترقی یافتہ، بچت میں اضافے کے لئے مختلف اسکیموں پر عمل کیا جاتا ہے۔ خود پاکستان میں ہماری حکومت نے ایسی بہت سی اسکیمیں رائج کر رکھی ہیں، جن سے چھوٹی چھوٹی بچتوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ملک کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے ہمیں رقم کی ضرورت ہے اور اس رقم کو حاصل کرنے کا بہترین ملکی بچت کے ذریعہ ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اب اہل دل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ سنہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں۔ جب کہ حکومتیں اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے۔ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں۔

دوسرا نکتہ

۲۔ اب آیئے دوسرے نکتے کی طرف مولانا نے فرمایا:

"بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان بھائیوں کے لئے بینک کھولیں۔"

یہ نکتہ معاشی نقطۂ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خان کی اقتصادی سوجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بینک قائم تھے جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برصغیر میں سنہ ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں بنک اور بنکوں کی اہمیت کا اندازہ لگا لینا کوئی آسان بات نہ تھی، لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم ادارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی، وہ اپنے بھائیوں کے لیے بینک قائم کریں۔

سود کی بے پناہ مضرت رسانیوں کے متعلق مولانا احمد رضا خان نے اپنی دیگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کتابوں میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی مراد ایسا بینک کاری نظام تھا جو غیر سودی بنیادوں پر استوار ہو۔ ایسا بینکنگ نظام ملکی معیشت کو تازہ و صحت مند خون فراہم کر سکتا ہے۔ بینک وہ ادارے ہیں جو لوگوں کی بچتوں کو پیداواری کاموں میں لگانے کا ذریعہ ہیں۔ آج کا معاشی نظام اس قسم کے بینکنگ کے بغیر عضوِ معطل ہو کر رہ جائیگا۔ تو گویا ایسے بنکوں کی اہمیّت موجودہ معاشرہ میں مسلّم ہے۔

جدید ماہرین اقتصادیات نے پس اندازی کی دو قسمیں بتائی ہیں :-

۱- بچّت

۲- زر کی ذخیرہ اندوزی

اگر ایک فرد کی ماہانہ آمدنی ۱۰۰ روپے ہے جس میں وہ اسّی روپے اپنی ضروریاتِ زندگی پر خرچ کرتا ہے تو اس کی ماہانہ بچت بیس روپے ہو گی۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ اگر قومی آمدنی قومی اخراجات کے مقابلے میں زیادہ ہے، تو نتیجہ قومی بچت کی صورت میں ظاہر ہو گا۔

اس بچائی ہوئی رقم کو افراد بنکوں میں جمع کرا سکتے ہیں یا بچت کی کسی اسکیم میں لگا سکتے ہیں۔ یہ صورت حال بچت کہلاتی ہے، لیکن اگر لوگ بچائی ہوئی رقم کو اپنے ہی پاس رکھیں، تو یہ صورت (HOARDING) کہلائے گی۔ بچت کا تصوّر ذخیرہ اندوزی کے تصوّر سے اس لیے مختلف ہے کہ موخر الذکر تصوّر خالص نفسیاتی ہے جس میں فرد کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ دولتِ زر کی شکل میں جمع کرے اور اسے اپنے پاس ہی محفوظ رکھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب تک لوگ اپنی بچت غیر سودی کاروباری بنکوں میں جمع کراتیں گے یا کسی بچت کی اسلامی کاروباری اسکیم میں لگاتیں گے اس وقت معیشت میں توازن برقرار رہے گا، لیکن جس وقت لوگوں میں زر کو ذخیرہ کرنے کی خواہش بڑھ جائے گی، تو معیشت عدم توازن کا شکار ہو جائے گی ایسی صورت میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔ معیشت میں یا تو افراطِ زر پیدا ہو جائے گا یا کساد بازاری پھیل جائے گی اور ہزاروں افراد ملکی وسائل بے روزگار رہتے اثر ہو جائیں گے جس سے معاشرہ میں بے شمار سماجی برائیاں پیدا ہو جائیں گی۔

۱۹۱۲ء میں جبکہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کر جائیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی، بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانانِ ہند سے اپیل کی وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان تاجروں کو سرمایہ فراہم ہو سکے اور صنعت کاری کے میدان ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں۔

میں سوچتا ہوں کہ کاش ۱۹۱۲ء میں چند ایک ہی ایسے اہل دل مسلمان ہوتے جو مولانا احمد رضا خاں کے ارشادات پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کی اقتصادی تاریخ برِصغیر میں یقیناً مختلف ہوتی اور پاکستان کو انتہائی نامساعد معاشی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ایسی گہری سوچ اور ایسے نکات جن کے نتائج اس قدر دور رس ہوں کسی عام انسان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو صرف مردِ مومن کا کمال ہے۔ اس مردِ مومن نے تو نخرہ مسلمانوں کو دعوت دی کہ مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا بنک قائم کرو تاکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنبھلے۔ یہی بات ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم نے دوہرائی۔ اگر ۱۹۱۲ء میں سر آدم جی اور مرزا اصفہانی جیسے دو چار سرمایہ دار فاضل بریلوی کی ہدایت پر عمل کر لیتے اور اسلامی اصولوں پر مبنی کاروبار کر کے غیر سودی کاروباری بنک قائم کر دیتے۔ تو مسلمانوں کا معاشی مستقبل بہت کچھ سنور جاتا اور اس کے اقتصادی نتائج نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بلکہ مسلمانانِ عالم کے لئے بے حد خوشگوار ثابت ہوتے

تیسرا نکتہ

اب ہم مولانا احمد رضا خاں کے تیسرے نکتے کی طرف آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا:

۳ ”مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں“

ذرا اس نکتہ پر غور فرمایئے۔ موجودہ عالمی اقتصادی ماحول کا جائزہ لیجئے اور پھر یہ دیکھیے کہ مسلمانوں نے اس عالمِ دین کے اس زرّیں اصول کو نہ تو سمجھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا۔ لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد مغربی یورپ کے جنگ سے متاثر ہونے والے ممالک نے اس پر پورا پورا عمل کیا۔

اور آج یہ ممالک اقتصادی طور پر دنیا کے مستحکم ترین ممالک سمجھے جاتے ہیں۔ لکھنؤ میں میں نے اپنے بچپن میں جب کہ دوسری جنگ عظیم زور و شور سے جاری تھی اکثر مسلمانوں کی دوکانوں پر یہ شعر چسپاں دیکھا تھا ؎

زندگی عزت کی مسلم ہند میں چاہے اگر
تو یہ لازم ہے کہ سودا جب بھی لے مسلم سے لے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ غالباً فاضل بریلوی کے اس نکتے کی صدائے بازگشت تھی۔ اس شعر نے مجھے بےحد متاثر کیا تھا۔ لیکن صاحب حیثیت مسلمانوں کو میں نے ہندوؤں کی دوکانوں سے خرید و فروخت کرتے دیکھا۔ مسلمانوں میں اس وقت بھی ماہرین اقتصادیات موجود تھے۔ لیکن بدقسمتی سے ان کی نگاہیں مغربی مفکرین کی جانب لگی ہوئی تھیں وہ اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ خود ان کا ایک عالم اقتصادیات کے بارے میں کیسے کیسے موتی ان کے سامنے بکھیر گیا ہے۔ وہ اپنے خزانے سے بے خبر رہے۔ لیکن مغربی خزانوں کی طرف حسرت و یاس سے دیکھتے رہے اور کسی نے بھی مولانا کے اس نکتہ پر غور نہیں کیا اور نہ ہی اسے سمجھا اور نہ ہی وضاحت کی ضرورت محسوس کی۔ اگر اس وقت کوئی بھی مسلم ماہر اقتصادیات اس نکتے کے دور رس اثرات کی وضاحت کر دیتا اور مسلمان صرف مسلمانوں ہی سے خرید و فروخت کرتے لگتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان ہندوستان میں معاشی اعتبار سے دوسری قوموں کے مقابلے میں پست ہوتے۔

معاشیات میں اس بات پر گرما گرم بحث ہوتی رہی ہے اور جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے کہ بین الاقوامی تجارت آزاد ہونی چاہیئے یا اس پر پابندیاں ضروری ہیں اور اس پابندی کو تاپین کہتے ہیں۔

آزاد عالمی تجارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مملکتوں کے مابین اشیاء کی آمد و رفت پر پابندیاں نہیں ہیں یا اگر ہیں بھی تو برائے نام۔ اس کے برخلاف تاپین وہ تحفظ ہے جو حکومت ملکی صنعتوں کو غیر ملکی مقابلے سے بچانے کے لئے دیتی ہیں۔

سب سے پُر زور دلیل جو تاپین کے حق میں دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ملک کی نوزائیدہ صنعتیں بیرونی مقابلے سے اس وجہ سے تحفظ کی مستحق ہیں کہ وہ مضبوط بیرونی صنعتوں کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں قطعاً مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ ان کی حفاظت حکومت کا فرض ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے قبل ہی بیرونی مقابلے کے سامنے دم توڑ دیں۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تامین اس لیے ضروری ہے کہ ملک کی دولت ملک ہی میں رہتی ہے اور روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذبۂ حب الوطنی کے فروغ کا باعث ہے۔

اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ جو تامین کے حق میں دیئے گئے ہیں مگر میں صرف مندرجہ بالا دو دلائل کے متعلق مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تیسرے نکتے کی روشنی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے برصغیر میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور انگریزوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ ۱۹۱۲ء میں انگریزی حکومت ہندوستان میں مستحکم ہوچکی تھی۔ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ صرف ۳۵ سال بعد فرنگی اس سرزمین کو چھوڑ کر بھاگ جاتے گا

مسلمانوں کا اب اپنا کوئی ملک نہ تھا لیکن مسلم قوم اب بھی موجود تھی۔ جسے اس بات کا پورا پورا احساس تھا کہ انہوں نے کیا گم کر دیا۔ حکومت ختم ہوچکی تھی مگر قوم اب بھی موجود تھی۔ اس قوم کی سماجی، مذہبی اور معاشی بقا کے لیے مضبوط بنیادوں پر اہل نظر اور اہل علم مسلمانوں کی پالیسیاں وضع کرتی تھیں تعلیمی، سیاسی اور معاشرتی میدان میں مسلم لیڈران سرگرم عمل تھے۔

مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد تیز تر ہوتی جارہی تھی لیکن ہم دیکھتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں کہ اس موقع پر کسی نے بھی مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس سے نمٹنے کے لئے کوئی پالیسی وضع نہ کی۔ اس موقعہ پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے معاشی نکات پیش کیئے افسوس ہے کہ ان پر مسلمانوں نے کوئی غور و فکر نہیں کیا۔ تعلیم یافتہ مسلمان اپنی راہبری کے لیے مغربی علماء کا سہارا لیے رہے تھے اور اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے درمیان ایک ایسے باوصف انسان کو بھیج دیا ہے کہ جس کے ارشادات پر اگر مسلمان عمل کرتے تو کب کی اپنی غربت و افلاس سے چھٹکارا حاصل کر کے باعزت زندگی بسر کرنے لگتے۔

مولانا احمد رضا خاں کا تیسرا نکتہ میرے نزدیک معاشی اعتبار سے انتہائی اہم ہے۔ وہ مسلمانوں کو معاشی تحفظ دینا چاہتے تھے۔ روزگار اور تجارت کے میدان میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے تھے۔ بنیوں کی ذہنیت اور فطرت ہی یہ تھی کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ روپیہ کمایا جائے مسلمانوں کو اس میدان میں کوئی تجربہ نہ تھا اور اگر مسلمان تجارت کرنا بھی چاہتے تو اوّل تو ہندو اپنے مقابلے میں انہیں میدان سے بھگا دیتے تھے اور دوسرے اپنوں کی بے اعتنائی ان کا دل توڑ دیتی تھی۔ فاضل بریلوی پر یہ باتیں روزِ روشن کی طرح عیاں تھیں۔ اس کا صرف ایک ہی علاج تھا اور وہ یہ کہ مسلمان مسلم تجارت پیشہ افراد کو تحفظ دیں اور خرید و فروخت صرف مسلمانوں ہی سے کریں یعنی فاضل بریلوی نے جدید اقتصادی زبان میں مسلمان دوکانداروں کے لئے مسلمان بھائیوں سے تائید کی اپیل کی مسلمان دوکانداروں کی مثال بالکل اس نوزائیدہ صنعت کی سی تھی جسے سخت ترین بیرونی مقابلے کا سامنا تھا اور ان کی بقاء اسی صورت میں تھی کہ مسلمان ان کی سرپرستی کریں۔ یہاں کسی ملکی صنعت کو تحفظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں دینا تھا بلکہ اپنی قوم کی اس جماعت کی حفاظت مقصود تھی جو معاشی میدان میں آگے بڑھنے کے لیے کوشاں تھی۔

اب اگر مسلمانانِ ہند فاضل بریلوی کے ارشاد پر عمل کرتے تو اس کے اقتصادی نتائج کیا ہوتے؟ مسلمانوں کا پیسہ مسلمان دوکانداروں کے پاس جاتا۔ اپنے طور پر یہ مسلمان تاجر مسلمان تھوک فروشوں سے زیادہ سامان حاصل کرتے مسلم تھوک فروش مسلم صنعت کاروں سے زائد اشیاء خریدتے اور جب موثر طلب میں اس طرح اضافہ ہوتا تو مسلمان صنعت کار زیادہ اشیاء پیدا کرتے کیونکہ ان کی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا۔ اشیاء کو پیدا کرنے کے لیے وسائل پیدائش کی ضرورت ہوتی ہے یعنی زمین، محنت اور سرمایے کی۔ مسلمان صنعت کار جب اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرتے تو یقیناً وہ بے روزگار مسلمان جو تلاش روزگار میں سرگرداں تھے ملازمتیں حاصل کر لیتے اور جب ان افراد کی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا تو ان کی موثر طلب بڑھ جاتی اور معاشیات کا وہ چکر شروع ہو جاتا جو کسی بھی معیشت کو خوش حال کر دیتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان صنعت کار سرمایہ کہاں سے لاتے تو اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں کے پہلے دو نکات میں پوشیدہ ہے کہ مسلمان بچت کریں اور صاحبِ حیثیت مسلمان بلاسود کاروبار پر مبنی بینک قائم کریں۔ بینک جن کا اولین مقصد پیداواری کاموں کے لیے سرمایہ فراہم کرنا ہوتا ہے۔

اب ذرا یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ فاضل بریلوی کے اس نکتے پر مغربی دنیا نے دوسری جنگ عظیم کے بعد کتنا عمل کیا ہے۔ مغربی یورپ کے ممالک مثلاً جرمنی، فرانس اور اٹلی وغیرہ اس جنگ میں تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ خصوصاً جرمنی اور اٹلی کی اینٹ سے اینٹ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بجا دی گئی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جرمنی کی "بندر بانٹ" ہوئی۔ ایک حصّہ روسیوں کے پاس اور دوسرا اتحادیوں کے قبضے میں آیا۔ جرمنی دو حصّوں میں تقسیم ہو کر مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی بن گیا۔ جرمنی کی اقتصادی و معاشی حالت بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ یہی حالت فرانس اور اٹلی کی تھی۔ لیکن جرمنی نے جلد ہی اپنی حالت کی اصلاح کی طرف توجّہ دی۔ وہاں کے دانش مندوں نے یہ بات بخوبی سمجھ لی تھی کہ جرمنی کو اگر زندہ رکھنا ہے تو اقتصادی بحالی فوقیت کے لحاظ سے اول نمبر پر ہے۔ جنگ کی تباہی کے بعد مغربی جرمنی تنہا اپنی معیشت کو بحال نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا روم میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یورپین مشترکہ منڈی کا قیام عمل میں آیا۔ جو چھ مغربی یورپی ممالک پر مشتمل تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عالمی سیاست میں امریکہ کا طوطی بول رہا تھا اور عالمی معیشت میں امریکی ڈالر کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔

اس منڈی کے قیام کے پس پشت جو نظریہ کارفرما تھا وہ بعینہٖ وہی تھا جس کی ہدایت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے تیسرے نکتے میں فرمائی تھی یعنی مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ معاہدہ روم جس کے تحت اس منڈی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ان شرائط و ضوابط پر مشتمل تھا کہ منڈی کے اراکین ان اشیاء کو پیدا کریں گے۔ جن کی پیدائش پر انہیں دوسرے ممالک پر فوقیت حاصل ہے منڈی کے اراکین ممالک خود کو ایک وحدت خیال کریں گے۔ آپس میں تجارت آزادانہ ہوگی یعنی تجارت پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔ وسائل، پیدائش کی منتقلی پر پابندیاں نہ ہوں گی۔ درآمدات پر بھاری ٹیکس لگائے جائیں گے اور برآمدات رعائتوں کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تی ہوں گی۔ جو اشیاء (منڈی کے اراکین پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں باہر سے نہیں منگوایا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ خرید و فروخت آپس ہی میں ہو گی۔

منڈی کے قیام کے وقت غالباً اراکین کو بھی اس کی کامیابی کا یقین نہ تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ یہ ادارہ انتہائی مستحکم اقتصادی ادارہ بن گیا۔ منڈی کے اراکین کی معیشت انتہائی مضبوط خطوط پر قائم ہوئی۔ مالی اعتبار سے اراکین کی حیثیت بے حد مضبوط ہو گئی اور ہم نے دیکھا کہ عالمی اقتصادیات میں امریکن ڈالر کی حیثیت ثانوی رہ گئی اور جرمن مارک دنیا کی مضبوط ترین کرنسی بن گیا۔)

پاکستان، ایران اور ترکی کے مابین جو معاہدہ ہوا تھا اور جسے ہم آر۔سی۔ڈی کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ بھی انہیں خطوط پر تھا۔ لیکن اس ادارہ کو وہ کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ جس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ آر۔سی۔ڈی کو کامیاب بنانے کے لئے تینوں ممالک کے سربراہوں کی ایک کانفرنس ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء کو ازمیر (ترکی) میں منعقد ہوئی تھی لیکن ابھی تک کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں، لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اگر تینوں ممالک صدق دل اور نیک نیتی سے اس ادارے کی کامیابی کے لئے کوشش کریں۔ تو کامیابی نصیب نہ ہو۔

بہرحال اس تمام بحث سے غرض یہ تھی کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جو نکتہ بیان فرمایا تھا اگر مسلمان صدق دل سے اس پر عمل کرتے تو انہیں بھی یقیناً کامیابی ملتی جو یورپین مشترکہ منڈی کے حصے میں آئی۔ ہمارے ایک عظیم عالم دین نے ہمارے لئے چراغ جلا کر رکھ دیا تھا جس کی روشنی میں ہمیں صحیح راستے کا تعین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنا تھا لیکن افسوس ہمارے رائے کا تعین تو درکنار ہم نے اس شمع ہدایت کو بھی نظرانداز کر دیا۔

اسے ہم صرف اپنی بدنصیبی اور کوتاہ بینی سے تعبیر کر سکتے ہیں یا پھر یہ کہ معاشرتی، سیاسی اور تعلیمی اصطلاحات میں راہبرانِ ملّت ایسے اُلجھے کہ انہوں نے مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جو یقیناً حیرت انگیز اور قابلِ افسوس امر ہے جب کہ ان کی ہدایت کے لئے اتنے واضح نکات مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۱۲ء میں وضع فرما دیئے تھے۔

چوتھا نکتہ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا چوتھا نکتہ گو کہ اقتصادیات کے متعلق[1] نہیں لیکن اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

۴۔ "علم دین کی ترویج و اشاعت کریں"

یہ وہ زمانہ تھا کہ سرسیّد کی تعلیمی اصلاحات کی کوششیں رنگ لا رہی تھیں مسلمان مغربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انگریزی تعلیم کا حصول بذاتِ خود ایک اچھّی بات تھی۔ مسلمانوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن جو بات تشویش ناک تھی اور جسے مولانا کی ذاتِ گرامی نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا وہ یہ تھی کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ

---

[1] یہ نقطہ بھی اس لحاظ سے اقتصادیات سے متعلق ہے کہ پہلے تین نکات پر عمل کا جذبہ قومی اور ملّی تعصب سے پیدا ہوتا اور قومی تصلّب و عصبیت کے لئے دینی تعلیم ضروری ہے تو بالواسطہ یہ آخری نکتہ بھی اقتصادیاتِ اسلامی سے تعلق ہے۔ (ادارہ)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ساتھ نوجوان نسل مغربی تہذیب کی بھی دلدادہ ہوتی جارہی تھی یعنی کوّا ہنس کی چال اختیار کررہا تھا جو کہ ایک غیر فطری بات تھی۔ فاضل بریلوی نے سمجھ لیا تھا کہ اگر مسلمان علم دین سے بے بہرہ ہوگئے تو وہ اپنی حیثیت و انفرادیت کو گم کر بیٹھیں گے۔ نئی تہذیب ان کی وحدت کو ختم کردے گی اور ان کا وہی حال ہوگا کہ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اکبر الٰہ آبادی نے بھی یہ بات بخوبی محسوس کرلی تھی اپنی شاعری کے تیز و تند نشتروں سے انہوں نے مسلمانوں کو اس خطرے کا احساس دلایا۔ انہیں سمجھایا کہ اپنی اصلیّت مت بھولو تمہارا سب سے بڑا خزانہ تمہارا مذہب اور تمہاری تہذیب ہے لیکن "زمانہ" کا چکر اتنا تیز تھا کہ مسلمان اس طرف متوجہ نہ ہوتے۔ اور اکبر الٰہ آبادی نے فرمایا کہ ؎

سیّد اٹھے جو گزٹ لیکے تو لاکھوں لاتے
شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ نہ ملا

اور یہ کہ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبرؔ نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مغربی تہذیب نے ایسا رنگ جمایا اور نوجوانوں کو اپنی رنگینیوں کا ایسا متوالا بنایا کہ وہ اپنے معاشرے، تہذیب اور مذہب سے دور ہوتے چلے گئے۔ اور فرنگی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے گئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مذہب سے بیگانگی نے برصغیر کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ لیکن جب قائداعظم محمد علی جناح نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہا تو مسلمان پروانہ وار ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اسلامی غیرت و حمیّت اس وقت بھی مسلمانانِ ہند میں موجود تھی جس کا نتیجہ تقسیم ہند کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مسلمانوں کو ایک نیا ملک نصیب ہوا جو اس بنیاد پر وجود میں آیا تھا کہ مسلمان ایک علیٰحدہ قوم ہیں۔ ان کی ثقافت و تہذیب ہندوؤں اور انگریزوں سے مختلف ہے۔ مگر بدنصیبی تو ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام کے نام پر علیٰحدہ مملکت تو وجود میں آ گئی۔ مگر ترویج دین کی طرف اہل اقتدار نے کوئی توجہ نہ دی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مملکت اسلامیہ پاکستان کو صحیح طور پر ایک اسلامی ملک بنایا جاتا۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوتی۔ نوجوانوں کو مذہبی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا۔ انہیں بتایا جاتا کہ پاکستان کے لیے برصغیر کے مسلمانوں نے کس لیے جدوجہد کی تھی اور بے شمار قربانیاں کیوں دی گئیں تھیں۔ لیکن افسوس کہ اس طرف سے توجہ ہٹا لی گئی۔ اقتدار کے لیے رسّہ کشی شروع ہو گئی۔ ابھی ملک کی جڑیں مضبوط بھی نہ ہوئی تھیں کہ طوفان حوادث نے اسے آگھیرا۔ مذہب سے بیگانگی نے اور بھی غضب ڈھایا۔ ہم نے خود کو صوبوں سے خصوصیت دے لی اور یہ بھول گئے کہ ہم اوّل و آخر صرف مسلمان ہیں۔

ہمارے ملک پر جو آفات نازل ہوئیں، ان کا بنیادی سبب ہماری مذہب سے بیگانگی تھا۔ اگر ابتدا ہی سے علم دین کی ترویج و اشاعت پر زور دیا جاتا تو ہمیں یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بُرے دن ہرگز نہ دیکھنا پڑتے۔

آج ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہماری نئی نسل کو، جو مغرب کی تقلید میں دیوانی ہوتی جا رہی ہے۔ اسلامی تعلیم، اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اگر اس سلسلہ میں نیک نیتی سے کوششیں شروع کر دی جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہماری نسل اپنی منزل کو نہ پالے۔ بقول شاعر مشرق علامہ اقبال رح ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اتمامِ حجّت

تہذیبِ مغرب کے دلدادہ اور اسلامی تہذیب سے نابلد اپنی کوتاہ نظری پر رونے اور آنسو بہانے کی بجائے اسلام کو مطعون کرتے ہیں کہ اس کا اپنا کوئی معاشی و اقتصادی نظام نہیں ہے ان سے گذارش ہے کہ وہ تہذیب مغرب کی بجائے اسلام کی تہذیب و تمدّن کا مطالعہ کریں عربی زبان سیکھیں، اسلام کی تہذیب و تمدن اور اس کے اقتصادی و معاشی نظام کی دولتِ لازوال اور عظیم سرمایہ عربی زبان میں ہے جسے بتدریج مختلف زبانوں میں ڈھالا جا رہا ہے۔ قرآن کریم۔ تفاسیر، احادیثِ نبویہ صحاح ستّہ وغیرہ، ان کی شروح، کتب فقہ اور اسلامی آئین کے مجموعہ ہائے عظمیٰ، درمختار، شامی، فتح القدیر عالمگیری وغیرہا اسلام کے پاس ایسے عظیم الشان ذخائر جواہر ہیں کہ ان کے مقابلے میں پوری دنیا کی تہذیب تہی دامن نظر آتی ہے۔ راقم نے ان بے بہا ذخائر سے اسلام کے اقتصادی و معاشی نظام کے جواہر چُن چُن کر اس کتاب میں یکجا جمع کر دیے ہیں۔

اس کے مطالعہ سے ان لوگوں کی ذہنی اور قلبی اصلاح متوقع ہے جو عربی زبان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے ناواقف ہونے کی بنار پر اسلام کے نظامِ معیشت کے مطالعہ سے بہرہ یاب نہیں ہوسکے اور ان حضرات کے معلومات میں اضافہ کی اُمید بھی ہے جو عربی زبان سے واقف ہونے کے باوجود گوناگوں اور طرح طرح کی مصروفیات کی وجہ سے اسلام کے اقتصادی نظام کا کماحقہ، مطالعہ کرنے کا موقع نہیں پا سکے۔ انشاءاللہ العزیز عام مطالعہ کے شائقین سے لے کر مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں اور اساتذہ تک کے لئے راقم کی یہ کوشش مفید ثابت ہوگی ؎

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم　　حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ اُمّت　　ترا با شوخیٔ رندانہ گفتم

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

والسلام ——— محتاجِ دعا

——— مفتی محمد ابوسعید غلام سرور قادری
رکن مرکزی زکوٰۃ کونسل ——— پاکستان
پرنسپل جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ
لاہور — فون نمبر ۸۷۲۳۹۶/۸۷۱۵۰۷

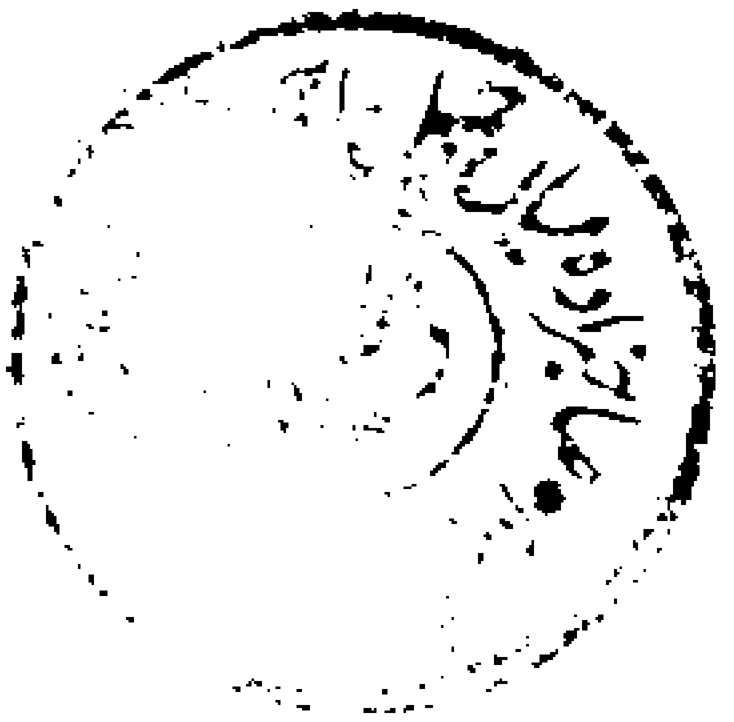
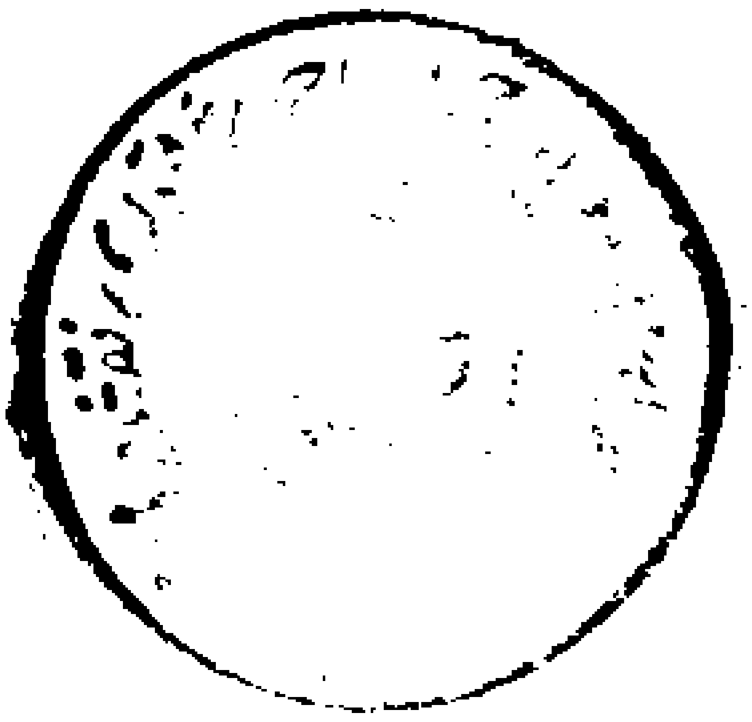

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari